NC
www.novelsclubb.com
رختِ دل باندھ لو
از قلم زنیرہ بانو
www.novelsclubb.com
IG/FB: Novelsclubb

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

رختِ دل باندھ لو

از قلم

زنیرہ بانو

www.novelsclubb.com

باب اول 1:

'علی حیدر'

وہ اپنے بستر پر کروٹیں لے رہی تھی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ بال بکھرے تھے اور چہرہ پژمردہ تھا۔ آج ہی تو ڈاکٹر عارف نے اسے رپورٹس دی تھیں۔ انھیں یقین تھا کہ علی حیدر اپنے ہوش و حواس کھو چکا ہے۔ اس کے لیے تین منزلہ مکان سے بہتر پاگل خانہ ہے جہاں وہ نہ خود کو نقصان پہنچا پائے گا اور نہ کسی اور کو۔ وہ یہی سوچتی جا رہی تھی۔

وہ علی حیدر کو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ بس نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

اسے علی حیدر سے کتنی محبت تھی، یہ شاید وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ وہ یہ کیا کرتی کہ سلطنت کے سلطان کو ہی روپوش کر کے اس کی ہر شے کی مالک خود بن جاتی۔ یہ

کم از کم اس قدر آسان تو نہ تھا۔اس نے کروٹ لی اور کھڑکی کے اس پار چھم چھم برستی بارش کو گھورنے لگی۔ باہر موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔ موسم کسی زخمی شیر جیسا خطرناک تھا۔اس نے یونہی باہر گھورتے گھورتے آنکھیں بند کیں۔ پھر جیسے قیامت آگئی ہو۔ برابر واقع کمرے سے چیخ کی آواز بلند ہوئی۔اور پھر کوئی چیختا ہی چلا گیا۔

برابر والا کمرہ علی کا تھا۔ چیخنے والا بھی یقیناً علی تھا۔

وہ ہڑبڑا کر بستر سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکلی۔رات سوتے ہوئے اس نے علی کے کمرے کا دروازہ لاک کر دیا تھا کہ وہ یونہی رات گئے گھر سے باہر بھاگ نکلا اور ماریہ کی آنکھ لگ گئی تو ذمہ دار کون ؟کانپتے ہاتھوں سے اس نے دروازہ کھولا۔

سامنے فرش پر وہ دو زانو بیٹھا مسلسل رو رہا تھا۔

"علی۔۔۔علی،،رو کیوں۔"

اس کا جملہ مکمل نہیں ہوا۔وہ زمین پر گھسیٹتے ہوئے اس کے قدموں میں گر گیا۔

"خون۔ میں مر گیا، ماریہ۔ خون، دیکھو خون۔"

ماریہ بوکھلاہٹ میں نیچے بیٹھی۔

"کیا کہہ رہے ہیں، کہاں ہے خو۔۔۔۔"

"علی۔"

اس نے دلدوز چیخ ماری۔

علی کی آستینیں خون سے سنی ہوئی تھیں۔ بازوؤں پر جا بجا خراشوں کے نشان تھے۔

خون جیسے ابل ابل کر بہہ رہا تھا۔

"یہ کیا کیا، علی۔"

وہ سہمے سہمے لہجے میں چلائی۔ جس کا ڈر تھا، وہ ہو گیا تھا۔ لوگ جس شے سے ڈراتے رہے، وہ حقیقت بن گئی تھی۔

"میں نے نہیں کیا۔ میں نے نہیں کیا، وہ۔۔۔ وہ اس نے کیا۔ وہ چلا گیا۔ بھاگ گیا۔"

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ماریہ کو اس کے ایک لفظ پر یقین نہیں تھا۔ اس نے بیڈ کے نیچے خون سے لبریز چاقو دیکھ لیا تھا۔ پہلے بھی وہ چاقو دیکھ کر یونہی جارحانہ ہو جاتا۔ آج جانے اس نے چاقو کہاں سے لیا تھا اور اپنا یہ حشر کر لیا تھا۔ ماریہ نے سہارا دے کر علی کو کھڑا کیا۔ باہر خوب گرج چمک ہو رہی تھی۔ گہرے امبر پہ چھائی سیاہی زار و قطار رو رہی تھی۔ وہ اسے سہارا دیے باہر لائی اور اسے گاڑی میں بٹھایا۔ گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی تو کام نہ بنا۔ بارہا کوشش کے باوجود بھی گاڑی سٹارٹ نہ ہوئی تو وہ گاڑی سے نیچے اتری اور اپنی پوری قوت سے گاڑی کو ٹھوکر رسید کی۔

تبھی اس نے کار کے ہارن کی آواز سنی۔ سامنے بنگلے میں زبیدہ خاتون کی کار داخل ہو رہی تھی۔ وہ اس طرف بھاگی۔ گیلی سڑک پر وہ بے تحاشا بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ اسے چھتری ساتھ لانے کا بھی خیال نہ رہا۔ بارش کے ننھے قطرے دریا بنا رہے تھے۔ اس نے کار کے دروازے پر دستک دی۔ اندر زبیدہ خاتون کا بیٹا موجود تھا۔

"ماریہ۔"

اس نے جلدی سے شیشہ نیچے کیا۔

"کیا ہوا، ایسے کیوں۔۔۔"

"سمیع، وہ علی۔۔۔ علی نے خود کو زخمی کر لیا ہے۔ کار سٹارٹ نہیں ہو رہی۔ تم کچھ۔۔۔۔"

وہ فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی نیچے اتر گیا اور کار کی طرف بڑھا۔ اس نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر علی کو آنکھیں بند کیے بیٹھے دیکھا۔ علی کی سفید قمیض کی آستینیں لال ہو رہی تھیں۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔ بے سدھ، بے ہوش، وہ سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ سمیع نے اسے سہارا دے کر کار سے نکالا اور اپنی کار کی طرف لے چلا۔ ماریہ نے کار کا دروازہ کھولا اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ بارش تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اس نے گیلی سڑک پر کار فل سپیڈ پر چھوڑ دی۔ ماریہ اسے بانہوں میں لیے جگانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ ایسی سردی میں بھی اس کے ماتھے پر پسینے کی قطرے نمودار ہو چلے تھے۔ اس نے ہسپتال کے سامنے کار روکی اور فوراً

نیچے اترا۔ علی کو نیچے اتارا اور اندر بڑھا۔ ماریہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

دل دھڑک رہا تھا۔

دھک دھک۔۔۔ دھک دھک۔۔۔۔

بارہ بج رہے تھے جب اس کے فون کی گھنٹی بجی۔ فون منال نے کیا تھا۔ اس نے منہ بسورتے ہوئے لحاف میں سے ہاتھ باہر نکالا اور فون کان سے لگالیا:

“Happy Bitrthday to you.”

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔"

اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی۔ دوسری طرف وہ زور و شور سے رائم گانے میں مصروف تھی۔

"میری نیند خراب کردی، چڑیل کہیں کی۔"

"اور اگر تجھے وِش نہ کرتی تو قصوروار کون ٹھہرتا؟" منال کی غصیلی آواز سنائی دی۔

اس نے مسکراتے ہوئے کروٹ بدلی اور گھڑی پر ٹائم دیکھا:

"کل پارٹی میں آرہی ہو ناپھر؟"

"کیوں نہیں۔" منال چہک کر بولی:

"میں نے تو اسجد بھائی کو کہہ دیا تھا۔اُشنہ کی سالگرہ ہے۔اگر میں کتابوں سے سر نکال کر کچھ دیر کے لیے اپنی سہیلی کی سالگرہ کی تقریب میں شرکت کر لوں گی تو قیامت نہ آجائے گی۔"

اُشنہ پھر مسکرادی۔ادھر منال کہہ رہی تھی:

"سنو،ماریہ کا کچھ پتا چلا؟"

"نہیں تو۔کیا ہوا اسے؟"

"زیادہ کچھ میں نہیں جانتی۔بس اتنا معلوم ہے کہ آج کل کافی پریشان رہتی ہے۔ اس کا شوہر تھا نا،وہ لمبا ہینڈسم ساڈاکٹر۔وہ پاگل۔۔۔۔"

منال مسلسل بولتی جارہی تھی۔اُشنہ نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔موسلادھار بارش

ہو رہی تھی۔

وہ ایمرجنسی روم کے باہر بنچ پر آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ سمیع کا اسے اکیلے ہسپتال میں چھوڑ کر واپس جانے کا ارادہ نہ تھا لیکن اس کی ضد کے سامنے سمیع کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ کاریڈور میں خاکروب صفائی کر رہا تھا۔ گیلی مٹی سے داغ دار فرش، صاف کیا جا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر اسی تماشے کو دیکھتی رہی۔ آخر ڈاکٹر کمرے سے باہر نکلا۔ وہ عارف تھا، نیورو سرجن۔ متعلقہ نرس کے ساتھ وہی اندر موجود تھا۔

"ماریہ۔" وہ بے بس لہجے میں گویا ہوا:

"کیوں پتھر سے سر مار رہی ہو ماریہ؟ اپنے حال پر کچھ تو رحم کرو!"

ماریہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ عارف کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کی بے بسی کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس نے اپنا سوال کیا:

"علی؟"

"ٹھیک ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ نہ جانے کونسی رات وہ چاقو دل میں گھونپ لیں گے۔"

"میں نے مشورہ نہیں مانگا؟" ماریہ نے ہونٹ کاٹے:

"کیا میں اس سے مل سکتی ہوں؟"

"ہاں، وہ ہوش میں ہیں۔"

ماریہ کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ ماریہ بیڈ کی طرف لپکی۔ ایک طرف کرسی پر بیٹھی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔ لمس پا کر اس نے سر اٹھایا:

"ماریہ۔" اس کی آواز ماریہ نے بمشکل سنی۔ علی نے آستینوں پر نگاہ دوڑائی:

"خون۔۔۔خون کہاں۔۔۔گیا؟"

"یہ کیا کر لیا، علی؟"

وہ ہولے ہولے اس کے بال سہلانے لگی۔

"میں نے نہیں۔ میں نے نہیں کیا۔" وہ رو ہی تو پڑا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں نے نہیں کیا۔مجھے۔۔۔مجھے درد ہو رہا ہے۔میں نے۔۔۔میں نے نہیں۔۔۔"

"یہ دیکھو۔" ماریہ نے اسے اطمینان دلانا چاہا اور ٹیبل پر سے چابی اٹھائی:

"ہم گھر جا رہے ہیں۔"

اس کے زخموں پر پٹی کر دی گئی تھی۔ماریہ نے اسے سہارا دیا اور بیڈ پر بٹھایا۔اسے جوتے پہنائے اور کھڑا کیا۔

"چل سکتے ہو ناں؟"

علی نے تیزی سے سر ہلایا۔دونوں وارڈ سے نکلے۔ڈاکٹر باہر ہی کھڑا تھا۔اس نے ایک نظر علی پر ڈالی، پھر ماریہ کو دیکھا:

"شب بخیر۔"

ماریہ نے سر ہلایا اور آگے بڑھ گئی۔راہداری سے گزرتے ہوئے اس نے بائیں طرف واقع کمرے پر نگاہ ڈالی۔وہاں موجود کمرے کے دروازے پر تالا لگا تھا۔نیم

پلیٹ پر نام کندہ تھا۔وہ کافی دیر نام کو گھورتی رہی۔

"ڈاکٹر علی حیدر، ایم-بی-ایس، ایف-سی-پی ایس ماہرِ نفسیات۔"

"ماریہ، چلیں۔" وہ سر جھکائے، ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"ہاں۔"

ماریہ اس کا ہاتھ تھام کر باہر آگئی۔اسے لے کر ٹیکسی میں گھر آئی۔بارش ذرا تھم گئی۔وہ اسے سہارا دیے کمرے میں لے جانے لگی، پھر کسی احساس کے تحت رک گئی۔

"علی۔" اس نے اسے ایک طرف جانے کا اشارہ کیا:

"وہاں صوفے پر بیٹھو۔"

"نیند آرہی ہے۔"

"ہاں نا، میں کمرے کی صفائی کر لوں۔پھر سو جانا۔"

علی صوفے پر بیٹھ گیا۔ہتھیلی سر کے نیچے رکھی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔اسے

مشغول پا کر ماریہ نے پوچا اٹھایا اور اس کے کمرے میں گئی۔بیڈ کی ہلکی آسمانی چادر پر جا بجا خون کے چھینٹے تھے۔فرش پر تو خون ہی خون تھا۔اس نے فرش گیلے کپڑے سے صاف کیا۔بیڈ کی چادر تبدیل کی۔وہاں بیڈ کے قریب ہی خون سے لبریز چاقو پڑا تھا۔اس نے اسے احتیاط سے کپڑے میں لپیٹا اور باہر آگئی۔سارا کام کرنے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو علی حیدر صوفے پر ہی سو چکا تھا۔وہ تھکی ہاری اس کے قریب ہی بیٹھ گئی اور اس کے بال سہلانے لگی۔

وقت گواہ تھا وہ جب سوتا تو وہ یونہی اسے دیکھتی تھی، مبہوت نگاہوں سے، کچھ ممنون نگاہوں سے۔۔۔

"آئی لو یو، علی۔میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی!"

پارٹی غضب کی تھی۔رنگارنگ لباس میں ملبوس لڑکیاں ریسٹورنٹ کی شان بڑھا رہی تھیں۔کچھ لڑکے ایک طرف خوش گپیوں میں مشغول تھے۔بیرے کھانا سرو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کر رہے تھے۔ عجیب شور و غوغا مچا ہوا تھا۔ وہ تو پارٹی کی جان تھی۔ زرق برق لباس میں ملبوس سائیڈ ٹیبل کے پاس کھڑی تھی۔ آس پاس سہیلیوں کا ہجوم تھا۔ کچھ دوست بھی تھے۔

"اُشنہ۔"

اسے وہ چہکتی آواز دور سے سنائی دی۔ وہ پلٹی اور اور منال کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا:

"ہیپی برتھ ڈے۔"

وہ اس سے بغل گیر ہو گئی۔ اسجد بھائی پیچھے کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کر کہنے لگے:

"حیرت ہے۔ یہ اُشنہ میڈم کی پہلی برتھ ڈے پارٹی ہے جہاں ہزار سے کم لوگ آئے ہیں۔ اور میں یہ دیکھ بھی رہا ہوں کہ اُشنہ میڈم بھی سنجیدہ سنجیدہ لگ رہی ہیں۔"

اُشنہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ تبھی منال بول اٹھی:

"دن میں پارٹی کون ارینج کرتا ہے، یار۔رات کا فنکشن رکھنا تھا ناں۔خوب مزہ آتا۔"

اس کے لہجے میں ہلکا سا شکوہ تھا۔

"اشنہ تمہاری طرح امیر زادی نہیں ہے منال۔۔۔"

وہ یہ کہتے کہتے رک گئی لیکن منال سمجھ گئی۔کچھ دیر خاموشی چھا گئی۔اسجد بھائی ادھر ادھر ہو گئے۔منال اُشنہ کو دیکھنے لگی:

"ماریہ کو انوائٹ نہیں کیا؟"

"وہ،اس کا فون نمبر میرے پاس نہیں تھا۔"

"ہاں۔فون نمبر تو میرے پاس بھی نہیں ہے۔آج کل وہ مصروف رہتی ہے۔وہ اس کا شوہر ہے ناں، کیا نام ہے اس کا۔وہ تو پاگل۔۔۔۔۔"

اُشنہ نے زیادہ دھیان نہ دیا۔منال کی بات کاٹ کر بولی:

"پھر کبھی رابطہ ممکن ہو سکے گا تو میں دیکھ لوں گی۔"

منال خاموش رہ گئی۔ جانے کیوں، اسے لگا جیسے اُشنہ بے حد پریشان تھی۔

سورج کی کرنیں دبیز پردوں میں سے راستہ بناتے کمرے میں داخل ہوئیں اور اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے آنکھیں موندیں اور کچھ دیر یونہی سیلنگ کو تکتا رہا۔ تبھی مہین سی آواز سنائی دی:

"گڈ مارننگ۔"

اس نے چہرہ موڑا اور اٹھ بیٹھا۔ اسے کچن میں بریڈ تلتی ماریہ دور سے ہی نظر آ گئی تھی۔ وہ کافی دیر اسے تکتا رہا۔ ادھر وہ بریڈ تل کر انڈے فرائی کرنے لگی۔ ٹیبل پر سامان سجا دیا۔ ناشتہ لا رکھا۔ کچن صاف کیا۔ وہ سب کر کے وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو وہ صوفے پر بیٹھا اپنے بازوؤں پر بندھی پٹیوں کو گھور رہا تھا۔

"علی۔"

"ہاں۔" اس نے فوراً سر اٹھایا۔

"ناشتہ کریں؟"

"ہاں۔"

وہ کسی روبوٹ کی طرح اٹھا۔ کچن کے سنک میں ہی منہ دھویا اور ٹیبل پر آ بیٹھا۔ ماریہ اسے دیکھتی رہی۔ وہ بہت دھیرے دھیرے ناشتہ کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک معصومیت ہر وقت طاری رہتی تھی۔ آواز بالکل بچوں جیسی ہو گئی تھی۔ بات کرتا تو سہم جاتا تھا۔ ہنستا بہت کم تھا۔ ماریہ ہنسانے کی کوشش کرتی تو دھیرے سے مسکرا دیتا تھا۔ اپنے دوستوں سے بھی جھجھکتا تھا۔ گھر سے باہر ہی نہیں نکلتا تھا۔ اس کی نظر کمزور تھی لیکن اب جیسے بہت تیز ہو گئی تھی۔ اپنے سارے چشمے اس نے ایک ہی دن میں توڑ ڈالے تھے۔ اور سب سے زیادہ خوشی تو ماریہ کو تب ہوتی تھی جب وہ اس کا نام لیتا تھا۔ بڑے پیار سے، خوش ہوتا تھا تو چہرے پر مسکراہٹ لیے، اس میں ایک عجیب سا ترنم تھا۔

ماریے یا۔۔۔

وہ روز آفس چلی جاتی تھی۔ وہ ایک نیوز چینل میں بطور اینکر کام کر رہی تھی۔ جب تک علی ٹھیک ٹھاک تھا، اسے نے صرف کالج پر فوکس کرنا تھا۔ اس کی حالت خراب ہوئی تو اسے گھر سے نکلنا پڑا۔ یہ نہیں کہ پیسے چاہیے تھے، اس لیے کہ دماغ کو کو اطمینان چاہیے تھا۔ وہ ابھی صرف بیس سال کی تھی۔ وہ صبح آٹھ بجے نکلتی تھی، شام سات بجے واپس آتی تھی۔ درمیان میں کوئی سانحہ پیش آجاتا تو اسے جانا پڑتا۔ وہ یہ گیارہ گھنٹے گھر میں ہی رہتا۔ کبھی سو جاتا۔ کبھی بیٹھا رہتا۔ ماریہ بھی نہیں جانتی تھی وہ گھر میں کیا کرتا ہے۔ اسے بس یہ خوشی تھی کہ علی حیدر ابھی تک زندہ تھا۔ اسے خوشی تھی کہ وہ کسی اور کو پہچانے یا نہ پہچانے، اسے پہچانتا تھا۔

کیک کٹ چکا تھا۔ اس کی سہیلیاں اس کے گرد حلقہ بنائے کھڑی تھیں۔ خوف ہُلڑ بازی مچ رہی تھی۔ تحائف دیے جا رہے تھے۔ وہ سب تین گھنٹے تک چلتا رہا۔ آخر مہمان لنچ میں مصروف ہو گئے۔ منال باقیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں

مشغول تھی۔اُشنہ چپ چاپ ہاتھ میں گلاس تھامے ٹیبل کے پاس کھڑی تھی۔

اس نے ایک نظر پلٹ کر دیکھا۔وہاں چند کرسیاں دور صوفے پر گلا تھامے کوئی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نظرانداز۔۔۔کچھ دیر یونہی گزر گئی۔اس نے دوبارہ پلٹ کر دیکھا۔وہ ابھی تک اسے تک رہا تھا۔دوبارہ نظرانداز۔۔۔۔لیکن اس نوجوان کی تیکھی نظریں اس پر ہی جمی رہیں۔اب اُشنہ کو الجھن ہونے لگی تھی۔جانے کون تھا وہ، جانے کیوں اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔اب کہ اس نے چہرہ موڑا تو وہ صوفے سے اٹھ آیا۔دھیرے قدموں سے چلتا ہوا اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔اُشنہ متوجہ نہیں تھی۔اس نے کسی کو کہتے سنا:

"ہیپی برتھ ڈے۔"

اُشنہ نے چہرہ موڑا۔وہ اس کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔

"تھینکس۔"

"یو آر ویلکم۔"وہ مسکرایا اور اسے دیکھا:

"ویسے مجھے پوچھنا تو نہیں چاہیے لیکن، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ برتھ ڈے گرل یوں سوچوں میں گم، اکیلے کیوں کھڑی ہے؟"

"ہاں، آپ پوچھ سکتے ہیں۔"

"تو سمجھیں میں نے پوچھ لیا۔"

اُشنہ کو ذرا سا غصہ آیا۔ بس ذرا سا۔ وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی:

"میں آپ کو جواب کیوں دوں؟"

"ویسے ہی۔ آپ نے ہی تو کہا کہ میں سوال کر سکتا ہوں۔"

"میں نے کہا کہ آپ سوال کر سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ میں جواب بھی دوں گی۔"

وہ دوبارہ مسکرایا:

"نیور مائنڈ۔ کوازکم سالگرہ کے دن کسی کو تنگ نہیں کرنا چاہیے۔"

خاموشی چھائی رہی۔ وہ اس کے پاس سے نہیں ہٹا۔ اُشنہ نے اسے دیکھا۔ پارٹی میں موجود سب لوگوں کو وہ جانتی تھی۔ لیکن یہ پتا نہیں کون تھا۔

"اپنی پہچان بتا سکتے ہیں؟"

"ہاں۔کیوں نہیں۔"

"تو پھر بتائیں۔"

اس نے مسکرا کر اُشنہ کو دیکھا:

"کس لیے؟"

اُشنہ سمجھ گئی۔وہ اسی کا پینترا استعمال کر رہا تھا۔وہ ذرا سی مشتعل ہوئی۔کہنے لگی:

"کیونکہ یہ میری پارٹی ہے۔اور میں کسی بن بلائے مہمان کو یہاں برداشت نہیں کروں گی۔"

www.novelsclubb.com

عجیب بات تھی۔وہ مسلسل مسکرائے جا رہا تھا:

"مجھے اسجد جانتا ہے۔میرا نام ارحم ہے۔اور آپ کا نام تو میں جانتا ہی ہوں۔"

اُشنہ خاموش ہو گئی۔یہ شخص اسجد بھائی کا دوست ہو سکتا ہے۔اسے کہاں معلوم تھا۔وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔سوچتی رہی۔پھر پلٹ کر کچھ کہنا چاہا۔کچھ کہنے کے

لیے منہ کھولا۔ لیکن الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ وہ شخص تو وہاں کھڑا ہی نہیں تھا۔

ایک لمحے میں وہ غائب گیا تھا۔ اس نے نظریں ہال میں دوڑائیں۔ اسے وہ نظر آ گیا۔

وہ گلاس ٹیبل پر رکھ کر جیکٹ پہن رہا تھا۔ اس نے چہرہ موڑ لیا۔ مہمان خصت

ہونے لگے تھے۔ وہ دیگر کاموں میں مشغول ہو گئی۔

پھر اسے کہیں ارحم نظر نہیں آیا۔

آج کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ وہ سب کانفرنس روم میں موجود تھے۔ ارمان اسے ہی نوٹ کر رہا تھا۔ باقی ایمپلائی متوجہ تھے۔ لیکن وہ پنسل تھوڑی پر رکھے بس اسے خالی خالی نظروں سے تک رہی تھی۔ ارمان نے اسے متوجہ کرنا چاہا۔ پھر کچھ سوچ کر خاموش رہا۔ باقی ورکر بحث میں مشغول تھے۔ اچھی سے اچھی نیوز پیش کر رہے تھے۔ ارمان نے سب کی سنی۔ پھر بولا:

"مجھے کڑی خبر چاہیے۔ دو ہفتوں سے ہم رینکنگ پر سب سے نیچے ہیں۔ جاؤ۔ اور دو

گھنٹے کے اندر اندر کوئی تہلکہ انگیز خبر پیدا کرو، مجھے فرق نہیں پڑتا کیسے۔"

وہ سب اٹھ کر جانے لگے۔ماریہ کو ہل چل محسوس ہوئی۔وہ بھی باقیوں کے ساتھ اٹھنے لگی:

"ماریہ۔"اس نے اشارہ کیا:

"رکو پلیز۔"

وہ نوٹ بک ہاتھ میں تھامے کھڑی رہی۔باقی ورکر باہر نکل گ ئے۔ارمان سیٹ پر بیٹھ گیا۔اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا:

"سب ٹھیک ہے۔"

"ہاں۔بالکل ٹھیک۔"

ارمان نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا:

"علی کیسا ہے؟تانیہ بھی اس کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔"

ارمان نے اپنی بیوی کا نام لیتے ہوئے کہا۔ماریہ کچھ نہیں کہہ سکی۔اسے لگا اس کی

آنکھیں رو دیں گی۔اسے خاموش پا کر ارمان مزید پریشان ہو گیا:

"وہ ٹھیک ہے ناں۔"

ماریہ نے آنسوؤں کا ضبط روکا۔کہنے لگی:

"کل رات خود کو زخمی کر بیٹھا۔چاقو سے آستینیں چیر ڈالیں۔"

"گاڈ۔"ارمان نے تھوڑی تلے ہاتھ جما لیا۔

"سوری۔میں فریش ہی ہوں۔بس تھوڑی سی ٹینشن تھی۔"

"اٹس اوکے۔"

ارمان نے سر ہلا دیا۔ماریہ پلٹ گئی۔وہ بیٹھا رہ گیا۔یونہی اضطراری طور پر اس کی نظر شیلف پر رکھی فریم تصویر پر جا پڑی۔وہ میڈیکل کے آٹھ طلبا کا ایک گروپ تھا۔اسے وہ تصویر ہمیشہ سے پسند تھی۔اس میں ارمان نیچے بیٹھا تھا۔باقی دوست کھڑے تھے۔علی اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ارمان نے سر جھٹکا اور کام میں مصروف ہو گیا۔وہ بھی علی کے متعلق ماریہ جتنا ہی پریشان تھا۔آخر کو علی اسکا

دوست تھا۔

"سب کچھ ویسا ہی ہے۔ لیکن یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے علی۔"

وہ بڑبڑایا اور پھر پنسل میز پر پھینک کر کچھ سوچنے لگا۔

اُشنہ دوپٹہ گلے میں ڈالے باہر آگئی۔ تحائف کا ایک ڈھیر تھا۔ اس نے بے حد اصرار کیا لیکن اُشنہ اکیلے ہی گھر جانے پر بضد تھا۔ آخر منال کی ضد کے سامنے اسے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اسجد اپنے کسی دوست کے ساتھ ہال سے پہلے ہی نکل گیا تھا۔ منال اسے کار کے ذریعے گھر ڈراپ کرنے آئی۔ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اُشنہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی:

"ہاں تو میڈم۔" وہ اُشنہ سے مخاطب تھی:

"اب بتائیں، کیا مسئلہ ہے؟"

"مسئلہ؟" اُشنہ چونک اٹھی۔ منال نے اسے نظروں ہی نظروں میں گھورا:

www.novelsclubb.com

"اپنے بھیا سے جھگڑا ہوا ہے ناں تمہارا۔"

جھگڑا تو ہوا تھا۔اُشنہ نے سر جھکا لیا۔اس نے سنا،منال کہہ رہی تھی:

"اسجد بھائی نے بھی سی ایس-ایس کا امتحان دیا ہے۔پچاس فیصد امکان ہے کہ ٹیسٹ پاس ہو جائے گا۔نوے فیصد امکان ہے کہ ان کی تعیناتی یہیں ہو جائے گی۔ تم کہو تو میں ان سے بات۔۔۔۔۔"

"نہیں۔"وہ فوراً بولی:

"بالکل بھی نہیں۔"

"اُشنہ،اسے سنجیدگی سے لو،یار۔وہ گھر تمہارے باپ کا ہے۔وہ جائیداد تمہارے باپ کی ہے۔وہ ایسے ہی کیسے پہلی بیوی کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے خود کو برتر ثابت کر سکتا ہے؟آخر تم کب تک ان فلیٹوں میں رہو۔۔۔۔۔"

"میں نے کہا ناں۔کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔میں نے پہلے بھی سب اکیلے کیا ہے۔اب بھی کر لوں گی۔بس ایک بار رقم ہاتھ لگ جائے تو لندن چلی

جاؤں گی۔ وہاں نانی جان رہتی ہیں۔ مجھے ہی اپنا سب کچھ مانتی ہیں۔"

منال نے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ اُشنہ سے سیٹ سے ٹیک لگا لی۔

"اشنہ کسی سے مدد نہیں لے گی۔ اشنہ سب کر سکتی ہے، اکیلے، اپنے زورِ بازو پر!"

وہ بیس بائیس سالہ لڑکی جیسے ایک فیری ٹیل کا حصہ تھی۔ پیاری سی لڑکی جو رانی کہلائے جانے کے قابل تھی۔ سنڈریلا کی طرح سوتیلی بہنوں کے جھرمٹ میں جو اس کا حق چھینتی تھیں لیکن یہاں فرق تھا۔ یہاں بس ایک سوتیلا بھائی تھا جو اس کا حق چھین رہا تھا۔

اس نے آہستگی سے آنکھیں موند لیں۔ اس نے مایوس ہونا نہیں سیکھا تھا۔ اسے اپنے نصیب جگانے کے لیے کدو کو بگھی میں بدلنے والی جادوگرنی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سب خود کر سکتی تھی، کسی جادوگرنی کے بغیر، کسی راجا کے بغیر۔۔۔

'تن آور'

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شام ہونے والی تھی لیکن کوئی ڈھنگ کی نیوز نہیں ملی تھی۔ارمان کے پارے کا نقطۂ ابال آ پہنچا تھا۔ پچھلے دو ہفتوں سے وہ پانچ نیوز چینلز کی رینکنگ میں چوتھے نمبر پر تھا۔ابھی یہ رینکنگ کیا کم تھی کہ پہلے چینل نے کسی سیلیبریٹی کا انٹرویو کیا اور وہ رینک میں سب سے نیچے گر گیا۔اسے یقین تھا یہی حالات چلے تو چینل بند ہو جائے گا۔شرمندگی الگ، نقصان الگ۔

"اٹس اوکے نومی۔ہم کرلیں گے۔آج کا دن چھوڑ۔کل دیکھنا، میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"

www.novelsclubb.com

اسی کا ایک ورکر کہہ رہا تھا۔ارمان نے آگ برساتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ماریہ چھٹی لینا چاہتی تھی۔علی کو اس کی گھر میں ضرورت تھی۔کیا خبر کہ کس دن وہ چاقو سے اپنا گلا ہی کاٹ لے۔ارمان کنٹریکٹ پر سائن کروانے گیا تھا۔ماریہ نے رجسٹر اٹھایا۔اسے پتا تھا ارمان غصہ نہیں ہوگا۔اس نے رجسٹر پر چھٹی کی درخواست رکھی

اور بیگ اٹھا کر گھر چل دی۔ معلوم ہوتا تھا آج کل سے زیادہ موسلادھار بارش ہو گی۔ تین بجے ہی موسم انتہا کا خنک تھا۔وہ مرسڈیز ڈرائیو کر کر گئی تھی۔اسی میں گھر پہنچی۔یونہی اندر بڑھی اور ٹھٹھک کر رہ گئی۔ علی ابھی تک سویا ہوا تھا۔اس کی نیند میں کچھ عرصے سے اضافہ ہو چلا تھا۔

"علی۔"

وہ اس کے قریب آ بیٹھی:

"یہ کہاں سوئے ہوئے ہو؟"

وہ دروازے کے قریب بچھے قالین کے پاس ہی سو گیا تھا۔ماریہ کو جھٹکا لگا۔ علی نے ارد گرد نظریں دوڑائیں:

"میں۔۔۔میں تو۔۔۔۔"

"اٹھو۔اٹھو یہاں سے۔"

وہ اسے بازو سے اٹھا کر اندر لے آئی:

"ماریہ۔"

"ہاں۔" اس نے بیگ میز پر رکھا۔ وہ صوفے پر آبیٹھا:

"تم۔۔۔۔تم جلدی آگئیں۔"

"ہاں۔" ماریہ نے سر ہلایا:

"میں نے سوچا علی گھر میں اکیلا ہے۔"

وہ مسکرائی تو علی نے اسے دیکھا:

"تم علی کی وجہ سے جلدی گھر آئیں؟"

"ہاں۔ بتاؤ، کیا کھاؤ گے؟"

"پتا نہیں۔"

"چائے پیو گے؟"

"چائے؟"

وہ خالی خالی نظروں سے اسے تک رہا تھا۔

"نہائے ہو؟"

"ہاں۔" وہ فوراً بولا اور ہونٹ پھیلا کر مسکرایا:

"بھوک لگی ہے۔"

"میں کھانا بنا رہی ہوں۔"

وہ واپس پلٹ گئی۔ علی نے اس کی بیگ کی طرف دیکھا۔ پھر اسے دیکھا۔ جانے وہ آج جلدی واپس کیوں آگئی تھی۔

"ماریہ۔"

"ہاں۔"

"تم کام کیوں کرتی ہو؟ باہر کیوں جاتی ہو؟ تم علی کے پاس رہو ناں۔ ہر وقت، ہر پل۔"

ماریہ نے چہرہ موڑ لیا۔ وہ محض اپنا ذہن فریش کرتے باہر جاتی تھی۔ تھوڑی دیر ارمان کے ساتھ رہنا، دوستوں میں گزارنا تاکہ احساس ہو سکے کہ سب کچھ نہیں

بدلا ہے۔تا کہ یہ احساس باقی رہے کہ علی کے سوا کچھ نہیں بدلا۔ایک علی نہیں ہے تو کسی باقی سب تو ہیں۔یہ علی،اب وہ علی نہیں ہے تو کیا لیکن 'اس کا' علی تو ہے۔

اسے پتا ہی نہیں چلا وہ کب اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔وہ پلٹی تو علی سر جھکائے کھڑا تھا:

"علی۔۔۔علی تمہیں بہت تنگ کرتا ہے ناں۔"

ماریہ مسکرا دی:

۔"نہیں تو۔۔۔Maria loves Ali۔"

"ہاں لیکن۔۔۔۔"وہ سہمے لہجے میں بولا:

"علی کی وجہ سے پریشان مت ہوا کرو۔علی از ویری سوری۔"

ماریہ اسے دیکھتی رہ گئی۔وہ نظریں جھکائے کھڑا تھا۔اسے یاد آیا جب وہ بھی ایسے ہی نظریں جھکائے اس کے سامنے کھڑی ہوتی تھی۔

"اٹس اوکے۔"اس نے نرمی سے اس کے گال پر اپنے لب رکھے تھے۔

www.novelsclubb.com

منال نے اُشنہ اس کے گھر تک ڈراپ کیا۔اُشنہ کار سے اتری اور منال کے جانے کا انتظار کرتی رہی۔وہ اختتامی کلمات کے بعد رخصت ہو گئی تو اُشنہ کسی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔اسے آج گھر جانا تھا۔وہ منال سے کہتی تو وہ اسے فلیٹ ڈراپ کرنے کی بجائے گھر تک کی لفٹ دے دیتی۔لیکن اس نے وہ ملاقات پوشیدہ رکھنا چاہی۔کافی دیر بعد ٹیکسی آرکی۔

وہ گھر پہنچی تو شام ہولے ہولے گہری ہوتی جارہی تھی۔سوسائٹی میں گہری خاموشی تھی۔یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں کوئی ذی روح نہ بستی ہو۔اس نے بل ادا کیا اور ٹیکسی سے نکلی۔وہ کسی اونچے بنگلے کے سامنے کھڑی تھی۔چوکیدار شاید ادھر ادھر ہو گیا تھا۔وہ آگے بڑھی اور مین دروازے کی گھنٹی بجائی۔چوکیدار واقعی غائب تھا۔

"کون؟"

اُشنہ وہ آواز اچھی طرح پہچانتی تھی۔کہنے لگی:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں ہوں بھابی، اُشنہ۔"

اس کی آواز اس قدر اونچی تو تھی کہ سن کر بر وقت دروازہ کھول دیا جاتا۔ لیکن کافی دیر خاموشی رہی۔ شاید بھابی کسی سے فون پر مصروف ہو گئی تھیں۔ اُشنہ کو وہ آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ وہ فون پر اپنے شوہر سے مخاطب تھیں:

"اُشنہ آئی ہے۔ ہاں ہاں، اکیلی ہے۔ کیا اندر آنے دوں؟"

اُشنہ نے سر جھٹکا۔ آخر کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ بھابی نے چہرے پر تصنع سے لبریز مسکراہٹ سجائی اور اسے دیکھنے لگیں:

"اُشنہ۔ آؤ، آؤ۔" وہ اسے اندر آنے کا راستہ دے رہی تھیں:

"یہ چوکیدار بھی نہ جانے کہاں مر گیا۔ ڈیوٹی بھی ٹھیک سے ادا نہیں کرتا۔"

اُشنہ اندر داخل ہوئی۔ دھیمے قدموں سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئی۔

"بھائی جان کہاں ہیں؟" اس نے استفسار کیا۔

"اب کیا بتاؤں؟ تمہارے بھائی جان تو بہت مصروف رہتے ہیں۔ آج کل کام بھی

مندہ چل رہا ہے۔بس، اللہ بچائے رکھے۔"

اُشنہ نے یونہی نگاہ دوڑائی۔ڈرائنگ روم کی ہر شے سے امارت ٹپک رہی تھی۔ معمولی سے معمولی شے بھی قیمتی محسوس ہوتی تھی۔دبیز قالین میں اسے پاؤں دھنستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔صوفے پر بیٹھتے ہی وہ اندر دھنس گئی تھی۔ حالانکہ سب تو مندہ چل رہا تھا۔اس نے سنا، بھابھی پوچھ رہی تھیں:

"اب کیا کھانا پینا ہے؟"

کیا مہمان کی مہمان نوازی اس سے پوچھ کر کی جاتی ہے؟اُشنہ نے نفی میں سر ہلا دیا:

"پریشان مت ہوں۔میں اپنے گھر سے بھوکی نہیں آئی۔فلیٹ میں بھی کھانا ملتا ہے۔"

بھابی خاموش رہیں۔ایک لمحے اسے دیکھتی رہیں، پھر اندر بڑھ گئیں۔

اسے گھر آئے بس چار گھنٹے ہوئے تھے کہ ارمان کی کال آگئی۔اب تو شام ہونے والی

تھی۔ دن ڈھل رہا تھا۔

"نو می آئی ایم سو۔۔۔۔"

ارمان تو اپنا مدعا کھول کر بیٹھا ہوا تھا:

"وہ سدرہ ہے ناں۔ اس کی اچانک ہی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ وہ تو کیمرے کے سامنے ایک منٹ بھی نہیں بیٹھ پائے گی۔ فی میل اینکر کی ضرورت ہے۔ فوراً آ جاؤ۔"

"لیکن۔۔۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔" اس نے ماریہ کی بات کاٹ دی:

"دو گھنٹے میں نیشنل پارک کے ساتھ جو ہال ہے، وہاں پہنچو۔"

ماریہ نے سر جھٹک دیا۔ اس طرف صوفے پر بیٹھا علی تو اپنے آپ میں مصروف تھا۔ اس نے بیگ دیکھا۔ کپڑے بدلے۔ باہر نکل گئی۔ یونہی کچن سے گزرتے ہوئے اس کی نظر ٹیبل پر رکھے چاقو پر جا پڑی۔ اس نے فوراً اسے اٹھایا اور کوڑے دان میں

ڈال دیا۔ پھر پلٹ کر دیکھا۔ علی اسے بغور دیکھ رہا تھا:

"تم جا رہی ہو؟"

ماریہ رک گئی۔ کچھ ہچکچا گئی۔

"نہیں، کہیں نہیں۔۔۔۔" اس نے پرس رکھا ہی تھا کہ علی کا چہرہ تاریک ہو گیا:

"علی کی وجہ سے مت رکو ماریہ۔ علی تمہیں نہیں روکے گا۔ تم جاؤ۔ علی کچھ نہیں کرے گا۔ وعدہ، پکا وعدہ۔"

ماریہ کو اب یقین نہیں آتا تھا۔ وہ ایک 'پاگل' شخص پر بھروسہ نہیں کرتی۔ اس نے دیکھا کہ علی اپنے کاموں میں مشغول تھا۔ ہاں وہ ایک پاگل پر بھروسہ نہیں کرتی تھی پر علی پر۔۔۔ پورا اعتماد کرتی تھی۔

بھابی نے واقعی اسے کال کر دی تھی۔ ایک ایک لمحے کی نیوز اسے پہنچا رہی تھیں۔

تبھی تو وہ اس دن جلدی گھر واپس آ گیا تھا۔ اُشنہ ابھی تک ڈرائنگ روم میں بیٹھی

تھی۔ کار کے ہارن کی آواز آئی تو بھابی باہر گئیں۔ دونوں باہر ہی رکے رہے۔ کافی دیر تک میاں بیوی میں سرگوشیاں ہوتی رہیں۔ آخر قدیر اندر داخل ہوا۔ بھابی نے اس کا کوٹ تھاما ہوا تھا:

"اُشنہ۔" وہ اس کے سامنے آ بیٹھا:

"آج یہاں کا راستہ کیسے بھول پڑی ہو؟"

"میں جھگڑا کرنے نہیں آئی بھائی۔" اُشنہ نے دھیرے سے کہا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔" وہ مسکرایا اور اس کی بیوی اس کے لیے پانی لے آئی:

"ویسے کتنے دن یہاں رکنے کا ارادہ ہے؟"

اب اُشنہ نے اسے دیکھا:

"فکر مت کریں۔ میں آپ کا خرچہ پانی کم کرنے نہیں آئی۔ نہ ہی بڑھانے آئی ہوں۔ میں وہ مانگنے آئی ہوں جو میرا ہے۔"

"اچھا۔ کیا ہے تمہارا؟" اس نے اُشنہ کو گھورا۔ اُشنہ ایک لمحے بیٹھی رہی۔ پھر بولی:

"آپ میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں، بھائی۔ میں وکیل کی خدمات لے لوں گی۔"

"مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" قدیر نے اسے دیکھا:

"دیکھو، اُشنہ۔ ہم دونوں جانتے ہیں تمہارا یہاں کچھ نہیں بچا۔ یہ میری نوازش ہے کہ میں نے تمہیں اس گھر میں جگہ دی۔ میری نوازش ہے کہ تمہاری ماں کی آخری خواہش پوری کی۔ اس کے باوجود تم فلیٹ میں اس لیے رہتی ہو تاکہ سب کو دکھا سکو کہ تمہارا بھائی بے حد ظالم ہے۔ جو تمہارا حصہ بنتا ہے، وہ پہلے ہی ابا جی تمہاری پڑھائی پر لگا چکے۔ یہاں رہنا ہے تو میری مرضی سے رہو نہیں تو اپنا ٹھکانہ ڈھونڈ لو۔"

اُشنہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ قدیر اٹھا اور اندر بڑھ گیا۔ وہ اکیلی ڈرائنگ روم میں براجمان دیواروں پر لگی پینٹنگز کو تکنے لگی۔

وہ مین ہال تک پہنچی تو وہاں حالات ہی کچھ اور تھے۔ ارمان وہیں موجود تھا۔ رپورٹرز موجود تھے۔ ارمان نے اسے دور سے ہی دیکھ لیا۔ اسے اشارہ کیا:

"یہ سب۔۔۔۔"

"چالیس منٹ میں وہ یہاں ہوں گے۔ جس قدر سوال تیار کر سکتی ہو کرو۔ اور اپنا حلیہ بھی ٹھیک کرو۔"

"لیکن، کس کا انٹرویو لینا ہے؟"

وہ الجھی نظروں سے ارمان کو تکنے لگی۔

"یار، وہ مشہور ایکٹر ہے ناں، (اس نے ایکٹر کا نام لیا) وہ آرہا ہے۔ بڑا ایکٹر ہے۔ اس کا انٹرویو کریں گے تو فائدہ ہوگا۔ سدرہ چھٹی لے کر چلی گئی ہے۔ میں کسی قسم کا رِسک نہیں لے سکتا۔ اپنے چینل کی ریٹنگ بڑھانے کا ایک موقع ملا ہے تو میں اسے ضرور کام میں لاؤں گا۔ چلو بوائز، تیار ہو جاؤ۔"

اس نے پاس کھڑے رپورٹر سے نوٹ بک تھامی۔ ادھر ارمان کہہ رہا تھا:

"ہمیں حاضرین کی توجہ بانٹنی ہے۔ تم بیسٹ اینکر ہو۔ تمہاری عمر چونکہ کم ہے اور خوبصورت بھی ہو، اس لیے وہ سب سے زیادہ توجہ تم پر ہی دے گا۔ سب سے منفرد سوال کرنا۔ اور اپنی جگہ بنائے رکھنا۔ اوکے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوکے۔"

اسے پتا تھا یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ ایک بار پھر وہ خالی ہاتھ گھر سے نکل گئی۔ اپنی سوچوں میں رواں دواں پیدل ہی فلیٹ کی طرف بڑھنے لگی جو سوسائٹی سے قریباً چھے کلو میٹر دور تھا۔ قدیر اتنے عرصے سے اسے ذلیل کر رہا تھا۔ دونوں میاں بیوی اس کا حصہ جائیداد سے کاٹ ڈالنے کی فراق میں تھے۔

وہ روڈ پر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ اندھیرا چھانے لگا تھا۔ اس نے یونہی نظریں اٹھا کر روڈ کی طرف دیکھا ہی تھا کہ اسے لگا جیسے کوئی اسے پکار رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نظر انداز۔۔۔اب کی بار تو کوئی بہت قریب سے بولا تھا۔اُشنہ نے چہرا موڑا۔اپنے ساتھ کھڑے شخص کو دیکھا۔بس دیکھتی رہ گئی:

"تم۔تم ارحم۔" وہ ایک لمحے میں پہچان گئی تھی۔یہ حلیہ اسے قدرے شناسا سا لگتا تھا تبھی نگاہوں میں ثبت ہو گیا تھا۔

"تم یہاں؟"

"ہاں میں بس۔۔۔۔"

"تم میرا پیچھا کر رہے ہو؟"

وہ نوجوان ایک لمحے کے لیے ٹھٹھکا۔

"دیکھو، مجھے غلط مت سمجھو۔میرا دوست سامنے والے مارٹ کا مالک ہے۔میں اس سے ملنے آیا تھا۔میں تمہارے پیچھے نہیں بھاگ رہا، سمجھیں؟"

"میں کیسے مان لوں تم سچ بول رہے ہو؟"

ارحم ہنس دیا۔بولا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"نہ مانو۔ویسے تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ہو سکتا ہے تم میرا پیچھا کر رہی۔۔۔۔"

"کیا؟"اُشنہ چونک اٹھی۔

"ہاں نا۔سارے پاپی لڑکے تو نہیں ہوتے ناں۔تم مجھے وہیں نظر آتی ہو جہاں میں ہوتا ہوں۔کیا پتا تم میرا پیچھا کر۔۔۔"

"اے مسٹر۔۔۔۔"

"مائی نیم از ارحم۔"وہ بات کاٹ کر بولا۔

"جانتی ہوں میں۔اور تم جیسوں سے نپٹنا بھی مجھے اچھی طرح آتا ہے۔"

"مجھ جیسے؟"

اس نے خشک نظروں سے اُشنہ کو دیکھا۔اُشنہ ایک دم کچھ کہہ نہیں سکی۔اس کے چشمے کے پیچھے گھورتی آنکھوں کو دیکھتی رہی۔وہ اسے عمر میں بڑا تھا۔کسی بھی لفظ کی تعریف پر پورا اترتا تھا لیکن آوارہ منش نہیں۔وہ فٹ پاتھ پر کھڑی تھی۔ٹیکسی خو بخود اسے مسافر جان کر قریب آکھڑی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"چلیں گی، میڈم۔"

"ہاں۔"

وہ فٹ پاتھ پہ سے اتری اور ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ یونہی اس نے شیشے کے دوسری طرف دیکھا۔ وہ وہاں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ہاتھ لہرانے لگا۔ اُشنہ صبر کا گھونٹ بھر کر رہ گئی۔ اسے گھورتے ہوئے چہرہ موڑ لیا۔ پھر دوبارہ پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کیوں لگتا ہے جیسے میں نے اسے کہیں دیکھا ہے۔" وہ کسی الجھن کا شکار تھی۔

انٹرویو قریباً دو گھنٹے پر محیط تھا۔ پھر ویڈیو کو کلین کرنا، کراپ کرنا، اسی میں ہی رات ہو گئی۔ ارمان پر جیسے جوش سوار تھا۔ اس نے ماریہ کو بھی جانے نہ دیا۔ اسے یقین تھا یہ انٹرویو اس کی ریٹنگ کو اوپر لے جائے گا۔ اس کے ورکر کام میں محو تھے۔ لائیو شو نے پہلے ہی دھوم مچا دی تھی۔ وہ مسلسل کھڑا مخالف چینل پر نشر ہونے والے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انٹرویو کی تنقید میں مصروف تھا۔

ماریہ نے رخ بدلا۔ فون نکال کر گھر والے فون پر کال کی۔ کوئی ریسیو ہی نہیں کر رہا تھا۔ شاید علی سو گیا تھا۔ لیکن کیا اگر وہ واقعی سو گیا ہو تو۔۔۔۔

ایک لمحے میں وہ بھیانک خیال اس کا ذہن زخمی کر گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔

ارمان باقیوں کے ساتھ مشغول تھا۔ وہ تیز قدموں سے اس کی طرف لپکی۔ اس کے چہرے پر چھائی گھبراہٹ کو وہ ایک ہی نظر میں بھانپ گیا۔ علی حیدر کی حالت کس قدر نازک تھی، یہ تو وہ بھی جانتا تھا۔ اس نے سر ہلا دیا۔ ماریہ نے اپنا بیگ اٹھایا۔

www.novelsclubb.com

"رکو۔"

وہ پیچھے سے بولا اور کار کی چابی نکالی:

"آؤ۔ میں تمہیں گھر چھوڑ دوں۔"

وہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لی۔

نانی جان کی طبیعت اکثر خراب رہتی تھی۔ وقت بے وقت الٹیاں، بے آرام نیند، دن بھر سر درد۔اور تو اور، اس پردیس میں وہ محض ایک ملازمہ اور اپنے بیٹے کے کاروبار کے بھروسے بیٹھی تھیں۔

صادق صاحب کی بھی جانے کیسی شامت آئی۔ایک بیوی کے ہوتے ہوئے بھی دوسری شادی کر بیٹھے۔بس پھر وہی فساد، وہی ہنگامے۔دوسری بیوی تو بیٹی کو جنم دیتے ہی گزر گئی۔بچ گئی ننھی جان اور سوتیلی ماں۔جیسے تیسے تین سال گزرے۔ پھر خدا کو شاید ننھی جان پر رحم آگیا جو اس عورت کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔صادق صاحب کو تو صدمہ لے بیٹھا۔دو چھوٹے بچوں کی پرورش اب ان کے ذمے تھے۔ آخر دوسری بیوی کی ماں آکر رہنے لگیں۔

بچے جوان ہو گئے۔قدیر ذرا اکھڑ مزاج تھا۔اُشنہ کالج میں پڑھتی تھی۔ گزشتہ سال ایک اور آفت آن پڑی۔کار ایکسیڈنٹ میں صادق صاحب بھی اللہ کو پیارے

ہو گئے۔نانی ماں پردیس میں اکیلی رہ گئیں۔قدیر کو خبر ملی۔بدقسمت نوجوان باپ کی تعزیت کو بھی نہ گیا۔پردیس کے کاروبار کو چھوڑ،اپنے ملک میں صادق صاحب کے ویل-آف کاروبار پر سانپ بن کر آ بیٹھا۔

اُشنہ اچھی پھنسی۔نہ تو اس قدر پیسے تھے کہ ویزہ کروا کر بوڑھی نانی کے پاس جا پہنچتی۔نہ باپ کا سہارا۔بچا سوتیلا بھائی جو اس خطرے سے اسے حصہ دینے سے انکاری تھا کہ باپ کی یہ بیٹی پردیس میں جا کر کاروبار کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں نہ لے لے۔بھائی بھابھی مل کر بے چاری یتیم کی جڑیں کاٹنے میں سر گرداں تھے۔ جڑیں بھی کمزور ہو چلی تھیں۔لیکن ابھی تک شجر قد آور،تن آور کھڑا تھا۔

شام کے سات بج رہے تھے۔اندھیرا ہر شے لپیٹ میں لے لینے کو تھا۔ارمان نے دھیمی رفتار سے کار چلائی۔ماڈل ٹاؤن میں داخل ہوتے ہی ماریہ نے کھڑکی سے سر نکالا۔کار گھروں کے آگے سے گزرتی ہوئی بنگلے کے آگے آ رکی۔ماریہ نے ایک بار

www.novelsclubb.com

پھر باہر جھانکا۔اور دھک سے رہ گئی۔کار کے رکنے کا انتظار بھی نہ کیا۔تیزی سے دروازہ ٹھاہ کھول کر نیچے اتری اور گیٹ کھول کر اندر بڑھتی چلی گئی۔

پورچ میں سیڑھیوں پر وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔ہارن کی آواز پر چونکا۔ماریہ دوڑی چلی آئی۔پورچ میں داخل ہوئی اور پھولی سانسوں کے ساتھ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی:

"علی۔"

علی نے سر اٹھایا۔ماریہ نے اسے بازوؤں سے تھاما۔

"ماریہ۔"

"تم یہاں کیوں کھڑے ہو،ہاں؟"

"تم۔۔تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے دلیل دی۔

"انتظار۔۔۔۔۔لیکن باہر کیوں کھڑے ہو؟"وہ بے حد فکر مند تھی۔

"وہ۔۔۔اندر۔۔۔اندر ڈر لگ رہا تھا۔"

اس نے ایک بار پھر سر جھکا لیا۔ماریہ کچھ نہ کہہ سکی۔ارمان ماریہ کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔اسے دیکھ کر مسکرایا:

"کیسا ہے، یار؟"

علی نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔ماریہ نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما:

"علی۔انھیں نہیں پہچانا؟ارمان۔یہ ارمان ہیں۔علی کے دوست۔یاد ہے؟"

علی کچھ نہ بولا۔ارمان کو دیکھتا رہا۔ایک قدم پیچھے ہٹا۔ارمان کے مسکراتے چہرے کے باوجود اس سے ڈر گیا۔ماریہ کے پیچھے ہو گیا۔اس کے بالوں میں سر دے لیا:

"اندر چلتے ہیں،ماریہ۔"

اس نے دھیرے سے سرگوشی کی۔سن تو وہ ارمان نے بھی لی۔ماریہ نے بے بسی سے ارمان کو دیکھا۔اس نے علی کو دیکھا۔ماریہ کا کندھا تھپتھپایا:

"میں چلتا ہوں۔"

ماریہ نے سر جھکایا۔ارمان نے گہرا سانس لیا اور واپس پلٹ گیا۔

www.novelsclubb.com

'مجھے وہ اچھا نہیں لگتا ماریہ۔مجھے صرف تم اچھی لگتی ہو۔" وہ ہولے ہولے کہہ رہا تھا۔ماریہ چپکی رہ گئی۔اس کا ہاتھ تھاما اور اسے اندر لے آئی۔

"مجھے کسی سے نہیں ملنا۔ارمان، ارباز یا۔۔۔یا کوئی اور۔۔۔کسی سے، کسی سے نہیں ملنا۔مجھے۔۔۔مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔صرف تم اچھی ہو تم۔۔۔"

وہ مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔ماریہ نے نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اس کی پیشانی پر لب رکھے۔کچھ لمحے یونہی بیٹھی رہی، پھر پیچھے ہٹی تو علی پر سکون ہو گیا تھا۔

یہ ماریہ کے لیے نیا نہیں تھا۔وہ ایسا ہی ہو گیا تھا۔دوستوں سے اسے نفرت تھی۔ سب سے نفرت تھی بس ایک ماریہ۔۔۔ایک ماریہ اس کی جان تھی۔

صبح کے قریب پڑوسیوں کے گھر سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ماریہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔اسے لگا جیسے وہ چیخیں اس کے بغل والے کمرے سے آ رہی ہوں۔وہ دوڑتی ہوئی علی کے کمرے کی طرف بڑھی۔وہاں وہ کھڑکی کے قریب کانوں میں

انگلیاں ٹھونسے، آنکھیں سختی سے بند کیے دو زانو فرش پر بیٹھا تھا۔ماریہ سمجھ نہ سکی۔ وہ سلیپر پہنے بھاگتی ہوئی باہر آئی اور لان میں کھڑے ہو کر اس طرف جھانکنے لگی۔ آوازیں وہاں سے آرہی تھیں۔پڑوسیوں کی چھے سالہ لڑکی زار و قطار آنسو بہارہی تھی۔اس کی فلک شگاف چیخیں کسی طور کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔بچی کی والدہ اسے گود میں اٹھائے اندر لے جانے کی فراق میں تھیں۔بچی کے والد گم سم جائے وقوعہ پر کھڑے تھے۔آس پاس کے لوگوں نے حلقہ بنا رکھا تھا۔

"کیا ہوا؟ کیا ہو رہا ہے؟"

لوگ ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے۔مین گیٹ سے جھانک کر اندر دیکھ رہے تھے۔کچھ امداد رسی کرنے اندر بھی جا چکے تھے۔ سمیع بھی ان لوگوں میں کھڑا تھا۔ماریہ لان سے نکلی اور فینس پار کرتے ہوئے اس طرف بڑھی۔

"یہاں کیا ہوا ہے؟"وہ سمیع سے مخاطب تھی۔ سمیع نے اسے سہمی نظروں سے

دیکھا۔ پھر بولا:

"کیا تم یہ دیکھ پاؤ گی؟"

اور وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ ماریہ نے اندر جھانکا۔ خوف کی ایک سرد لہر اس کے بدن میں دوڑ گئی۔ سب جانتے تھے کہ امداد صاحب پولیس میں تھے۔ گھر میں ہن برستا تھا۔ اہم فائلیں بھی لاکر بھی موجود رہتی تھیں۔ اسی واسطے دو شیر جوان کتے ان کے گھر کے باہر ہر دم چوکیداری کرتے رہتے تھے۔ وہی دو قوی الجثّہ پالتو کتے، لہولہان، امداد صاحب کی دہلیز پر دم توڑ چکے تھے۔ ماریہ کو جھرجھری آگئی۔ ادھر لوگ امداد صاحب سے مخاطب تھے:

"کیا چور آیا تھا۔ کچھ چرا کر تو نہیں لے کر گیا؟"

"نہیں بھائی۔ حیرت بھی اسی بات پر ہے۔ نہ تو کوئی سامان غائب ہے اور نہ کوئی زیور۔ ننھی بیٹی صبح جلدی جاگ گئی۔ کھیلنے کے بہانے باہر آئی تو بس یہ دیکھ لیا۔ ابھی تک رو رہی ہے۔ جانے کون سنگ دل یہ حال کر گیا میرے شیروں کا۔"

www.novelsclubb.com

ماریہ نے ایک ایک متاسف نگاہ نظران معصوم بے جان کتوں کی لاشوں پر ڈالی۔ پھر اسے اپنے گھر کا خیال آیا۔ لان پار کرتے ہوئے وہ علی کے کمرے کی طرف بڑھی تو وہ ابھی تک جوں کا توں بیٹھا تھا۔

"علی۔ علی، اب اٹھ جاؤ۔"

اس نے علی کے ہاتھ نیچے گرا دیے۔

"کون۔۔۔ کون رو۔۔۔ کون رو رہا تھا؟" وہ سہمی آواز میں پوچھ رہا تھا۔

"کوئی بھی نہیں۔" اس نے علی کے بال سہلائے:

"چلو، نیچے چلتے ہیں۔ بھوک لگی ہو گی ناں؟"

علی نے اثبات میں سر ہلایا۔ ماریہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے نیچے لے آئی۔ لیکن دروازہ بند کرتے ہوئے دائیں طرف رکھے کوڑے دان میں پڑا خون آلود چاقو نہیں دیکھ سکی۔ ناشتہ بنایا۔ علی کو ضروری ہدایات دیں اور خود نیچے آ گئی۔ امداد صاحب کے گھر کے باہر رش جوں کا توں موجود تھا۔

www.novelsclubb.com

سورج کی پیلی پیلی روشنی چہار سو چھائی ہوئی تھی۔ مگر اسے لگا جیسے اندھیرا اب بھی جوں کا توں قائم تھا۔ وہ اندھیرا جو اسے روز دکھائی دیتا تھا۔ قدیر کے ہاتھوں وہ بے بس ہو چکی تھی۔ ظالم نہ اسے آر لگا رہا تھا نہ پار۔ ڈیون فورڈ سکول میں جونیئر کلاسز کے اضافی پہلے پیریڈز لینا اس کی ذمہ داری تھی۔ وہ فٹ پاتھ پر کھڑی کسی ٹیکسی کے انتظار میں تھی جب ٹیکسی کو کھوجتی اس کی متلاشی نگاہیں سامنے ریسٹورانٹ پر جا ٹکیں۔

دونوں کی نظریں دوچار ہوئیں۔ اُشنہ نے فوراً ہی نظریں ہٹا لیں۔ تیز تیز قدموں سے فٹ پاتھ پر چلتی چلی گئی۔ ادھر وہ اسے دیکھ چکا تھا۔ اس کا نام پکارتے ہوئے اس کی طرف دوڑا آیا۔

"اُشنہ۔"

"اُشنہ۔ رکو تو۔۔۔۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اُشنہ ایک جھٹکے سے رکی۔ وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر گہرے سانس لینے لگا۔

"اچھا بھگایا مجھے تم نے۔ بندہ کسی کی بات بھی سن لیتا ہے۔"

اُشنہ کو غصہ آیا۔اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے وہ کہنے لگی:

"تم پھر میرا پیچھا کر رہے ہو؟"

"دیکھو۔میں نے پہلے بھی کہا ہے، میں کسی کے پیچھے نہیں بھاگ رہا۔اتفاق بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"اتفاق سے ایک بار دیکھ لیا ناں، کافی ہے۔اب چلتے بنو۔"

دراصل وہ خود چلتی بنی۔ارحم پھر بھی اس کے پیچھے چلتا رہا:

"ویسے ایک بات تو بتاؤ۔یہ روڈنیس (بے اعتنائی) میرے لیے ہے یا تم واقعی منہ میں مرچیں رکھ کر پیدا ہوئی تھیں۔"

اُشنہ ایک دم رکی۔ارحم کو مجبوراً رکنا پڑا۔اس نے شرارتی قہقہے کو بمشکل باہر آنے سے روکا اور منہ پر انگلی رکھی۔

"سوری۔ یہ نہیں کہنا چاہیے تھا۔"

"تمہیں کسی نے عورتوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں سکھائی۔"

"ابھی تو سوری کہا۔ چلو بھی، اب غصہ تھوک دو۔"

اُشنہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم پاگل واگل تو نہیں ہو؟"

"نہیں تو۔ میں ارحم ہوں۔ اسجد کا دوست ہوں۔ تمہیں بتایا تو تھا۔"

ٹیکسی اس کے پاس آرکی تھی۔ اُشنہ اسے کہتے ہوئے ٹیکسی میں بیٹھ گئی:

"اسجد کے دوست ہو تو اسجد کے دوست ہی بن کر رہو۔ کسی اور کا دوست بننے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ارحم مسکرا دیا۔ ٹیکسی ذرا سا آگے بڑھی۔ اُشنہ نے یونہی کار کے شیشے سے باہر جھانکا۔ وہاں ارحم اسے دیکھتے ہی چہرے پر مسکراہٹ سجا کر ہاتھ ہلانے لگا تھا۔ وہی منظر۔۔۔ اُشنہ نے سر جھٹکا۔ لیکن اس بار اس چہرے پر خفگی کا ہلکا سا بھی تاثر نہ تھا۔

اس نے قابو رکھنا چاہا اور چہرہ موڑ لیا۔

وہ شام ڈھلے گھر واپس آئی۔امداد صاحب کی کوٹھی کے باہر رش ختم ہو چکا تھا۔اس نے اچٹتی سی نظر لان پر ڈالی۔شاید مالی نے گڑھا کھود کر خون آلود کتوں کو دبا دیا تھا۔خون کے نشانات بھی پکی روش سے صاف کر دیے گئے تھے۔وہ پرس تھام کر اپنے گھر کی طرف پلٹی۔ تبھی کسی نے اسے پکارا:

"ماریہ۔"

"ماریہ، یہاں۔"

www.novelsclubb.com

اس نے پلٹ کر دیکھا۔وہ ابھی ابھی کار سے اترا تھا۔اسے گھر کی طرف بڑھتے دیکھ کر اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا تھا۔

"سمیع۔"اس نے بغور سمیع کو دیکھا:

"کیا ہوا؟"

"ویسے ہی، تمہیں دیکھا تو سوچا حال چال ہی پوچھ لوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا:

"آخر پڑوسی ہوں تمہارا۔ تم نے تو کبھی میری خیریت دریافت کی نہیں۔"

وہ انیس بیس سالہ یونیورسٹی اسٹوڈنٹ تھا۔ ماریہ سے ایک ڈیڑھ سال بڑا تھا۔ شوخ مزاج اور خوش اخلاق۔ ماریہ نے سر جھکایا۔ ہکلانے جو لگی تھی:

"وہ۔۔۔ میں ارمان کے ساتھ ہوتی ہوں۔ گھر آتی ہوں تو علی کو۔۔۔۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" اس نے رسان سے کہا:

"اب کیسے ہیں وہ؟"

"بہتر ہیں۔"

اس نے اپنے تئیں جواب دیا۔ سمیع نے سر ہلایا۔ وہ بات ختم جان کر واپس پلٹی۔ ایک لمحے میں سمیع نے اسے روکا۔ ماریہ ششدر رہ گئی۔ اس کی گرفت میں بندھی اپنی کلائی کو بغور دیکھا۔ تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔ اس نے فوراً ماریہ کے

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خطرناک تاثرات کو پرکھا اور جس قدر تیزی سے وہ کلائی تھامی تھی، اسی تیزی سے چھوڑ دی۔

"میں جاننا چاہتا تھا اگر۔۔۔۔ اگر تم کل فارغ ہو تو۔ مجھے دراصل یونیورسٹی سے چھٹیاں مل گئی ہیں۔ سارے دوست مزے کرنے آؤٹ آف سٹی گئے ہیں اس لیے میں نے سوچا اگر تم اور میں، میرا مطلب ہم دونوں ساتھ میں ڈنر۔۔۔"

اس نے وہ سب تو سنا ہی نہیں۔ بس ٹکر ٹکر اس کے چہرے کو دیکھتی رہی۔

"آئی ایم سوری۔"

اس نے فوراً فیصلہ کیا اور اس کی پوری بات سنے بغیر ہاتھ چھڑایا۔ دھیمے قدموں سے گھر کی طرف بڑھی۔ اس نے ان جھکی نظروں سے نہیں دیکھا کہ کل کی طرح آج بھی علی حیدر لان میں کھلنے والی سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ دیکھ رہا تھا کہ کیسے ماریہ، اس کی ماریہ کسی اور کے پاس، کسی اور کا ہاتھ تھامے، باتیں میں مشغول تھی۔ اسے یکسر بھول گئی تھی۔ اس کی ماریہ کو کسی نے ہاتھ لگایا، ہاتھ کیسے لگایا؟

اس کی ماریہ، علی حیدر کی ماریہ، کسی نے اسے چھوا بھی کیسے؟

اس کی آنکھوں میں خون اترا آیا تھا۔

'چلو شروعات کریں'

وہ ڈیون فورڈ سکول میں ہی تھی۔ سوفومور ایئر کی کلاس لے رہی تھی جب منال کا فون آیا۔ وہ کلاس لے کر باہر آئی تو منال کی کال ریسیو کی۔ اس کی آواز میں مسرت کی جھلک تھی۔ یقیناً اس وقت اس کی باچھیں کھلی ہوئی تھیں:

"کیا بات ہے؟ اتنی خوش کیوں ہو؟"

"گیس وٹ؟" منال چہکی۔

"وٹ؟"

"اسجد بھائی نے سی۔ایس۔ایس کا امتحان دیا تھا ناں۔"

"ہاں، دیا تو تھا۔ تو کیا ہوا؟"

"ہونا کیا ہے پاگل۔ پاس ہو گئے ہیں۔"

"اوہ۔ یہ تو اچھا ہو گیا ہے۔" اس نے گہرا سانس لیا:

"ویسے مجھے تمہارے اسجد بھائی سے امید نہیں تھی۔ ذہین تو وہ تھے لیکن اتنا ذہین !!!!!!!!"

"امید تو کسی کو بھی نہیں تھی۔ لیکن اسجد بھائی نے ہم سب کو یہی کہا تھا کہ سرپرائز اچھا ہی ہو گا۔ اور دیکھو ذرا، ان کی تعیناتی بھی تو یہیں ہو گئی ہے۔ بڑے خوش ہیں وہ۔ اور پتا ہے، اُشنہ۔ میں نے۔۔۔"

"آہستہ۔ آہستہ۔ ذرا سانس تو لو۔" اُشنہ نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اور اب فون رکھو۔ مجھے اپنے بھائی کو مبارکباد تو دینے دو۔"

اسے واقعی بے حد خوشی تھی۔ آخر بات جو بڑی تھی۔ لیکن وہ کچھ متعجب بھی تھی۔ ایسے کیسے کوئی بھی اٹھ کر سی ایس ایس پاس کر لیتا ہے۔ وہ سوچنے پر مجبور ہو

www.novelsclubb.com

گئی۔ لیکن پھر یہ خیال بھی ذہن میں آیا کہ وہ منال کا خاندان ہے۔ وہ بڑے لوگ ہیں جن کی رسائی جانے کہاں کہاں تک ہے۔ وہ اشنہ سے کئی درجہ برتر لوگ ہیں۔ ان کے لیے یہ عہدے حاصل کرنا کیا مشکل ہے؟

"جبکہ میرے لیے اپنا حق وصول کرنا ہی ناممکن ہے۔"

وہ بڑبڑائی اور سر جھٹک کر رہ گئی۔

اس نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ لگایا اور پرس ایک طرف رکھا۔ خلاف معمول اسے علی کہیں نظر نہیں آیا۔ وگرنہ یا تو وہ صدر دروازے کے قریب بیٹھا ہوتا تھا یا دائیں طرف صوفے پر لیٹا ہوتا۔ اس کو دیکھ کر یکلخت حاضر ہوتا اور خوشی سے چہکتا۔ ماریہ کا ذہن بھی غائب تھا۔ اس نے علی کو یکسر بھلاتے ہوئے فریج سے پانی کی بوتل نکالی اور اسے منہ سے لگالیا۔ اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر کچھ دیر کھڑی رہی۔ پھر کھڑکی سے پردہ ہٹاتے ہوئے ذرا کی ذرا باہر جھانکا۔ سمیع وہاں نہیں تھا۔ شاید اندر

چلا گیا تھا۔ تبھی اسے علی کا خیال آیا۔اس نے چونک کر اوپر چڑھتی سیڑھیوں کو دیکھا اور آواز دی:

"علی۔"

"علی، کہاں ہو؟"

وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آئی۔ تبھی اسے ہلکی سسکیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ گھبرا کر آگے بڑھی۔وہاں الماری کے پیچھے کوئی گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا تھا۔وہ ایک دم فرش پر جا بیٹھی اور اس کے بازو تھام لیے:

"علی۔"

علی نے سر اٹھایا۔اس کی آنکھیں لال ہو چکی تھیں۔چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

منال اسے خود لینے آئی تھی۔اسجد کی خوشی دیدنی تھی۔اس کے دوست احباب، سٹاف آفیسر اس پارٹی میں مدعو تھے۔اُشنہ نے بڑی مشکل سے اسے ڈھونڈا۔

"اب آپ بڑے لوگوں میں سے ہو گئے ہیں تو مجھے بھول گئے ہیں، بھائی؟"

اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔اسجد نے قہقہہ لگایا اور دور کھڑی منال کی طرف اشارہ کیا:

"کبھی کبھی مجھے شک ہوتا ہے کہ کہیں تم دونوں بہنیں تو نہیں۔قسم سے اُشنہ، تمہاری دوست ابھی مجھے یہی طعنہ مار کر گئی ہے۔"

"اس کا مطلب آپ میں گڑبڑ ضرور ہے، کیوں ہے ناں؟"

"ارے ارے، ذرا سنبھل کر اُشنہ میڈم۔اب یہ گستاخی نہیں چلے گی۔"

اس نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔اس کے دوست اس کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔اُشنہ ایک طرف ہو گئی۔اس کی متلاشی نگاہیں پورے ہال میں گھوم رہی تھیں۔لیکن وہ شناسا چہرہ کہیں نہ تھا۔اس نے علیحدہ بیٹھنے کو ترجیح دی۔سوچا کہ شاید یوں کوئی انجانا اسے پہچان لے۔کئی بار چہرہ موڑ موڑ کر شش جہت کا جائزہ لیا۔

وہ وہاں نہیں تھا۔کہیں بھی نہیں تھا۔

"اسجد بھائی کے سارے دوست آئے ہیں؟"

اُشنہ نے یونہی معلومات نکالنی چاہی۔ منال نے بے خیالی میں سر ہلایا۔ اسے شرارتی نظروں سے دیکھا اور کہنے لگی:

"کیوں بھئی، کس کی تلاش میں ہو؟"

اُشنہ نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔ متلاشی تو وہ تھی۔ لیکن اس قدر ہمت نہ تھی کہ سوال کر پاتی۔

"نہیں آیا تو نہ سہی۔ میں کیوں پریشان ہو رہی ہوں۔"

اس نے سر جھٹک دیا تھا لیکن چشمِ دل میں وہ شناسا سا چہرہ گھوم گیا۔

علی نے ایک نظر ماریہ کو دیکھا اور دوبارہ سر جھکا لیا:

"علی۔ رو کیوں رہے ہو، علی؟"

ماریہ نے اس کے بازوؤں کا حصار کھول کر اس کا سر اٹھانا چاہا۔

"علی، کیا ہوا ہے؟"اس نے بارہا پوچھا۔ علی نے چہرہ پونچھا۔اس سے پہلے کہ چہرہ دوبارہ جھکاتا،ماریہ اس کے قریب ہو گئی۔ وہ مزید پیچھے ہو لیا اور دیوار سے لگ گیا:

"چلی جاؤ۔ مجھے بات نہیں کرنی۔ تم سے بات نہیں کرنی۔"

"پر۔۔۔پر کیوں، علی؟ کیا ہوا ہے، ہاں؟ کیا بات ہے؟"اس نے علی کے ہاتھ تھامے۔

"علی۔۔۔ علی پاگل ہے۔ علی۔۔۔ علی قاتل ہے۔ تم بھی علی کو پاگل کہتی ہو۔ تم۔۔۔ تم بھی اسے قاتل کہتی ہو۔ تم۔۔۔ تم علی سے پیار نہیں کرتی ناں۔ تم علی سے پیار کرتی نہیں۔"

"علی۔ میں پیار کرتی ہوں۔ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔"

نہیں۔ نہیں۔۔۔۔"اس نے زور سے سر ہلایا اور روتے ہوئے ہچکی لی:

"تم سمیع سے پیار کرتی ہو۔ تم علی سے بات نہیں کرتیں۔ تم سمیع سے بات کرتی ہو۔ تم علی کے ساتھ نہیں رہتیں۔ تم علی کے ساتھ نہیں سوتیں۔ علی پاگل ہے

www.novelsclubb.com

ناں۔ علی قاتل ہے ناں۔ اس لیے۔۔۔۔ اس لیے تم علی سے پیار نہیں کرتیں۔۔۔۔۔"

وہ مسلسل روتا چلا گیا۔ ماریہ حق دق بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔ اس نے علی کے ہاتھ تھامنا چاہے لیکن اس نے اونچی سسکی لی اور اٹھ کر کمرے میں بھاگ گیا۔

"علی۔"

وہ چیخی اور اسے روکنا چاہا لیکن وہ سننے کے موڈ میں نہ تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ بند کیا۔ ماریہ دروازہ کھٹکھٹاتی رہ گئی۔

"علی۔ علی دروازہ کھولو علی۔ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں، علی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے:

"کچھ مت کرنا علی۔ میں یہیں ہوں۔ علی، دروازہ کھول دو۔"

وہ دروازے کے پاس ہی فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ دروازہ مسلسل کھٹکھٹاتی رہی۔

"علی، دروازہ کھول دو۔ علی میں تمہاری ہوں، بس تمہاری ہوں علی۔"

وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ہاں علی اس کی یونہی پرواہ کرتا تھا۔پر یوں دل برداشتہ تو

نہیں ہوتا تھا۔

منال نے اسے بہیتر الفٹ کی آفر دی، لیکن وہ لڑکی بھی اپنی مثال آپ تھی۔اس

تاریک رات میں پیدل فلیٹ تک جانے کے لیے تیار تھی، لیکن اپنی عزیز ترین

سہیلی کا بھی سہارا نہ لینا تھا۔وہ پرس کندھے پر ڈالے ٹیکسی کے انتظار میں روڈ

کنارے آ کھڑی ہوئی۔اس نے یونہی کوٹ کی جیبوں سے ہاتھ نکال کر سینے کے

آگے باندھ لیے اور راڈ لمیپ کے سامنے اڑتی دھند کو دیکھا۔

"آج رات کافی ٹھنڈ ہے ناں۔"

"ہاں۔"

اس نے بے ساختہ ہی جملے کا اقرار کیا تھا۔پھر جیسے چونک کر اٹھی۔چہرہ موڑ کر اپنے

ساتھ کھڑے شخص کو دیکھا۔کچھ دیر کی خاموشی چھائی رہی۔شاید وہ حواس بحال

کرنے میں مصروف تھی۔ پھر سکوت اسی کی آواز نے توڑا:

"تو تم یہاں بھی پیچھا کرنے سے باز نہیں آئے۔"

ارحم ہولے سے مسکرایا۔اس نے سر اٹھایا اور سامنے اشارہ کر کے کچھ کہنے ہی والا

تھا کہ اُشنہ بولی:

"ہاں۔ سمجھ گئی۔ جانتی ہوں کہ اب تم کہو گے کہ وہ مارٹ تمہارے دوست کا ہے

اور تم میرا پیچھا نہیں کر رہے بلکہ اپنے دوست سے ملنے کے بہانے یہاں آ پہنچے تھے

کہ اتفاقاً مجھ سے ٹکراؤ ہو گیا، کیوں ٹھیک ہے ناں؟"

ارحم دوبارہ مسکرایا۔اس نے بھی چہرہ موڑ کر اسے دیکھا:

"تم کوئی ٹیچر ہو کیا؟"

"تمہیں کیسے پتا؟" وہ ایک دم چونکی۔

"ویسے ہی جان لیا۔ تم اس قدر۔۔۔ بڑھا چڑھا کر جو بات کرتی ہو، اس

لیے۔۔۔"

"مائنڈ یوئر لینگویج۔"اسے یوں اچانک ہی غصہ آتا تھا۔

"اور میرے پروفیشن پر انگلی اٹھانے سے پہلے ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم کیا کرتے ہو۔"

"میں تو۔۔۔۔"

"ہاں۔لگتا ہی ہے کہ تم کوئی آوارہ منش ہو۔"

وہ سن کر اس نے فوراً اُشنہ کو دیکھا۔اُشنہ ایک چونک سی گئی۔وہ گورا گورا سا چہرہ، کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ،آنکھوں پر چشمہ—وہ آوارہ گرد تو کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا:

"تم مجھے فلسفی بلا سکتی ہو۔یا بھیدی یا غم خوار۔۔۔۔"

"بس کرو۔ابھی تو مجھے تمہارا نام بھی یاد نہیں ہوا۔"

"وٹ؟"وہ ہنسا:

"میرے نام میں کیا مشکل ہے۔جسٹ ارحم۔نہ آگے کچھ نہ پیچھے۔اور ویسے بھی۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"کیا تمہیں اپنے دوست سے نہیں ملنا؟"اُشنہ تنگ آگئی تھی:

"مارٹ تک آئے تھے تو جاؤناں۔"

ارحم ایک دم ٹھٹھکا۔خاموشی کا ایک اور لمبا وقفہ۔ٹیکسی بھی تو آنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔آخر وہ تھک ہار کر ایک طرف بڑھی تو آواز آئی:

"اگر میں پیچھا کروں گا تو کیا کرو گی؟"

وہ ایک دم پلٹی:"کیا؟"

اس نے دیکھا وہ قریب آگیا تھا۔ہونٹ کاٹتے ہوئے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا:

"ایک سچ بتاؤں؟؟؟؟"

"بکو۔"وہ سننے کے لیے تیار تھی۔

"تم نے ٹھیک کہا۔"وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول رہا تھا:

"ہمارا ملنا اتفاق نہیں ہے۔میں۔۔۔تمہارا پیچھا ہی کر رہا تھا۔"

اُشنہ ہکا بکا اسے دیکھتی رہ گئی۔اس نے دیکھا وہ اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔جس آہستگی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے اس نے اُشنہ کا ہاتھ تھاما تھا، اس تیزی سے چھوڑ بھی دیا تھا:

"جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو فون ضرور کرنا۔"

وہ اتنا کہہ کر واپس پلٹا۔ اُشنہ حق دق کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اس نے مٹھی کھولی۔ وہاں کاغذ کی چٹ پر کسی کا فون نمبر درج تھا۔ نیچے جو لکھا تھا اسے پڑھ کر اُشنہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کا دل چاہا اسے پھاڑ کر پھینک دے۔ پھر ایک دم زور سے ٹوں ہوا۔ وہ یکلخت گھبرا گئی۔ وہ تو بس ٹیکسی تھی۔

رات کے جانے کونسے پہر اس کی آنکھ کھلی۔ اس نے ایک بار پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہلکے سے دھکے سے دروازہ کھلتا چلا گیا۔ شاید رات کے کسی پل اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی اور کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے دیکھا، میز کے نیچے وہ کسی گٹھری کی مانند سکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ میز کے پائے سے ٹیک لگائے لگائے وہ سو چکا تھا۔ کوٹ پہنے، جوتے پہنے، جوں کا توں میز کے پاس بیٹھا نیند میں تھا۔ اس کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کپڑے وہ نہیں تھے جو اس نے پہلے پہن رکھے تھے۔ ماریہ نے جلدی سے اس کے

ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"علی۔"

اپنا نام سن کر وہ کسمسایا۔ لمحہ بھر کے لیے آنکھیں کھولیں اور اسے دیکھا۔ فوراً ہی

آنکھیں بند بھی کر لیں۔ ماریہ نے اس کے ماتھے سے بال ہٹائے۔ اس کا ماتھا تپ رہا

تھا۔ صبح کے وقت اس کی آنکھ کھلی تو علی جوں کا توں سویا ہوا تھا۔ ماریہ نے اس کے

ہولے سے چٹکی کاٹی تو وہ ہڑبڑایا۔

"گڈ مارننگ۔"

وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے مسکرائی:

"اینڈ سوری۔۔۔۔"

اس نے اپنا سر اس کی گود میں رکھا۔ علی نے جیسے بے اعتنائی برتی۔ فوراً چہرہ موڑ

لیا۔

www.novelsclubb.com

"علی۔"

"سوری علی۔"

وہ بار بار کہتی رہی۔ مخاطب نے چہرہ یوں بنا رکھا تھا جیسے سب درد وہی تو اٹھائے پھر رہا تھا۔

"تم۔۔۔ سمیع کے پاس نہیں جاؤ گی، سمجھیں؟؟؟"

اس نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے، سر لہراتے ہوئے، ہاتھ مسلتے ہوئے حکم سنایا۔ ماریہ نے فوراً کان پکڑ لیے:

"پکا وعدہ۔" وہ تعمیل ہی تو تھی:

"چلو، اب باہر چلتے ہیں۔ باہر کھانا کھائیں گے۔"

"کام؟" علی نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اس کی چھٹی۔"

ماریہ مسکرائی اور اٹھ بیٹھی۔ علی اب بدلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ خوش تھا۔

اور اسے خوش دیکھ کر ماریہ کو دلی راحت محسوس ہوئی تھی۔ ابھی رات ہی تو لگا تھا جیسے اس نے سب کھو دیا۔ اور اب یہ احساس کتنا منفرد تھا۔

آج کا دن تو عذاب تھا۔ جونیئرز اس کی ناک میں دم کر دیتے تھے۔ سوفومور ا ایئر کے طلبا پھر بھی لحاظ کرتے تھے لیکن ان چھوٹے شیطانوں نے تو حد کر رکھی تھی۔ یہ بھی قدیر کی ہی کارستانی تھی۔ سارے پتّے آکر اس پر ہی کھلتے تھے۔ کم بخت اسے حصہ دے چکا ہوتا تو نہ کام کی چخ چخ ہوتی اور نہ ان چھوٹے بچوں کے ساتھ نپٹنے کی۔ جانتی تو وہ بھی تھی کہ پرائیوٹ سکول میں پڑھا کر اس قدر پیسے تو جمع نہیں ہوں گے کہ لندن کا ویزہ کروا سکے، لیکن بس لگی ہوئی تھی۔

"ٹیچر۔"

"ٹیچر، یہ کچھ گر گیا ہے۔"

اور ٹیچر اس پر آئی لوَیو (I love you) لکھا ہے۔"

اُشنہ گڑ بڑا کر رکی۔ شکر ہے کسی ٹیچر نے نہیں سنا۔ وہ بچہ ہاتھ میں کچھ تھامے بھاگا آ رہا تھا۔ اُشنہ نے گھبرائی نظروں سے ادھر دیکھا۔ بچہ اسے کاغذ تھما کر چلا گیا۔ اُشنہ نے دیکھا، وہی کاغذ کا ٹکڑا۔ اب یہ بھی تو ایک نئ مصیبت تھی۔ جانے کون تھا یہ ارحم لٹورا جو اسے لکھ کر کہہ گیا تھا کہ۔۔۔۔

(_______________)

اُشنہ نے سر جھٹک دیا۔

اسے برداشت کرنا واقعی مشکل تھا۔ اس کی عادات بے حد بدل گئ تھیں۔ جس چیز سے وہ سب سے زیادہ ڈرنے لگا تھا، وہ کار تھی۔ سڑک پر کسی کار کا ہارن بھی بجتا تو وہ سہم جاتا تھا۔ کئ بار تو اس نے ڈر کر چیخ بھی ماری تھی۔ ماریہ اسے پر سکون جگہ لے آئی۔ لیکن سکون بھلا تھا ہی کہاں ؟

"علی۔" وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر، اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام کر اسے

اطمینان دلانے کی کوشش کرتی:

"میں ہوں ناں ساتھ۔۔۔۔"

اسی لیے تو وہ چپ چاپ اس کے ساتھ گھوم رہا تھا۔ ورنہ ابھی تک کہیں کو بھاگ نہ چکا ہوتا۔ قسمت خراب کہ وہ اسے لے کر جھولے پر آ چڑھی۔

"نہیں۔"

"نہیں۔ گھر چلتے ہیں۔ گھر چلتے ہیں۔"

وہ کسی بچے کی مانند اس کا بازو جھنجھوڑتا تھا۔ ماریہ بس گہری سانس لے کر رہ جاتی۔

تب بھی وہ ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ اس نے یونہی پانی پیتے ہوئے سر اٹھایا تو وہ جوں کا توں بیٹھا اپنے ہاتھ میں موجود کانٹے اور سامنے رکھی چاؤمین کو تک رہا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو، علی؟ کھاؤ ناں۔"

"یہ ؟؟؟؟ کیا؟؟؟؟؟"

"چاؤمین ہے۔ علی کی فیورٹ ہے ناں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"علی کی فیورٹ ؟؟؟؟" وہ سوچ میں پڑ گیا اور کانٹے کو دیکھا۔اس کا کیا کرتے ہیں— اس نے سوچا۔

ماریہ سمجھ گئی۔اس نے اپنے ہاتھ میں موجود کانٹے کو گول گھما کر اسے دکھایا:

"ایسے کھاؤ۔۔۔"

علی نے ویسے ہی آہستگی سے کانٹا گھمایا۔ہولے سے اسے منہ تک لے کر گیا۔اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ماریہ نے جلدی سے گلاس میں پانی بھرا اور اس کی طرف سرکایا۔وہ پانی پر جیسے ٹوٹ پڑا۔کیا وہ اب ہمیشہ ایسا ہی رہے گا؟ اس نے سوچا اور اسے دوبارہ دیکھا۔وہ ابھی محض بیس سال کی ہی تو تھی۔زندگی کا دوبارہ سے آغاز کر سکتی تھی۔اپنا جیون ساتھی تلاش کر سکتی تھی۔وہ تو چھتیس سینتس برس کا تھا۔پاگل بھی ہو گیا تو کیا فرق پڑتا ہے۔اپنی زندگی کے خوش کن لمحات تو جی چکا ہے ناں! ماریہ نے دوبارہ اسے دیکھا۔جب زندگی علی حیدر کے بغیر ممکن ہی نہیں تھی تو زندگی کا علی حیدر کے بغیر آغاز کیسے ہو جاتا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے سر جھٹک دیا۔ساری منفی سوچیں بھلا ڈالیں۔

وہ بیڈ پر آلیٹی تھی لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔وہ کھڑکی کے اس پار دور آسمان پر چمکتے ستاروں کو متواتر گھورے جا رہی تھی۔ کبھی یوں نہیں ہوا تھا۔سکول سے آکر تو اس قدر تھکن کا احساس ہوتا تھا کہ جی کرتا ابھی بستر میں گھس جایا جائے۔ لیکن آج رات ہو جانے کے باوجود بھی نیند آنکھوں کی دہلیز تک نہیں آئی تھی۔

وہاں کچھ اور جو آن کھڑا ہوا تھا۔

وہ ہولے سے بیڈ پر اٹھ بیٹھی اور جگ کے ذریعے گلاس میں پانی ڈالا۔اسے پیا اور پرس کھولا۔وہ کاغذ کی چٹ ابھی تک اس میں موجود تھی۔کچھ سوچ کر اس نے وہ نمبر ڈائل کیے۔کانپتے ہاتھوں سے فون کان سے لگایا۔

انتظار۔۔۔۔

مزید انتظار۔۔۔۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہیلو۔" وہ شناسا سی آواز!!!

اس نے کہنا چاہ ہیلو۔ کہنا چاہا دیکھو، میں نے فون کر لیا۔ کہنا چاہا کہ تمہاری ہمت کیسے ہوئے مجھے اپنا فون نمبر پکڑانے کی، کہنا چاہا کہ تم آئندہ میرا پیچھا کرنے کی ہمت بھی مت کرنا۔ لیکن کچھ کہا ہی نہیں گیا۔ پہلی بار، کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ ہونٹ مسلسل کانپتے رہے۔ سانسیں رک گئیں۔

"ہیلو؟"

"کون ہے؟"

اس نے ایک جھٹکے سے وہ سنتے ہی رابطہ منقطع کر دیا۔ فون ٹیبل پر دے مارا اور جلدی سے بستر پر آلیٹی۔ لحاف سے خود کو ڈھک لیا۔

رات گئے وہ گھر واپس آئے۔ خلاف معمول علی پر سکون تھا۔ چپ چاپ تو تھا، لیکن اس کی باتوں پر مسکرانے لگا تھا۔ وہ اندر جانے سے پہلے ایک لمحے کے لیے رکا۔

ہمسائے کے آنگن میں تکنے لگا۔

"علی۔اندر آؤ ناں۔"

وہ لان کے دروازے پر کھڑی کہہ رہی تھی۔

"آتا ہوں۔"

اس نے جلدی سے کہا۔ماریہ اندر بڑھ گئی۔اس نے ایک نظر لان میں جھانکا اور خود بھی اندر لپکا۔اس نے دیکھا،وہاں ماریہ اس کے بیڈ کی چادر سیٹ کر رہی تھی۔

جانے کیسی محبت جاگی۔وہ دھیرے سے چلتا ہوا آگے آیا اور اس سے لپٹ گیا۔

"مارے یا۔۔۔"وہی مخصوص سا ترنم۔

"تم علی کا کتنا خیال رکھتی ہو۔علی سے کتنا پیار کرتی ہو ناں۔"

ماریہ مسکرائی۔پلٹ کر اسے دیکھا اور دوبارہ مسکرا دی:

"اس لیے کیونکہ علی بھی تو ماریہ سے پیار کرتا ہے۔"

"علی؟؟؟"وہ چونک اٹھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں۔ علی ماریہ سے پیار کرتا ہے ناں؟" اس نے احسان مندانہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ہاں۔ علی ماریہ سے بہت پیار کرتا ہے اور ماریہ علی کی جان ہے۔"

ماریہ یکلخت ہنس دی۔ علی جھینپا جھینپا سا ہنسا۔ ماریہ نے اسے دیکھا۔ وقت کیسے سب بدلتا ہے ناں۔ اسے یاد تھا جب وہ کھل کر ہنستا تھا اور وہ جھینپا جھینپا سا مسکرا دیتی تھی۔

"اپنی ملکیت ہوتے ہوئے بھی تم نے مجھے اپنی ملکیت نہیں سمجھا، علی۔ تم بہت اچھے ہو۔"

ان نے نرمی سے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ چاہے وہ اب خود محافظ کا غلام بن چکا تھا۔ لیکن اس کی بانہوں میں ابھی تک وہی سکون تھا۔ ابھی تک ماریہ کے لیے حفاظت کا احساس وہاں قائم تھا۔

"دن گزر جائیں گے، سال گزر جائیں گے، لوگ بدل جائیں گے لیکن میں

www.novelsclubb.com

علی۔۔۔میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

اس نے ایک ایک لفظ توڑ توڑ کر ادا کیا تھا۔

اس کا اور منال کا لنچ کا پروگرام تھا۔لیکن منال لیٹ تھی۔ تنگ آ کر اُشنہ نے اس کا نمبر ملایا۔ابھی کان سے لگایا ہی تھا کہ اس کے سامنے کرسی پر آہٹ ہوئی۔اُشنہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔اور بس دیکھتی ہی رہ گئی۔بے خیالی میں اس نے فون آف کیا اور متواتر اسے دیکھتی رہی۔آج ان نظروں میں خفگی نہیں تھی۔بے تاثر نظریں، بے تاثر چہرہ۔

www.novelsclubb.com

"بات نہیں کرو گی؟"وہ ارحم تھا۔اس کے سامنے ٹیبل کے دوسری طرف بیٹھا مسکرا رہا تھا:

"تم نے رات مجھے کال کی ہے ناں؟"وہ پوچھ رہا تھا؛

"لیکن پھر کچھ بولی ہی نہیں۔پتا ہے میں کتنا پریشان ہوا۔"

اُشنہ کچھ نہ بولی۔اس نے چاہا وہ نظریں جھکا لے لیکن عجیب طلسم تھا۔اس کے سامنے بیٹھے مرد میں عجیب سی کشش تھی۔وہ اُشنہ سے بڑی عمر کا تھا۔بتیس تیتس سال تو کہیں نہیں گ ئے۔اور وہ بتیس تیتس سالہ مرد، کوٹ پہنے، آنکھوں پر چشمہ لگائے اب سر جھکائے ٹیبل کھرچ رہا تھا جبکہ اُشنہ یک ٹک اسے تک رہی تھی۔

"مجھے اپنا فون نمبر کیوں دیا؟" وہ شکوہ نہیں تھا۔بس سوال تھا۔

"تا کہ تم مجھے فون کرو۔"

"کس لیے؟"

"تمہاری آواز سننی تھی۔" وہ آہستگی سے بولا تھا۔اُشنہ نے سنا، وہ کہہ رہا تھا:

"مجھے معاف کرنا اُشنہ۔پر مجھے تمہاری آواز بہت اچھی لگتی ہے۔"

اُشنہ نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔وہ سر جھکائے کہتا جا رہا تھا:

"مجھے تم بھی بہت اچھی لگتی ہو۔"

وہ ابھی بھی کچھ نہیں بولی تھی۔بیرا مینو لے کر ان کے پاس آیا۔اُشنہ تو ساکت بیٹھی

www.novelsclubb.com

تھی۔ یہ آدمی اسے کیا کہہ رہا تھا؟ وہ ایسا کیا کہہ رہا تھا۔ ہاں لوگ کہتے تھے وہ بہت ذہین ہے، کچھ سنجیدہ مزاج ہے اور بارعب سی لڑکی ہے جبکہ اکثر لڑکیاں شوخ مزاج ہوتی ہیں۔ وہ کم گو ہے لیکن اتنی پیاری بھی نہیں ہے کہ مرد ایک نظر اسے دیکھے تو دوبارہ چہرہ موڑ کر دیکھے۔ پھر یہ مردیوں بہک کیوں گیا ہے؟ اور یہ کوئی عام سا آدمی تو نہیں لگتا۔ اچھا بھلا سوٹڈ بوٹڈ ہے، وجیہہ سا ہے اور اپنی تراش خراش سے کافی امیر لگتا ہے۔ جیسے کسی ریاست کا راجا ہے۔ جیسے بس زندگی میں حکم چلاتا آیا ہے۔ پھر وہ ایسی لڑکی کے معاملے میں کیوں بہک گیا جو کچھ خاص نہیں، جو بالکل بھی خاص نہیں۔

ارحم نے ہی مینو تھاما۔ کچھ دیر دیکھتا رہا۔ پھر آرڈر دیا۔ قریباً دس منٹ بعد بیرہ دو چھوٹے سائز کے پیالوں میں چاؤمین ان کے سامنے رکھ گیا۔ گرما گرم سپیگھیٹی سے نکلتے دھنویں میں ارحم کا چہرہ کچھ دھندلا ہو گیا۔

"چلو شروعات کریں۔"

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ اس کے بغیر کھانا شروع نہیں کرنا چاہتا تھا۔اُشنہ نے کچھ کہے بغیر کانٹا اٹھایا۔وہ اتنا بڑا اعتراف کر کے بھی مطمئن تھا۔بے حد پر سکون تھا۔اُشنہ نے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔وہ کانٹا موڑتے ہوئے سپیگھٹی کانٹے پر چڑھا رہا تھا۔اس کے ہر عمل میں نفاست تھی۔

اُشنہ بے اختیار مسکرائی۔وہ خود بھی کتنا نفیس سا تھا!

ہاں اس کا انداز اشنہ کو بہت اچھا لگا تھا۔

وہ خود بھی کتنا اچھا سا تھا!

'محرمِ راز'

آج سٹوڈیو میں بڑی ہلچل تھی۔ماریہ سب محسوس کر رہی تھی۔اس نے نوٹ بک ٹیبل پر رکھ کر پرس اتارا ہی تھا کہ سدرہ اس کی طرف بڑھی:

"ماریہ۔تم یہاں؟؟؟؟"

"کیوں کیا ہوا؟"ماریہ حیران ہوئی۔

"کیا ارمان نے تمہیں بتایا نہیں۔آج تمہاری چھٹی ہے۔وہ چاہتا ہے تم آج ریسٹ کرو۔"

"لیکن کس لیے؟"ماریہ مزید حیران تھی۔سدرہ کو وجہ معلوم نہ تھی۔ماریہ چلتی ہوئی انٹرویو روم میں آئی۔ارمان وہیں موجود تھا۔

"ماریہ۔"وہ اسے دیکھ کر سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا:

"میں نے تمہیں میسج کیا تھا ناں کہ آج مت آؤ۔"

"پر مجھے تو آج انٹرویو لینا ہے۔میں آج چھٹی کیسے۔۔۔۔"

"انٹرویو سدرہ لے لے گی۔تم جاؤ۔"

"تم مجھے کیوں بھیج رہے ہو؟"ماریہ کو شک گزرا۔

"ماریہ۔ایک چھوٹا سا انٹرویو لینا ہے۔تمہاری ضرورت نہیں۔۔۔۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کس کا انٹریو ہے ؟"ماریہ نے ارمان کی بات کاٹ دی۔ارمان ہچکچایا تو ماریہ نے

دوبارہ پوچھا:

"کس کا انٹرویو ہے،ارمان ؟"

"وہ۔۔۔۔جسٹس منیر کی بدولت ہم نے اس کا انٹرویو سیٹ کیا ہے۔مجھے اپنے

چینل کی ٹی آر پی بڑھانی ہے ماریہ۔تم بیچ میں۔۔۔۔"

"انٹریو کس کا ہے،ارمان ؟"وہ ذرا اونچا بولی تو ارمان کہہ اٹھا:

"انجم ملک کا۔"ماریہ کے چہرے کا رنگ ایک دم بدلا۔اس نے سنا،ارمان کہہ رہا

تھا:

"اسی لیے میں نے کہا ہے تم جاؤ۔تم یہ۔۔۔۔"

"انٹرویو میں لوں گی۔"ماریہ نے فیصلہ سنایا۔

"ماریہ۔میں رِسک نہیں لے سکتا۔تم چلی جاؤ۔انٹرویو سدرہ لے لے۔۔۔۔"

"انٹرویو مجھے لینے دو،ارمان۔"ماریہ نے التجائی نظروں سے اسے دیکھا تھا:

"وعدہ کرتی ہوں، ٹی-آر-پی بھی بڑھاؤں گی۔بس انٹرویو میں لوں گی۔"

ارمان تذبذب کے عالم میں تھا۔ماریہ نے اپنے بالوں کی پونی باندھی اور باہر نکل گئی۔وہ اب نوٹ بک تیار کر رہی تھی۔

شام ساڑھے سات کے قریب انجم ملک سٹوڈیو میں داخل ہوا۔ارمان سے مصافحے کے بعد وہ سیدھا انٹرویو روم میں گیا۔ماریہ باہر ہی کھڑی تھی۔اپنے حواسوں پر قابو پاتے ہوئے وہ اندر جانے کے لیے تیار تھی جب ارمان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"گُڈ لک۔"

ماریہ نے سر ہلایا۔انجم ملک، وہ پچپن سالہ سوٹڈ بوٹڈ آدمی تھا۔سیاسی اثرورسوخ کا حامل وہ شخص ملک کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی کا چیئرمین تھا۔ماریہ نے سر کو ہلکا سا خم کیا اور اس کے سامنے اینکرز کے مخصوص انداز میں جا بیٹھی۔شو لائیو نشر ہونے

لگا تو ماریہ نے سوال و جواب کا آغاز کیا۔

"میں عوام کی بہتری کے لیے جو کچھ کر سکتا ہوں، کروں گا۔ انشاللہ میری پارٹی ہی اس بار الیکشن میں جیتے گی۔"

ماریہ نے ظنزیہ نظروں سے انجم ملک کو دیکھا۔ پھر اس نے نوٹ بک چھوڑی اور ٹانگ پر ٹانگ رکھی:

"لیکن بہت سے لوگ تو آپ کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں، انجم جی۔ آپ ان کے بارے میں کیا کہیں گے۔"

"سب بکواس کرتے ہیں۔" انجم ملک مخصوص پارٹی کے لیڈر کے غیض و غضب سے بولا تھا:

"میں نے سب سے زیادہ فنڈز ان مدرسوں اور مسجدوں پر ہی لگائے ہیں۔ شہر میں تین ہسپتال تعمیر کرائے ہیں۔ اور تو اور، ایک جامعہ بھی تعمیر۔۔۔۔"

"ہاں، جامعہ تو بڑی خوبصورت ہے۔ کیا نام ہے بھلا اس کا۔ جامعہ ابراھیم۔" وہ

اپنے مدعے کی بات پر آ گئی تھی:

"آپ نے جامعہ کا نام اپنے بیٹے کے نام پر رکھا ہے، ہے ناں۔ ابراھیم انجم کے نام پر۔"

"ہاں جی، میڈم۔ آخر میرے دو ٹانگوں سے محروم بیٹے کو اتنا کریڈٹ تو ملنا چاہیے۔" انجم ملک نے کروفر سے کہا تھا۔ ماریہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے سر طنزیہ انداز میں ہلایا اور کہنے لگی:

"پبلک کو بتانا چاہیں گے، مسٹر انجم کہ آپ کا بیٹا دو ٹانگوں سے محروم کیسے ہوا تھا؟"

انجم ملک نے سر ہلایا اور بولا:

"کار ایکسیڈنٹ تھا جی۔ کچھ کمینے شرابی اسے ریسنگ کے دوران روندتے چلے گئے۔ تب مجھ میں اتنی پاور نہیں تھی کہ ان کے خلاف کھڑا ہو پاتا۔ بس، اپنے بیٹے کو بستر پر پڑا دیکھ کر محض آنسو بہا سکا۔"

"لیکن آپ نے ان کے خلاف ایکشن تو پھر بھی لیا تھا۔"

www.novelsclubb.com

انجم ملک کے چہرے پر پریشانی کی لکیر ابھری۔اس نے بغور اس جوان اینکر کو دیکھا:

"کیا کہنا چاہتی ہو میڈم؟"

"ریکارڈ گواہ ہے۔آپ نے اپنے بیٹے کا بدلہ لیا تھا، مسٹر انجم۔اس ریسر کو آپ نے تین دن تک پولیس کے ہاتھوں خوب پٹوایا تھا۔یہی نہیں، بلکہ اس کے بیٹے کو بھی کار تلے کچلوادیا تھا۔"

"کیا کہہ رہی ہو، میڈم؟"انجم ملک غصے سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔شیشے کے اس پار کھڑے ارمان نے ٹی-آر-پی پر نظر دوڑائی۔وہ آن ایئر تھے۔ریٹنگ میں سب سے اوپر جارہے تھے۔اس نے ان دونوں کے درمیان مداخلت نہ کی۔ادھر ماریہ کہتی رہی:

"سچ ہی تو کہہ رہی ہوں، انجم صاحب۔آپ نے اپنے بدکار بیٹے کا کارنامہ چھپانے کے لیے سارا الزام اس بدنصیب ریسر پر ٹھوک دیا۔کیا پبلک کو بتاؤں کہ آپ کا چہیتا بیٹا، ابراھیم انجم کیا کچھ کرچکا ہے۔اس کا کردار کیسا ہے؟"

"زبان کو لگام دو میڈم۔ کیا بکتی جا رہی ہو؟"

انجم ملک پوری قوت سے چیخا تھا۔ تب ارمان اندر آیا۔ اس نے شور و کنے کا حکم دیا اور جا کر انجم ملک کو تسلی دی:

"پریشان مت کریں سر۔"

"کون ہے یہ عورت؟ دماغ خراب ہے اسکا؟" انجم ملک اب غصے سے چیخ رہا تھا۔

"وہ کوئی نہیں ہے سر۔ آپ بس باہر آ جائیں۔"

ارمان اسے ہاتھ سے کھینچتا ہوا باہر لے کر جا رہا تھا۔

"میں تجھے دیکھ لوں گا، بد مزاج عورت۔ تیرا سب کچھ چھین لوں گا۔"

انجم ملک نے شیشے کے اس پار سے اسے دھمکی تھی۔ ماریہ نے لاپرواہی سے آنکھیں بند کر لیں:

"پہلے ہی چھین چکے ہو۔ اور کیا چھینو گے؟"

وہ کرسی سے ٹیک لگا کر بڑبڑائی تھی۔

اس رات اُشنہ کے ساتھ چاؤمین کھانے کے بعد وہ خود اسے فلیٹ تک ڈراپ کرنے آیا تھا۔تب اُشنہ کو پتا تھا کہ اس کے پاس کار بھی ہے۔وہ بھی پورش۔وہ اس سے بری طرح متاثر ہو گئی تھی۔صرف صورت ہی نہیں،اس کی سیرت بھی اچھی تھی۔وہ اس سے اس قدر بے تکلف تھا کہ اُشنہ بے حد حیران تھی۔

"کیا وہ مجھ سے پیار کرتا ہے؟"

اس نے کسی ٹین ایج لڑکی کی طرح خیالی پلاؤ پکایا تھا۔پھر وہ خود ہی اپنی بھونڈی سی سوچ پر ہنس دی تھی۔لیکن کاغذ پر لکھے وہ تین حرف اسے یاد تھے۔فریش ہو کر وہ بیڈ پر آ لیٹی تھی تو نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ذہن میں ارحم ارحم گونج رہا تھا۔اس نے ہولے سے کنٹیکٹ لسٹ کھلی اور ڈائیلڈ شدہ نمبروں میں سے ارحم کا نمبر ڈھونڈا۔اس نے ابھی تک وہ نمبر محفوظ نہیں کیا تھا۔پہلی فرصت میں اس نے وہ نمبر سیو کیا۔اس کی وٹس ایپ ڈی پی پر بھی اس کی ہی تصویر لگی تھی۔اس وقت

وہ اُشنہ کو بہت خوبصورت، بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔اسے وہ سب مردوں میں سب سے زیادہ ہینڈسم لگا تھا۔

"ارحم۔"

اس کے نام کے سوا وہ اس کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی تھی۔اس نے سوچا وہ اس کے بارے میں ضرور پتا لگائے گی۔

باقی ورکرز اسے عجیب سی نظروں سے تک رہے تھے لیکن ارمان چپ تھا۔آج بہت دیر ہو گئی تھی۔قریباً گیارہ بجے وہ گھر واپس آئی تو گلی میں ہی ٹھٹک گئی۔سامنے بنگلے میں ضرورت سے زیادہ روشنی تھی۔نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس طرف بڑھی۔ تبھی زبیدہ خاتون ہانپتی ہوئی بنگلے سے نکلیں۔

"کیا ہوا آنٹی؟"

ماریہ کے کندھے پر پرس اور ہاتھ میں کار کی چابی تھی۔زبیدہ خاتون نے اسے سر

سے پیر تلک دیکھا۔ پھر کانپتی آواز میں بولیں:

"وہ سمیع۔۔۔اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، ماریہ۔"

وہ اب چادر سے سر ڈھک رہی تھیں اور چوکیدار کار نکال رہا تھا۔ ماریہ کے ہاتھ میں اس وقت چابی تھی۔ اس نے زبیدہ خاتون کو اپنی کار میں بٹھایا اور ان کے کہنے کے مطابق مطلوبہ ہسپتال پہنچی۔ وہ رن۔اوے(run away) کا کیس تھا۔ سمیع بیڈ پر لیٹا تھا۔ اس کی بائیں ٹانگ بری طرح متاثر ہوئی تھی۔

"کیسے ہوا؟"

ماریہ نے ازراہ مروت پوچھا۔ سمیع کی آواز بھی برسوں کی بیمار لگتی تھی:

"مجھے بیکری سے کچھ سامان خریدنا تھا۔ کار ذرا دور خالی جگہ میں پارک کر کے میں بیکری چلا گیا۔ سامان خرید کر واپس آیا اور جیب سے کار کی چابی نکالی تو مجھے ٹائر چرچرانے کی آواز آئی۔ مجھے نہیں پتا وہ کون تھا۔ اس نے کار فل سپیڈ سے آگے بڑھائی۔ میں نے ادھر ادھر ہونا چاہا، لیکن مجھے زوردار دھکا لگا۔"

"پولیس نے رپورٹ لکھی؟" ماریہ نے پوچھا۔

"ہاں۔انھیں تو یہ قاتلانہ حملہ لگتا ہے۔پولیس والے کار کا نمبر پوچھ رہے تھے۔ نمبر تو مجھے یاد نہیں تھا۔کار بھی پتا نہیں کونسی تھی۔"

زبیدہ خاتون نے اسے دلاسہ دیا۔ماریہ نے بھی ہمدردی کے چند لفظ کہے اور اٹھ گئی۔اس کا رخ اپنی گھر کی جانب تھا۔بارہ بج رہے تھے۔وہ آج بہت لیٹ ہو گئی تھی۔اس نے کار گیراج میں پارک کی اور اندر بڑھنے لگی تھی کہ یک دم رک گئی۔ گیراج میں تین کاریں موجود تھیں۔ایک وہ جس میں ماریہ آئی تھی، دوسری بلو سپورٹس کار تھی اور تیسری پورش تھی۔اسپورٹس کار علی کی فیورٹ تھی۔ جبکہ پورش اس نے کچھ عرصہ پہلے خریدی تھی۔

وہ سب نظرانداز کرتی ہوئی اندر آئی۔ حسب معمول علی لاؤنج میں صوفے پر سو رہا تھا۔اس نے جوتے پہن رکھے تھے۔ماریہ چپکے سے اس کے قریب آئی اور اس کے پاس بیٹھ کر اس کا سر دبانے لگی۔

"علی۔" اس نے آہستگی سے آواز دی تو علی نے آنکھیں کھولیں۔ اسے دیکھ کر مسکرایا اور کسمسایا۔

"تم آج لیٹ آئیں۔" اس نے شکوہ نہیں، بس سوال کیا تھا۔

"ہاں۔ انٹرویو لینا تھا۔" اس نے سر ہلایا اور علی کو دیکھا:

"پتا ہے آج میں کس سے ملی، علی۔ انجم ملک سے۔"

"کون؟" علی نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"انجم ملک۔ تمہیں یاد نہیں؟" ماریہ پوچھ رہی تھی۔ علی نے نفی میں سر ہلایا تو ماریہ نے گہری سانس لی۔ اس کے سینے پر سر رکھا اور آنکھیں بند کر لیں:

"تمہیں تو کوئی بھی یاد نہیں ہے علی۔"

وہ بے بسی سے رو پڑی تھی۔

فون کی مخصوص بیل بجی تو اُشنہ نے دیکھا۔ وہ میسج تھا۔ لکھا تھا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میرے دوست کے مارٹ آجاؤناں۔"

وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔وہ اگر وہاں نہ بھی جانا چاہتی تو اسے وہاں سے گزر کر ہی اپنے فلیٹ تک جانا تھا۔اپنا پرس سنبھالے وہ چھٹی ٹائم باہر نکلی تو وہ پورش میں بیٹھا اس کا منتظر تھا۔اُشنہ کچھ دیر اسے تکتی رہی۔

"بیٹھوناں۔"اس نے ہاتھ بڑھا کر کار کا اگلا دروازہ اس کے لیے کھول دیا تھا۔اُشنہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔چاہ کر بھی وہ اپنی مسکراہٹ چھپا نہیں پا رہی تھی۔

"مجھے کہیں اور لے کر تو نہیں جاؤ گے؟"اس نے اچانک سوال پوچھا تو ارحم چونک اٹھا:

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے اپنی مہنگی پورش میں بٹھا کر کہیں لے تو نہیں جاؤ گے۔"

"مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟"

"میں مردوں پر بھروسہ نہیں کرتی۔"اس بے اعتنائی سے گردن موڑی تو ارحم

www.novelsclubb.com

ہنسا:

"چلو ایسا کرتے ہیں۔ تم موجودہ حالت میں مجھے لڑکی مان کر لو۔"

"تم لڑکی جیسے نظر تو نہیں آتے۔" اس نے اس کی بھورے کوٹ اور پینٹ کو دیکھ کر مذاقاً کہا۔ ارحم نے گردن موڑ کر اسے اچنبھے سے دیکھا:

"مجھے غور سے دیکھا بھی ہے تم نے؟"

اُشنہ کچھ نہ کہہ سکی۔ جواب طلبی سے بچنے کے لیے اس نے چہرہ موڑ لیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آس پاس زیادہ آبادی نہیں تھی۔

"تم فلیٹ میں کیوں رہتی ہو؟"

"کیونکہ میں تم جیسی امیر نہیں ہوں۔" اس نے کر خنگی سے جواب دیا۔

"میں امیر تو نہیں ہوں۔ میں تو۔۔۔۔"

"امیر نہیں ہو لیکن پورش چلاتے ہو؟" اُشنہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا:

"ویسے تم کرتے کیا ہو، بھئی؟"

"میں نے کہا تو تھا۔مجھے تم بھیدی سمجھ لو۔یا فلسفی۔تم مجھے ہر عمل میں ماہر بلا سکتی ہو۔میں ایک خوش اخلاق انسان ہوں۔لوگوں کو خوش رکھنا میرا کام ہے۔"

اس فضول جواب کو سن کر اُشنہ نے سر جھٹک دیا۔وہ شخص بڑی مبہم باتیں کرتا تھا۔اُشنہ کو سمجھ نہیں آتی تھیں۔

"ویسے تم فلیٹ میں کیوں رہتی ہو اُشنہ۔مجھے پتا ہے،تمہارے بھائی کا ایک خوبصورت بینگلو(بنگلا) ہے۔تم وہاں کیوں نہیں رہتیں۔"

"کیونکہ وہ میرا نہیں،میرے بھائی کا ہے۔"

"پھر وہ ہے تو تمہارا بھائی ہی ناں۔"ارحم کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"میرا سوتیلا بھائی ہے۔"اُشنہ نے دھیرے سے کہا۔ارحم نے بغور اُشنہ کو دیکھا:

"تمہارے ساتھ سوتیلوں والا ہی سلوک کرتا ہے؟"

"مجھ سے نفرت کرتا ہے۔"اس نے مزید سر جھکا لیا تھا۔ارحم خاموش رہا۔کار میں بھی خاموشی چھائی رہی۔پھر ارحم نے چہرہ موڑا تو بے ساختہ مسکرا دیا۔وہ چپکے چپکے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس سے نظریں موڑ کر آنسو صاف کر رہی تھی۔

"کیا چھپا رہی ہو؟ دُکھ یا آنسو؟"

اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ عجیب بندہ تھا۔ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر اسے دلاسہ دینے کی بجائے ہنستا تھا۔

"لاؤ، میں صاف کروں۔"

اس نے کار روک دی اور اپنا بایاں ہاتھ اُشنہ کی طرف بڑھایا۔ اُشنہ نے اسے پرے جھٹک دیا:

"مجھے یہ تھرڈ کلاس رومانس نہیں چاہیے۔"

"ہاں۔ تمہیں تو جائیداد میں حصہ چاہیے۔"

اُشنہ چونک اٹھی۔ "تمہیں کیسے پتا؟"

"میرے فلسفے کے مطابق دو چیزوں کی بنا پر ہی سوتیلے بہن بھائیوں سے جھگڑا ہو سکتا ہے۔ یا اپنی ماں کے حق میں یا اپنے حق میں۔ اور یہاں دوسری بات زیادہ

ٹھیک بیٹھتی ہے۔"

اُشنہ اب کچھ نہ بولی۔ وہ یوں اسے اپنا آپ بے نقاب کر کے نہیں دکھانا چاہتی تھی۔ وہ خود دار لڑکی تھی۔ سنڈریلا سے کہیں عقل مند۔ لیکن وہ منحصر ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے آہستگی سے جو بازو گود میں گرائے تو ارحم نے نرمی سے انگلیوں کے پوروں سے اس کے آنسو صاف کیے۔ اور ان چند لمحوں میں اشنہ کی پلکیں بجھی رہیں۔

وہ زیرِلب مسکرا رہی تھی۔

سمیع تین دن بعد ڈسچارج ہو کر گھر آگیا تھا۔ ماریہ کا اس کی عیادت کو جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن دل پر پتھر رکھ کر وہ اس کے گھر چلی گئی تھی۔ زبیدہ آنٹی گروسری کی خریداری کرنے گئی تھیں۔ وہ اکیلا ہی تھا۔ ماریہ نے اس کی ٹانگ پر پٹی بندھی دیکھی۔

"اب درد ہوتا ہے؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں۔ڈاکٹرز کا کہنا ہے مجھے اسے موونگ حالت میں رکھنا چاہیے۔" وہ اس کے سامنے صوفے پر نیم دراز تھا۔کچھ روز پہلے کی گفتگو کے بعد وہ اُشنہ سے دور ہونے کی بجائے اس سے مزید بے تکلف ہو گیا تھا۔

"پتا چلا کس نے ٹکر ماری تھی؟"

"ہونہہ۔پولیس والوں نے کبھی کچھ کیا بھی ہے۔"

اس نے ناک بھویں چڑھائی تھیں۔ماریہ نے ایک دو رسمی باتیں پوچھیں۔پھر اٹھنا چاہا تو سمیع یکلخت ٹیک چھوڑ کر اٹھ بیٹھا:

"بس جا رہی ہو؟"

"ہاں، مجھے گھر جانا ہے۔علی کی میڈیسین۔۔۔۔"

"تم کب تک اس کے پیچھے بھاگو گی، ماریہ؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ماریہ کو جھٹکا لگا۔اس نے بے یقینی سے سمیع کو دیکھا تو وہ کہنے لگا:

"تمہارا شوہر پاگل ہے ماریہ۔اس کے ساتھ رہ کر تم کیا کرو گی۔آج اس نے خود کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

زخمی کیا ہے کل کو تمہیں زخمی کر دے گا۔"

"تمہیں اس بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"اس نے سمیع کی بات کاٹی اور اپنا پرس اٹھالیا۔ باہر لپکی، پھر کسی خیال کے تحت رکی اور گھوم کر سمیع کو دیکھا:

"اور آئیندہ کبھی اس کے بارے میں بد تمیزی سے بات کرنا۔ وہ میرا شوہر ہے۔ میں اس کے متعلق جیسے مرضی بات کروں۔ لیکن تمہارے منہ سے علی کے لیے "اس" کا لفظ نہ سنوں۔"

سمیع چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ تبھی زبیدہ خاتون دروازے میں نمودار ہوئیں۔ ہاتھ میں بنڈل تھامے وہ ماریہ کے پاس آگئی تھیں:

"ارے، ماریہ۔ تم کب آئیں، بیٹھو۔"

"بہت بیٹھ گئی ہوں، آنٹی۔ پر اپنے بیٹے کو سمجھائیں۔ یہ بھی نچلا بیٹھنا سیکھ لے۔"

اسے واقعی سمیع پر بے حد غصہ تھا۔ زبیدہ خاتون کو نظر انداز کر کے ماریہ نے پیر پٹخا

اور سمیع کو گھورتے ہوئے دروازہ کراس کرتی چلی گئی۔

آدھی رات کے قریب فون کی گھنٹی بجی۔ خلاف معمول اُشنہ گہری میں نیند میں تھی۔ فون کی آواز سن کر اسے پہلا خیال ارحم کا آیا۔ اس نے فوراً اسے کان سے لگایا لیکن دوسری طرف کوئی نسوانی آواز میں بولا تھا:

"اُشنہ، تم سن رہی ہو؟"

اُشنہ وہ آواز پہچانتی تھی۔ وہ اس کی بھابی کی آواز تھی۔

"ہاں بھابی۔ میں ہی ہوں۔" اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ابھرے تھے۔ صبح کے ایک بجے اسے ارحم کی کال کی امید تھی۔ لیکن یہ بھابی بھی ناں۔۔۔

"تمہارے بھائی مر گئے، اُشنہ۔"

بھابی کی خبر نے اس پر نیا بم پھوڑا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"کیا کہہ رہی ہیں، بھابی؟"

"تم نے انھیں مار دیا، اُشنہ۔ مار دیا انھیں۔۔۔۔"

دوسری طرف بھابی زار و قطار رو رہی تھیں۔ اُشنہ حق دق بستر پر بیٹھی رہی۔ یہ کیسے ممکن تھا۔ کچھ ہفتوں پہلے وہ ٹھیک ٹھاک اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ صحیح سلامت اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اور اب، وہ مر چکا تھا۔ یوں اچانک!!!

کچھ دنوں سے وہ علی کے کمرے میں ہی سونے لگی۔ اور آج سمیع کی باتوں نے اسے مزید غصہ دلایا تھا۔ سب خطروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ اس کے بیڈ پر اس کے قریب ہی لیٹی تھی۔ اسے سمیع پہ بے تحاشہ غصہ تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ کاش اسے ٹکر مارنے والا شخص اس زور سے ہِٹ کرتا کہ وہ دوبارہ آنکھیں ہی نہیں کھول پاتا۔ کوئی اس کے شوہر کے ہوتے ہوئے اس پر ہاتھ کیسے ڈال سکتا تھا۔ کوئی علی حیدر کی موجودگی میں اسے علی حیدر سے دور کیسے لے جا سکتا تھا۔

لاشعوری طور پر اس کی آنکھ کھلی۔ عجیب سا احساس ہوا۔ کھڑکی کے پردے ہٹے

ہوئے تھے۔کمرے میں گھٹن کا نام و نشان نہ تھا۔پر اس نے کروٹ لی تو دھک سے

رہ گئی۔علی بیڈ پر اس کی طرف پشت کیا بیٹھا تھا۔ماریہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"علی۔"اس نے علی کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا

تھا۔حیرت و استعجاب کے سائے اس کے چہرے پر چھائے تھے:

"کیا ہوا؟ایسے کیوں بیٹھے ہو؟"

علی نے کچھ دیر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا،پھر بولا:

"پانی۔"

"پانی؟پانی چاہیے؟"

www.novelsclubb.com

ماریہ نے جلدی سے ٹیبل پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور اسے علی کو تھما

گیا۔علی نے گلاس کو دیکھا۔پھر ماریہ کو دیکھا۔ماریہ اس کے تاثرات سمجھ نہیں پا

رہی تھی۔علی نے گلاس پکڑا اور ماریہ کو دیکھتے ہوئے ایک ہی سانس میں پی گیا۔

ماریہ نے گلاس اس کے ہاتھ سے تھام کر ٹیبل پر رکھا۔جب وہ مڑی تو علی بیڈ پر

سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ماریہ نے حیرت سے اس کے جوتوں کو دیکھا۔وہ جوتے پہنے پہنے سویا تھا حالانکہ اسے اچھی طرح یاد تھا اس نے سوتے ہوئے علی کے جوتے اپنے ہاتھوں سے اتارے تھے۔وہ سوچ میں گم ایک بار پھر اس کے ساتھ لیٹ گئی تھی۔ اپنے بازو اس کے سینے پر پھیلا لیے اور آنکھیں بند کر لیں۔لیکن یہ دیکھ ہی نہیں سکی تھی کہ اس کے سفید کینوس کے جوتوں پر خون کے ننھے ننھے دھبے تھے۔

قسط نمبر 5:

'قاتل'

بنگلے کے سفید در و دیوار کو سسکیوں کے بادلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔وہ سسکیاں بھابی کی تھیں۔قدیر کی لاش کے قریب دوزانو ہوئے وہ مسلسل رو رہی تھیں۔ سوسائٹی کی عورتیں ان کے ارد گرد جمع تھیں۔مرد حضرات بھی کچھ دور لان میں

لگی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔اُشنہ نے لان میں قدم رکھا تو اسے عجیب سی وحشت کا احساس ہوا۔اس کا حلیہ اس ماحول سے میل نہیں کھارہا تھا۔وہ رات کے اسی پارٹی نائٹ ڈریس میں ملبوس تھی۔اپنی چادر سے اپنا جسم ڈھانپتے ہوئے وہ لان پار کرتی ہوئی دالان تک چلی آئی۔قدیر کی لاش سامنے تھی۔سفید کفن نے اسے ڈھانپ رکھا تھا۔

"بھائی۔"

وہ زیرِلب بولی اوریکلخت قدیر کی لاش کے قریب بیٹھ گئی تھی۔وہ جیسا بھی تھا،آخر کو بھائی تھا۔اوراب تو وہ موت سے ملاقات کرکے ابدی دنیا تک جاپہنچا تھا۔اب گلے شکووں کا کیافائدہ تھا۔اس نے آہستگی سے کفن چہرے سے ہٹا کر قدیر کے سرد سر پر ہاتھ رکھا تو بھابی نے اسے غصیل نظروں سے دیکھا تھا:

"آ گئی تو۔"ان کی آنکھوں میں قہر صاف دکھائی دیتا تھا:

"اپنے بھائی کو قتل کرا کے اب تعزیت کرنے آئی ہے۔"

"بھابی، آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" اسے ان سے اس قدر سفاکی کی امید نہ تھی۔

"سچ کہہ رہی ہوں، میسنی۔" وہ اب ہاتھ نچا نچا کر بول رہی تھیں:

"کم بخت، کچھ پیسوں کی خاطر تو نے میرے شوہر کو قتل ہی کرا دیا۔"

"مجھ پر یہ گھناؤنا الزام مت لگائیں، بھابی۔ قدیر بھائی تھے میرے۔ میں ان کے ساتھ یہ کیسے کر۔۔۔۔"

"بھائی نہیں تھا وہ تیرا۔ زہر لگتی تھی اسے تُو۔ اور صحیح ہی لگتی تھی۔ ہمارے لیے سانپ ہی ثابت ہوئی ہے۔ تو میرے شوہر کی قاتلہ ہے، اُشنہ۔ میرے شوہر کی قاتلہ ہے تو۔"

www.novelsclubb.com

اُشنہ کو ان سب عورتوں میں عجیب سی گھٹن محسوس ہوئی۔ مرد حضرات بھی اب سر اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ بھابی سر پکڑ پکڑ کر دہائیاں دے رہی تھیں:

"میرے سہاگ کو مار دیا۔ میرے بچوں کو یتیم کر دیا۔"

اُشنہ مزید نہ سن سکی۔ اس نے چادر سنبھالی اور عورتوں کے مجمع میں سے اٹھ گئی۔

اسے اپنے عقب سے بھابی کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں:

"اسے نہ جانے دو لوگو۔ میرے شوہر کو مارا ہے اس کمی نے۔ اسے نہ جانے دو۔"

اُشنہ کے قدموں میں اضطراری طور پر روانی آگئی تھی۔ وہ تعزیت کرنے آئی تھی، یہاں تو اسے ہی قاتلہ بنایا جارہا تھا۔

صبح وہ اٹھا تو بالکل ویسا تھا۔ چھوئی موئی تھا، نازک اندام سا علی حیدر۔ وہی علی حیدر جو تتلی دیکھ کر بھی ڈرتا تھا اور چیخ کی آواز سن کر بھی۔ ماریہ اسے ہشاش بشاش چھوڑ کر آفس آئی تھی۔ لیکن گیٹ بند تھا۔ وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ لیکن تبھی اسے ارمان کی آواز آئی:

"مجھے پتا تھا تم آجاؤ گی۔" اس نے گھوم کر دیکھا۔ وہ دروازے کے دوسری طرف کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا:

"بھولی لڑکی، کبھی اپنا فون بھی چیک کر لیا کرو۔ میں نے تمہیں اتنی کالز کیں۔ حتیٰ

کہ علی کے نمبر پر بھی میسج چھوڑا کہ آج سٹوڈیو بند رہے گا۔"

وہ اب اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا:

"تمہاری وجہ سے مجھے ڈیڑھ گھنٹا یہاں کھڑا رہنا پڑا۔"

ماریہ کو واقعی شرمندگی محسوس ہوئی۔فون جیسی چیزوں سے اس کا آج کل چھتیس کا آکڑہ چل رہا تھا۔

"ویسے آفس کیوں بند ہے؟"

"میں نے آج رات کے لیے پارٹی تھرو کی ہے۔تمہاری وجہ سے اتنی ٹی آر پی ملی ہے۔رینکنگ میں دوسرے نمبر پر آگئے ہیں ہم۔"وہ بہت خوش تھا:

"تمہیں بھی آنا ہوگا۔اور سنو،علی کو بھی لے آنا۔"

"علی نہیں آئے گا ارمان۔آپ کو پتا تو ہے۔"

ماریہ نے روہانسے لہجے میں کہا تھا۔ارمان نے اصرار کیا:

"اچھا تم تو آجانا۔پلیز۔تمہیں کافی سارے لوگوں سے ملواؤں گا۔"

اس نے کوئی فیصلہ نہ لیا۔ لیکن اس کا ارادہ تھا کہ وہ نہیں جائے گی۔

وہ ٹیبل پر رکھے ٹشو سے آنکھیں صاف کر رہی تھی۔اسے باسکٹ میں ڈال کر اس نے اگلا ٹشو اٹھایا ہی تھا کہ بھاری قدموں کی آوازیں گونجیں۔وہ ہیوی بوٹس پہنے تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس طرف آرہا تھا:

"ارحم۔"

اسے دیکھ کر وہ سسکی لے کر اٹھی تھی اور بھاگ کر اس سے جا لگی تھی۔ارحم چند لمحوں کے لیے ششدر رہ گیا تھا۔اس کے بازو اُشنہ کو سمیٹنے کے لیے حرکت نہیں کر سکے۔وہ اس کے سینے سے لگی سسکیاں بھرتی رہی:

"بھیا مر گئے،ارحم۔"

"ہاں۔مجھے میسج مل گیا تھا۔"اس نے اُشنہ کو خود سے علیحدہ کرتے ہوئے کرسی پر بٹھایا تھا۔ایک ٹشو اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے وہ اس کی ذہنی حالت سمجھتے ہوئے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کرسی گھسیٹ کر اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"بھابی مجھے قصور وار ٹھہرا رہی ہیں، ارحم۔" وہ مسلسل ہچکیاں لے رہی تھی:

"انھیں لگتا ہے میں نے جائیداد کا تنازعہ حل کرنے کے لیے قدیر بھیا کو مار دیا۔"

"یہ تو بری بات ہے۔" اس نے کسی ایتھکس سکھانے والے ٹیچر کی طرح ناک

سکوڑی:

"ایسے ہی کسی پر الزام نہیں لگانا چاہیے۔"

"وہ مجھے قاتلہ کہہ رہی تھیں، ارحم۔" وہ ایک بار پھر رو دی تھی۔ ارحم نے پہلی بار

محسوس کیا کہ وہ کتنی نازک تھی۔ باہر سے چاہے جو بھی ظاہر کرے، اندر سے وہ

بالکل موم کی مانند تھی۔ اس بار اس نے اُشنہ کو ٹشو تھمایا تو ساتھ ہی اس کا ہاتھ بھی

تھام لیا۔

"ایک بات تو بتاؤ۔" وہ بہت نرمی سے پوچھ رہا تھا:

"کہیں واقعی تم نے قدیر کو نہیں مار دیا۔"

اُشنہ نے نم آنکھوں سے ارحم کو گھورا۔ارحم ہنسا اور نفی میں سر ہلایا:

"سوری۔سوری۔بس مذاق کر رہا تھا۔" وہ ٹشو کا سہارا لیے بغیر اس کے آنسو صاف کر رہا تھا۔اُشنہ کا کچھ دل ہلکا ہوا۔وہ روتے روتے مسکرادی:

"تھرڈ کلاس رومانس تمہیں کچھ زیادہ ہی پسند نہیں ہے؟"

"اونہہ۔یہ تھرڈ کلاس نہیں۔کلاسک رومانس ہے۔"

وہ ترکی بہ ترکی جواب دے کر پیچھے ہٹ گیا تھا:

"چلو اچھا ہوا، قدیر بھیا کا پتّہ صاف۔اب تم کبھی نہیں روؤ گی۔"

"ارحم۔" اُشنہ جھنجھلا اٹھی تھی:

"وہ میرے بھائی تھے۔پتا ہے میں ان کی موت پہ بہت دُکھی ہوں۔ایسی باتیں مت کرو۔میں دوبارہ رونے لگ پڑوں گی۔"

ارحم نے دونوں ہاتھ کھڑے کر دیے۔اُشنہ نے ٹشو ٹیبل پر رکھا اور گلاس میں پانی بھرا۔

"چلو، اب کوئی اور بات کرو۔ مجھے تمہاری آواز سننی ہے۔"

وہ ٹیبل پر کہنیاں ٹکا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اُشنہ نے بھرپور مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ وہ شخص اس کے چہرے سے شاید اتنا متاثر نہ تھا جتنا اس کی آواز کا دلدادہ تھا۔

"تمہیں میری آواز اچھی کیوں لگتی ہے؟"

"پتا نہیں؟" اس نے کندھے اچکا دے۔

"کیا میری آواز پیاری ہے؟"

"شاید۔"

www.novelsclubb.com

ویسا ہی ایک اور مبہم سا انداز۔ اُشنہ نے سر جھٹک دیا۔ وہ ایک بار اعتراف کر چکا تھا کہ اُشنہ صادق اچھی لگتی ہے۔ لیکن دوبارہ کبھی اس نے نہیں کہا تھا کہ اُشنہ صادق اس کی جان ہے۔

ماریہ واپس گھر نہیں آئی۔مارکیٹ چلی گئی۔اسے کچھ گروسری خریدنی تھی۔گھر کے لیے سامان لینا تھا۔شاپنگ کر کے وہ کار میں گھر پہنچی تو ہمیشہ والا ٹائم ہی ہو رہا تھا۔خلاف معمول علی جاگا ہوا تھا۔صوفے پر سیدھا لیٹا وہ ہاتھ میں روبکس کیوب لیے اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

اس نے اس کے ہاتھ میں روبکس کیوب دیکھ لی تھی، پھر بھی پوچھا۔

"ام۔کچھ نہیں۔" وہ صوفے پر سیدھا بیٹھ گیا تھا:

"کوئی پارٹی ہے اُشنہ؟"

"تمہیں کیسے پتا؟" اُشنہ چونک اٹھی۔علی نے ٹیبل پر رکھے فون کی طرف اشارہ کیا:

"میرے فون پر کوئی میسج کر رہا تھا۔میں نے پڑھ لیا۔"

ماریہ سمجھ گئی کہ وہ ارمان کا میسج تھا۔اس نے نفی میں سر ہلا دیا:

"پارٹی ہے۔پر میں نہیں جارہی۔"

"کیوں؟"اس نے معصوم سا منہ بنایا۔

"کیونکہ پھر علی اکیلا ہو جائے گا۔"

"نہیں۔تم علی کی وجہ سے نہیں رکو گی۔علی۔۔۔علی کچھ بھی نہیں کرے گا۔تم چلی جاؤ۔علی ٹھیک ہے۔"

"میرا دل نہیں کر رہا، علی۔"اس نے ڈبے شیلف پر سجاتے ہوئے کہا تو علی نے منہ بسور لیا تھا:

"پھر علی سے دوبارہ کبھی بات مت کرنا۔"

ماریہ نے چونک کر اسے دیکھا۔اسے ہر حال میں اپنی بات منوانی آتی تھی۔دھیرے سے چلتی ہوئی وہ الماری تک گئی۔علی جوں توں منہ بسورے صوفے پر بیٹھا رہا۔پھر اچانک سامنے آہٹ ہوئی۔علی نے سر اٹھا کر دیکھا۔وہ ہاتھ میں دو ڈریس لیے کھڑی تھی:

"کونسا پہنوں؟"

اس نے دیکھا، علی کے چہرے پر مسکراہٹ تیر گئی تھی۔ وہ کچھ دیر دونوں ڈریس کو دیکھ کر غور وخوض کرتا رہا، پھر ایک پر انگلی رکھ دی۔ ماریہ نے اسے پکڑا اور لے کر چلی گئی۔ اسے یاد تھا وہ بہت عرصے سے یوں تیار نہیں ہوئی۔ لپ اسٹک تو دور کی بات، اب بال بھی نہیں بناتی تھی۔ آج کافی عرصے بعد اس نے بال بنائے تھے اور شوخ رنگ سوٹ پہنا تھا تو وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔

"دیکھو، اچھی ہوں ناں۔"

اسے علی حیدر کا اپنی ستائش میں ہلتا سر دیکھنا تھا۔ علی حیدر نے واقعی سر ہلا دیا تھا۔ پھر کچھ ایسا بھی کہا تو جو اس کی توقع کے خلاف تھا:

"تم علی کو ہمیشہ اچھی لگتی ہو، ماریہ۔"

ماریہ جھینپا جھینپا سا ہنس دی۔

وہ فنکشن ارمان نے منعقد کرایا تھا۔اس کے سارے دوست اپنی بیویوں سمیت اس کے گھر کے عقبی حصے میں برقی قمقموں سے سجے لان میں موجود تھے۔کچھ اعلیٰ عہدے دار بھی تھے۔اس کے دوست احباب کا دائرہ بہت وسیع تھا۔پر ماریہ جانتی تھی، کا دوست احباب کا وہ دائرہ کار، ارمان کا کم اور علی کا زیادہ تھا۔پارٹی میں موجود ہر شخص ارمان سے علی کے متعلق استفسار کرتا تھا۔قریبی دوستوں کو تو معلوم تھا۔کچھ ابھی انجان تھے۔

"کیسے ہیں اب ڈاکٹر علی؟"

وہی نوجوان ڈاکٹر عارف جس نے کچھ راتوں پہلے علی کو فرسٹ ایڈ دی تھی، علی کی خیریت دریافت کر رہا تھا۔ماریہ سر ہلا کر رہ گئی۔

"پہلے سے بہتر ہیں۔"

"یہ تو تم ہر بار کہتی ہو ماریہ۔لیکن مجھے وہ نارمل دکھائی نہیں دیتے۔"

"میرا شوہر پاگل نہیں ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے پختہ لہجے میں سر اٹھا کر کہا تھا۔وہ جونیئر ڈاکٹر خاموش رہ گیا۔لیکن وہ اکیلا یہ سوال پوچھنے والا نہیں تھا۔جو علی حید کی ذہنی حالت سے بے گانہ تھے،وہ یوں پوچھتے:

"ڈاکٹر علی کہاں ہیں؟وہ کیوں نہیں آئے؟"

"وہ۔۔۔ان کی طبیعت خراب تھی۔اس لیے۔۔۔نہیں آسکے۔"

ماریہ سوالوں میں گھری ہوئی تھی۔اس کا دھیان پارٹی میں گھومتی ساتھی جرنلسٹس اور صحافیوں کی نفیس سی بیویوں کی بجائے علی حیدر میں ہی اٹکا ہوا تھا۔

"ویسے بہت برا ہوا علی صاحب کے ساتھ۔اس قدر اچھے ڈاکٹر اور خود سب بھلا بیٹھے۔"

"بس، پاگلوں کا ڈاکٹر پاگلوں کا علاج کرتے کرتے خود پاگل ہو گیا ناں۔"

"بھئی صدمہ بھی تو گہرا لگا تھا نہیں۔آخر ان کے اپنے بیٹے کی موت ہوئی تھی۔"

وہ سب کچھ سنتی رہی تھی۔پارٹی میں لوگ ارمان سے ہی محو گفتگو تھے۔لیکن ان کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گفتگو کا محور علی حیدر، اس کا بیٹا اور اس کی بیوی تھی۔ وہاں کھڑے اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔ ارمان نے اس کی ذہنی حالت دیکھ کر اسے لفٹ کی آفر دی جو اس نے سختی سے ٹھکرادی تھی۔ وہ آج علی فیورٹ نیلی اسپورٹس کار خود چلا کر آئی تھی۔ اور اب خود چلا کر واپس جا رہی تھی۔ اسے توقع تھی کہ علی اب تک سوچ چکا ہو گا۔ لیکن وہ تو صوفے پر بیٹھا اپنا لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا۔ ماریہ ایک دم ٹھٹھکی۔ کیا اسے لیپ ٹاپ کا پاسورڈ یاد تھا؟

"علی۔" وہ دوڑتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئی:

"کیا کر رہے ہو؟"

"تم واپس آ گئیں۔" وہ ماریہ کو دیکھ کر بچوں کی طرح کھلکھلایا تھا۔

"تم کیا کر رہے ہو؟" وہ اس کے پاس صوفے پر آ بیٹھی تھی۔

"میں۔۔۔ میں نے نوٹ بک کھولی، ماریہ۔ دیکھو۔ دیکھو، میں تمہیں جادو دکھاؤں۔۔۔"

www.novelsclubb.com

ماریہ دیکھ رہی تھی۔ وہ لیپ ٹاپ کو نوٹ بک کہہ رہا تھا۔اس نے دیکھا، علی نے کی بورڈ سے "اے" پریس کیا۔ساتھ ہی وہ ماریہ کو بتا رہا تھا:

"میں یہاں سے یہ بٹن دباتا ہوں اور دیکھو، وہاں بھی وہی لفظ لکھا آتا ہے۔"

ماریہ اس کی اس قدر سادگی پر ہنسی۔اس نے پاس ورڈ سے لیپ ٹاپ ان لاک نہیں کیا تھا۔پاس ورڈ باکس میں ہی لکھ رہا تھا۔

"اسے لیپ ٹاپ کہتے ہیں علی۔یہ تمہارا ہے۔تمہیں یاد ہے۔"

"ہاں۔یہ علی کو اقرا نے تحفے میں دیا تھا۔پورے تیرہ سال پہلے۔لیکن علی نے اسے استعمال نہیں کیا۔اس کے لیے یہ اقرا کی نشانی تھی۔"

ماریہ دھک سے رہ گئی۔اسے اقرا یاد تھی۔اسے تیرہ سال پہلے والی اقرا یاد تھی؟اس نے بے اختیار علی کا چہرہ تھام لیا:

"علی، تمہیں یاد ہے اقرا کون تھی؟"

"ہاں۔اقرا علی کی پہلی بیوی تھی۔علی اقرا سے پیار کرتا تھا۔لیکن ماریہ۔علی تم سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھی پیار کرتا ہے۔"

سب کو بھلا دینے کے باوجود اقرا اس کے ذہن میں تھی۔ ماریہ نے مزید نرمی سے اس کے گال سہلائے اور بولی:

"اور ارحم؟ تمہیں ارحم یاد ہے، علی؟"

وہ اس کے بیٹے کا نام لے کر پوچھ رہی تھی۔ علی سوچتا رہ گیا۔ پرسوچ نگاہوں سے اس نے ماریہ کو دیکھا:

"ارحم کون؟"

گویا اسے اقرا یاد تھی اور وہ بیٹا جس کے لیے وہ بے تحاشہ رویا تھا، جس کے سبب اس کی یہ حالت ہو گئی تھی، وہ یاد نہیں تھا۔ ماریہ کی اپنی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

اس نے سر نفی میں ہلا دیا:

"کچھ نہیں علی۔ میں سونے جا رہی ہوں۔"

وہ مزید اس کے سامنے بیٹھ کر نہیں رو سکتی تھی۔ آنسو پونچھتی ہوئی وہ اٹھ کھڑی

ہوئی تھی۔اس رات اس کے پیٹ میں شدید درد اٹھا تھا۔اس کو کسمساتا دیکھتے ہی علی نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ خلاف معمول وہ اس کی سسکیوں سے خوفزدہ نہیں تھا، لیکن بے تاثر نظروں سے اسے مسلسل دیکھ رہا تھا۔ماریہ اس کو کوئی توجیہہ دیے بغیر اٹھی اور واش روم تک آئی۔اس نے گزشتہ رات پارٹی میں کوک پی تھی۔شاید اس کا اثر تھا۔دو تین ابکایوں کے بعد اس کا جسم ٹوٹ سا گیا تھا۔فریج سے پانی پینے کے بعد وہ کچھ دیر کرسی پر ہی بیٹھی رہی تھی۔واپس اٹھ کر وہ کمرے میں آئی تو علی بیڈ پر لیٹا تھا۔سینے پر ہاتھ رکھے، سیدھا لیٹا وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

"Why pain??"

اس نے کھردرے سے لہجے میں دریافت کیا تھا۔ماریہ کو اس کی آواز بدلی بدلی سی لگی۔اور وہ کتنے عرصے بعد انگریزی میں مخاطب ہوا تھا۔لیکن ماریہ نے زیادہ دھیان نہ دیا۔بنا کچھ کہے وہ اس کے برابر آ لیٹی تھی:

"بس پیٹ میں درد ہے۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے درد سے آنکھیں موندلی تھیں۔اس کے ساتھ لیٹا علی اب اسی انداز میں لیٹے لیٹے گردن موڑ کر اسے تک رہا تھا۔اس کے چہرے پر دن والے بھول پن کا رتی برابر بھی احساس نہ تھا۔

"علی۔"ماریہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس سے مخاطب ہوئی تھی:

"تمہیں بچے پسند ہیں؟"

علی نے جواب نہیں دیا تھا۔بس ٹکر ٹکر اسے دیکھتا رہا تھا۔

"اگر ماریہ اس گھر میں ایک بے بی لے آئی،تو علی ماریہ سے ناراض تو نہیں ہو گا ناں۔"

"بے بی۔"

وہ لفظ لفظ کر کے بولا تھا۔ماریہ نے اثبات میں سر ہلایا اور مسکراتی ہوئی علی کے سینے سے لگ گئی:

"ہمارا بے بی،علی۔"

www.novelsclubb.com

علی اب بھی کچھ نہیں بولا۔اس نے بغور اپنے سینے پر سر رکھے اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ ایسے جیسے وہ اسے پہچانتا ہی نہیں تھا۔

اُشنہ کو اب اس کی عادت سی ہونے لگی تھی۔ہر دوپہر جب وہ سکول سے نکلتی تو وہ اسے لینے کے لیے کار سمیت موجود ہوتا تھا۔اسے ریستوران لے جاتا۔شام گئے اس سے گفتگو کرتا رہا۔اُشنہ کو اس کی موجودگی میں وقت کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ جیسے وہ انجانا فلسفی وقت روک دیتا تھا۔

"یہ تم کیا لکھ رہی ہو؟"

وہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے جانے کیا کر رہی تھی۔اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"نانو کے لیے ای-میل لکھ رہی ہوں۔آج ان کی سالگرہ ہے ناں،اس لیے۔"

"اور نانو کو ان کے سوتیلے پوتے کی موت کی خبر دے دی؟"اس نے دلچسپی سے پوچھا۔اُشنہ نے نفی میں سر ہلا دیا:

"ضرورت نہیں ہے۔"

"پر میرا ٹائم "نانو" کے ٹائم میں مکس تو مت کرو۔اب میں بیٹھا ہوں تو مجھ سے باتیں کرو ناں۔"اس نے التجا کی لیکن اُشنہ لکھتی رہی۔ارحم کی بس ہوئی تو وہ کرسی سے اٹھا اور کرسی اس کے قریب گھسیٹ کر اس کے ہاتھوں سے لیپ ٹاپ لے لیا۔

"ارحم، کیا کر رہے ہو۔"اُشنہ نے لیپ ٹاپ کھینچنا چاہا تو ارحم پیچھے کو سرکا۔

"چلو نانو۔بہت باتیں ہو گئیں،اب گڈ بائے۔"

"ارحم رک۔۔۔۔"

وہ آگے آئی تو ارحم نے بے اختیار شہادت کی انگلی اٹھائی جو اشنہ کے لبوں پر جم گئی۔ اشنہ ٹھہر سی گئی۔ارحم خود ٹھہر سا گیا۔پھر اس نے چہرہ موڑا۔اختتامیہ کلمات لکھ کر اس نے جلدی سے سینڈ کے آپشن پر کلک کیا اور لیپ ٹاپ کی سکرین ڈھک دی۔اُشنہ نے گہری سانس لی۔ارحم نے لیپ ٹاپ ٹیبل پر رکھا اور کہنیاں میز پر ٹکا لیں۔

"چلو، اب مجھ سے بات کرو۔"

وہ اس کے ساتھ ہی کرسی جوڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ اُشنہ ہنس دی۔ ارحم اس کے ہنسنے پر مسکرایا اور کہنے لگا:

"جتنے عرصے مجھ سے باتیں کر سکتی ہو، کر لو اُشنہ میڈم۔ پھر تو تم لندن چلی جاؤ گی۔"

"کیا مطلب؟" اُشنہ چونکی۔ ارحم مسکراتا رہا۔

"مجھے پتا ہے۔" وہ بغور اُشنہ کو دیکھ رہا تھا:

"تم نے قدیر کے وکیل سے ملاقات کی ہے۔ وہ تمہیں حصہ دینے پر رضامند نہیں ہے۔ تم اب ان پر کیس کر رہی ہو ناں۔"

اُشنہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس آدمی کے پاس ہر خبر ہوتی تھی۔

"اچھا کوئی اور بات کرتے ہیں ناں۔" وہ چاہتی تھی ارحم موضوع تبدیل کر لے:

"میں آج منال کے ساتھ مووی دیکھنے جا رہی ہوں، ارحم۔ تم آؤ گے۔"

www.novelsclubb.com

"میں؟" وہ چونک اٹھا تھا۔ اُشنہ نے سر ہلایا تو اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا:

"میں نہیں آ پاؤں گا۔ میں رات کو باہر نہیں نکل سکتا۔"

"کیوں نہیں نکل سکتے۔ تم کوئی لڑکی ہو کیا؟"

"اُشنہ۔ میں نہیں آ سکتا۔ میں رات میں باہر نہیں نکلتا۔"

"کیوں نہیں نکلتے؟" اسے وہ بات بے حد فضول لگی۔ اسے لگا تھا کہ شاید ارحم اس کی لندن جانے والی بات پر ناراض تھا۔ اس لیے بہانہ بنا رہا تھا۔ لیکن ارحم کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ اس نے کچھ توقف بعد سر اٹھایا اور اُشنہ کو دیکھا:

"مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے، اُشنہ۔ میں رات کو اپنے کمرے سے نہیں نکلتا۔"

"اندھیرے سے ڈر لگتا ہے؟" اُشنہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔ لیکن وہ مذاق نہیں تھا۔ ارحم واقعی سنجیدہ تھا۔ اس نے بے بسی سے مسکرا کر کندھے اچکائے:

"مجھے نہیں پتا۔ میں شروع سے ایسا ہی ہوں۔ مجھے اندھیرے میں گھبراہٹ ہوتی

ہے۔ بہت ڈر لگتا ہے۔ ساتھ کوئی سائیکیٹرک مسئلہ ہے۔"

"اچھا! تو تم پاگل واگل ہو۔" اُشنہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تھی۔ ارحم جواباً ہنسا۔ اس نے بھی بہت عرصے یونہی اس کا مذاق اڑایا تھا۔ وہ شاید بدلے رہ رہی تھی۔

"اور یہ پاگل تمہارا دیوانہ ہے اشنہ۔ لوگ خوبصورتی پر مرتے ہیں، یہ تمہاری آواز پر مرمٹا ہے۔" وہ زیرِ لب بولا اور اشنہ نے یوں ظاہر کیا جیسے سنا ہی نہیں۔ پر وہ مسکرا رہی تھی۔ متواتر، مسلسل۔۔۔

'دال میں کچھ کالا ہے'

وہ دوبارہ آفس جانے لگی تھی۔ ارمان کا جوش رینک میں دسرے نمبر پر آجانے کے بعد مزید بڑھ گیا تھا۔ وہ اب ٹی آر پی بڑھا کر اپنے چینل کو ٹاپ فرسٹ رینک پر لے

جانا چاہتا تھا۔اس کے ساتھ ایک سے ایک اچھے جرنلسٹ موجود تھے۔ایک سے ایک اچھے اینکرز موجود تھے۔ان کے درمیان وہ کم عمر لڑکی اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔حالانکہ اس کے بعد جرنلسم کی ڈگری بھی نہیں تھی۔

"آج کل علاقے میں چوری چکاریاں بڑھتی جارہی ہیں،ارمان۔کیا کہتا ہے،اس بارے میں آرٹیکل پبلش کریں۔آن لائن بھی چلادیں۔"

"تاکہ لوگ مجھے ہی چور سمجھیں۔"ارمان کو غصہ بہت جلدی آتا تھا:

"تم لوگ خود سوچو۔قنوطیت سے بھرے شو چلاؤں گا تو کون میرا چینل دیکھے گا۔"

"تو پھر اپنے اسسٹنٹ کمشنر کا انٹرویو کر لیتے ہیں۔"کسی اور نے ہانک لگائی تھی۔

"اسسٹنٹ کمشنر؟"ارمان نے بھویں اچکائیں۔

"وہ جو نیا آیا ہے۔اسجد علیم۔بڑا زبردست بندہ ہے۔اس کی آفیشل تقریر سنی ہے؟

کمال کی تھی۔"

"اسجد علیم۔" ماریہ کے دماغ میں کھڑکا سا ہوا۔ اسے وہ نام جانا پہچانا سا لگا۔

"پر وہ اسسٹنٹ کمشنر ہے بھائی۔ اور ہے بھی سوپر ڈوپر کوول اور ہِٹ۔ ایسے ہی انٹرویو دینے نہیں آئے گا۔ کچھ لالچ دے کر اسے کھینچنا پڑے گا۔"

اور جب تک وہ میٹنگ ختم ہوئی، ماریہ کے ذہن میں اسجد کا نام واضح ہو چکا تھا۔ اسجد علیم، اس کی بہن، منال علیم۔ اور وہ تیسری دوست، اُشنہ صادق۔ منال سے تو اس کا بہت عرصے سے رابطہ نہ تھا۔ ویسے بھی منال سے اس کی بس علیک سلیک تھی۔ البتہ اُشنہ سے اس کی دوستی تھی۔ زیادہ نہیں، بس واجبی سی۔ وہ گھر واپس آئی اور اپنے سکول کے زمانے کے بیگز چیک کرنے لگی۔ سوشل لڑکی تو وہ کبھی بھی نہیں تھی۔ نہ ہی پر اعتماد تھی۔ چپ چاپ، اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ اسی لیے علی اور اس کے دوستوں کے سوا اس کی عورت جنس میں کوئی سہیلی نہیں تھی۔

بہت تگ و دو کے بعد اسے ایک دراز میں سے کچھ نوٹس ملے۔ بوسیدہ ہوئے کاغذ،

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انہی میں نمبروں والی لسٹ تھی۔ وہ لسٹ تھامے ٹیلی فون تک آئی۔ علی اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھا فرش کو گھور رہا تھا۔ کچھ دیر تک رابطہ ہی نہیں ہو سکا۔ شاید اُشنہ نے اجنبی نمبر سن کر کال ریسیو نہیں کی تھی۔ پھر بہت دیر بعد آواز آئی:

"ہیلو؟"

'ہیلو۔ آپ اُشنہ بول رہی ہیں؟" ماریہ نے استفسار کیا۔

"فون آپ نے کیا ہے۔ لہذا اس سے پہلے کہ میں اپنی شناخت بتاؤں، آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔"

ماریہ جان گئی تھی۔ اُشنہ کا وہی مشکوک سا، تیز لہجہ۔ وہ بے شک اُشنہ ہی تھی۔

"میں ماریہ بات کر رہی ہوں۔ ماریہ علی۔ ہم کالج اکٹھے پڑھتے تھے۔ یاد ہے اُشنہ؟"

کچھ دیر دوسری طرف خاموشی چھائی رہی تھی۔۔ پھر اُشنہ کے چونکنے کی آواز آئی تھی۔

"اچھا، تم ہو ماریہ۔" وہ اب سنبھل گئی تھی:

"سناؤ، کیسی ہو؟ کیسے فون کیا؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ بس پرانی دوستوں سے ملنے کا دل چاہ رہا تھا۔ منال، اور آپ کے اسجد بھائی بھی۔ سنا آج کل اے۔ سی لگ گئے ہیں۔"

وہ بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی۔ اُشنہ کچھ دیر محتاط رہی۔ پھر وہ بھی بے تکلفانہ گفتگو پر اتر آئی تھی۔ ماریہ ہنستے ہوئی باتیں کرتی رہی۔ ایک میٹنگ کا بھی وعدہ ہوا۔ اور پسِ منظر میں علی مسلسل فرش کو گھور رہا تھا۔

ماریہ اُشنہ سے کافی عرصے بعد ملی تھی۔ اس کے مطابق اُشنہ بدل گئی تھی۔ اُشنہ نے بھی ماریہ کو بغور دیکھا تھا۔ وہ اب پہلے جیسی نہیں تھی۔۔ بے حد کم گو اور مرجھائی ہوئی لگتی تھی۔

"یہ اپنا کیا حال بنا رکھا ہے، ماریہ؟ ذرا اپنے چہرے کے بلیک سپاٹس کو دیکھو۔"

وہ ماریہ کی سرزنش کر رہی تھی:

"میں بھی تو جاب کرتی ہوں۔ لیکن الحمدللہ فٹ فاٹ ہوں۔ چہرے کا تو خیال رکھا کرو میری جان۔"

"میں نے چہرہ کسے دکھانا ہے، اُشنہ؟" ماریہ اداسی سے مسکرادی تھی۔ اُشنہ نے اس کے لہجے میں عجیب سادرد محسوس کیا۔

"تمہارے شوہر ٹھیک ہیں، ماریہ؟"

"ہاں۔ الحمدللہ۔" اس نے اچھے لفظوں کا منتخب کر کے بات چھپانا چاہی۔

"وہ۔۔۔ منال کہہ رہی تھی کہ وہ۔۔۔" اُشنہ کہتے کہتے رک گئی۔ ماریہ کچھ نہ بولی۔ اس نے جلدی سے اُشنہ کا ہاتھ تھاما اور اپنے پیٹ تک لے گئی:

"ان کا بچہ ہے یہاں۔ دیکھنا، جب وہ دنیا میں آئے گا تو وہ کیسے ایک دم صحت مند ہو جائیں گے۔"

اُشنہ اس کی پلاننگ پر مسکرادی۔ ماریہ نے شال اپنے کندھوں تک سرکائی اور اُشنہ کو دیکھا:

"تم سناؤ، شادی ہو گئی کہ ابھی شوہر صاحب نہیں ملے؟"

اُشنہ کا چہرہ بے ساختہ ارحم کا سوچ کر لال ہوا۔ماریہ کچھ کچھ سمجھی۔

"جب لڑکی کا چہرہ بلش کرے تو سمجھو دال میں کچھ کالا ہے۔" وہ مسکراتی ہوئی اُشنہ کو دیکھنے لگی:

"کیا نام ہے۔"

"ارحم۔" وہ روایتی لڑکیوں کی طرح سر جھکا کر مسکرائی۔

"اور کیا کرتے ہیں ارحم صاحب۔"

اُشنہ نے ذہن پر زور دیا۔اسے یاد آیا کہ اس آدمی نے اسے ابھی تک نہیں بتایا تھا کہ وہ کیا کرتا ہے۔پر ماریہ کے سامنے اس کی لاج رکھنے کو اُشنہ نے دور کی چھوڑی:

"وہ۔۔۔وہ فوج میں ہے۔ کبھی کبھار ہی نظر آتا ہے۔"

ان کے درمیان باتیں ہوتی رہیں۔ماریہ نے شام ڈھلتی دیکھی تو اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن جاتے ہوئے اس کے پاس اسجد کا نمبر تھا جو اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے اُشنہ سے نکلوالیا تھا۔اُشنہ نے بھی گھر کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔

فلیٹ کچھ دور ہی واقع تھا۔پیدل چلنے میں کوئی حرج نہ تھا۔وہ پیدل ہی شال اوڑھے پٹری پر چلنے لگی۔رات کا وقت تھا۔خنکی بڑھ رہی تھی۔اسی لیے لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے۔ایسے میں اُشنہ کی نظر بے اختیار بنچ سے اٹھتے شخص پر جا پڑی۔ایک لمحے کو تو وہ دم بخود رہ گئی۔سیاہ بوٹس،سیاہ پینٹ،سیاہ جیکٹ۔

"ارحم۔"

وہ اسے پہچان گئی۔حالانکہ اس کی آنکھوں پر وہ مخصوص سنہری فریم کا چشمہ آج نہیں تھا۔وہ بنچ سے اٹھا ہی تھا کہ اُشنہ دوڑتی ہوئی اس کے قریب آگئی:

"ارحم۔تم۔"وہ اسے یوں اچانک اکیلے دیکھ لینے پر حیران تھی:

"تم تو کہتے تھے تمہیں اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔پھر بھی باہر گھوم رہے ہو۔"

ارحم کچھ نہ بولا۔اُشنہ کو نظرانداز کرتے ہوئے وہ سیدھا چلتا گیا۔اُشنہ کو بہت عجیب

لگا۔وہ تیز قدم چلتی ہوئی اس کے برابر آگئی:

"مجھے نظر انداز کیوں کر رہے ہو،ارحم؟تم ارحم ہی ہو ناں۔"

اسے یہ سوال پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔اس کی آنکھوں پر عینک نہیں تھی لیکن اس کے بغیر بھی وہ پہچان سکتی تھی کہ وہ ارحم ہے۔وہ اُشنہ کی باتوں کو مکمل نظر انداز کر کے سیدھا پٹڑی پر چلتا جا رہا تھا۔آس پاس اکا دکا ہی لوگ تھے۔اب کے اُشنہ نے اس کا بازو تھاما تو ارحم نے ایک لمحے میں اسے جھٹک دیا تھا۔اُشنہ کا توازن بگڑا۔وہ کوشش کے باوجود بھی نہیں سنبھل سکی۔اس نے حیرانی اور بے یقینی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ پٹڑی پر پڑے پڑے سر اٹھا کر دیکھا۔

وہ اس کے سامنے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اُشنہ دم بخود رہ گئی۔ارحم کے دائیں ہاتھ میں سگریٹ تھی۔اس نے بائیں ہاتھ میں موجود لائٹر سے اسے جلا کر لائٹر جیب میں رکھا اور سگریٹ کا کش لیا تھا۔مزید کش بھرتا ہوا وہ اُشنہ کو دیکھ کر ایک بار پھر پلٹ گیا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ارحم۔"

اُشنہ اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔اسے سو فیصد یقین تھا کہ وہ شخص ارحم ہی تھا۔وہ ایک بار پھر اٹھی۔ لیکن جب تک وہ اس منظر میں داخل ہوئی،وہ سگریٹ پھینک کر اپنی پورش میں بیٹھ کر ایکسلیٹر دبا چکا تھا۔کار فراٹے بھرتی ہوئی نکل گئی۔اُشنہ ساکت کھڑی رہ گئی۔

ع دیکھتے ہی دیکھتے کیسے بدل جاتے ہیں لوگ!

اس نے اسی وقت اسجد کا نمبر ارمان کو بھی سینڈ کر دیا تھا۔اپنا حوالہ دینا بے شک ضروری تھا لیکن ارمان کو خود اسسٹنٹ کمشنر کو سٹوڈیو تک بلانا تھا۔ماریہ آج بھی وہی نیلی اسپورٹس کار لے کر ڈرائیو کر کے آئی تھی۔وہ جو نہی کار سے اتری،سامنے والے بنگلے میں لان میں بیٹھا سمیع اسے نظر آیا۔اس کی دائیں ٹانگ پر پٹی تھی۔اس پٹی شدہ ٹانگ کے ساتھ وہ لان میں صوفے پر نیم دراز کافی پی رہا تھا۔اس نے ماریہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کو آتے دیکھا تھا۔ وہ اب اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

ماریہ نے ناک سکیڑ کر سمیع کو دیکھا اور حقارت بھری نگاہ اس پر ڈال کر بنگلے میں داخل ہوئی۔ اس نے فریج سے نکال کر پانی پیا، پھر ہاتھ دھوئے۔

"علی۔ میں آگئی ہوں۔" اس نے اونچی آواز میں علی کو مطلع کیا تھا۔ خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ ملا۔ یقیناً وہ سو رہا تھا۔ ماریہ حسب معمول اس کے کمرے تک آئی۔ لیکن ششدر رہ گئی۔ بیڈ خالی تھا۔ علی بستر پر نہیں تھا۔

"علی۔"

اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔ کانپتی ٹانگوں کے ساتھ وہ ایک کمرے سے دوسرا کمرہ چھاننے لگی:

"علی۔ علی کہاں ہو تم؟"

گھر کا ایک ایک کونہ اس نے چھان مارا۔ ایک ایک جگہ چھے چھے بار دیکھی۔ لیکن علی کا نام و نشان نہ تھا۔ وہ باہر لان میں بھی آئی۔ ادھر ادھر جھانکا۔ علی کو آوازیں

دیں۔ لیکن وہ گھر میں ہوتا تو سنتا۔

"کیوں؟ کیا تمہارا شوہر کھو گیا ہے، ماریہ؟"

سمیع نے بلند آواز میں سامنے لان سے ہانک لگائی تھی۔ ماریہ پہلے ہی بوکھلائی ہوئی تھی۔ سمیع کے جملے نے اسے طیش دلا دیا۔ وہ فینس پار کرتی ہوئی زبیدہ خاتون کے بنگلے میں داخل ہوئی اور سب تہذیب اور آداب بالائے طاق رکھتے ہوئے سمیع کا گریبان پکڑ لیا۔

"تم نے کیا کیا علی کے ساتھ۔"

"اوہ۔ ایکسکیوز می۔" سمیع نے گریبان چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔ بس کافی میز پر رکھ دی تھی:

"میں نے تمہارے شوہر کو غائب وائب نہیں کیا۔ میں نے بس یہاں بیٹھ کر سب دیکھا ہے۔"

"کیا دیکھا تم نے؟" ماریہ چیخی۔ سمیع کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"تمہیں ایک کلو(clue)دیتاہوں۔"وہ حالات کا بھرپور فائدہ اٹھارہا تھا۔اس نے ماریہ کے غصے کو نوٹ کرتے ہوئے بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سیدھی کی اور ماریہ کے گیراج کی طرف اشارہ کیا:

"تمہیں وہاں کیا نظر آرہاہے،ماریہ؟"

ماریہ نے پلٹ کر دیکھا۔گیراج صاف نظر آرہا تھا۔وہاں اس کی بلو اسپورٹس کار کھڑی تھی۔بلیک کار بھی موجود تھی۔

"علی کی پورش کہاں گئی؟"وہ زیرلب بولی۔پورش وہاں نہیں تھی۔سمیع ہنسا:

"علی اپنی پورش لے کر گیاہے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ماریہ کو بالکل بھی یقین نہیں آیا۔اسے تو پورش کے اسپیلنگ بھی اب نہیں آتے تھے۔اسے ڈرائیو کیسے کرتا۔اس نے سمیع کا گریبان چھوڑا اور ارمان کو کال کی۔وہ اس سے بھی زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔البتہ اس نے پریشانی ظاہر نہ کی:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم فکر مت کرو ماریہ۔" وہ تسلی دے رہا تھا:

"میں اس کے سارے دوستوں سے رابطہ کرتا ہوں۔ تم پریشان مت ہونا،

اوکے؟"

وہ کیسے نہ پریشان ہوتی۔اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا اور زبیدہ خاتون کے لان

میں ہی ڈھیر ہو گئی۔

"علی۔" اس کے لبوں سے آواز نکلی۔ سمیع کو لگا اسے بس معمولی کا پینک اٹیک آرہا

تھا۔لیکن وہ تو واقعی بے ہوش ہو گئی تھی۔

"ماریہ۔"

وہ اپنی زخمی ٹانگ سنبھالے ماریہ کے قریب آ بیٹھا۔ماریہ بے ہوش ہونے کے

قریب تھی۔

اُشنہ کو انتہا کا غصہ تھا۔اس نے پرس اٹھا کر دے مارا اور خود بیڈ پر آ لیٹی تھی۔وہ کیسے

اسے نظر انداز کر کے گزر گیا تھا۔ کیسے اسے بازو سے جھٹکا دے کر سڑک پر گرا گیا تھا۔ اسے ارحم پہ شدید غصہ تھا۔ وہ جواب طلبی چاہتی تھی۔ اس نے فوراً فون لگایا۔

"آپ کا مطلوبہ نمبر اس وقت میسر نہیں۔ براہ مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کریں۔"

اس نے فون بھی اسی انداز میں دیوار سے دے مارا۔ پرس بھی دور پھینکا۔ پرس تو کپڑے کا تھا۔ اسے کیا ہوتا۔ البتہ فون کرچی کرچی ہو گیا۔

ہسپتال کی مخصوص بو اس کے نتھنوں میں داخل ہوئی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ بیڈ پر تھی۔ پاس ہی نرس کھڑی تھی۔ اسے ہوش میں آتا دیکھ کر اس نے ماریہ کے سر پر ہاتھ رکھا تھا:

"آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں، میم۔"

اسے دفعتاً کچھ یاد نہ آیا۔ نرس کے عقب میں کوئی کھڑا تھا۔ نرس باہر نکل گئی تو سمیع سینے پر ہاتھ باندھ کر ماریہ کے بیڈ سے دو قدم دور کھڑا ہو گیا۔

"اب ٹھیک ہو؟"

وہ پوچھ رہا تھا۔ماریہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم پریگننٹ ہو؟"اس پر نیا انکشاف ہوا تھا۔ماریہ کچھ نہ کہہ سکی۔البتہ اس نے نظریں جھکا لی تھیں:

"آئی ایم سوری ماریہ۔اگر مجھے پتا ہوتا تو میں کبھی بھی۔۔۔"

"علی؟علی کا کچھ پتا چلا؟"

سمیع نے نفی میں سر ہلا دیا۔ماریہ کا رونے کو دل چاہا۔اس کی آنکھوں سے فوراً آنسو نکلے۔سمیع نے اسے بے قراری سے دیکھا:

"اب۔۔۔رونے سے کیا ہوگا،ماریہ۔ایسی حالت میں اتنی ٹنشن لو گی۔علی ٹھیک ہی ہوں گے۔تم بس آرام کرو۔"

"ایسے کیسے آرام کرلوں۔"وہ خود کو سنبھالتی ہوئی اٹھ بیٹھی تھی۔تبھی فون کی گھنٹی بجی۔وہ ماریہ کا فون تھا۔شاید سمیع اٹھالایا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کس کا ہے؟"

اس نے سمیع کو فون اٹھاتے دیکھا تو جلدی سے پوچھا۔

"اوں۔ کوئی ارمان ہے۔"

وہ نام سن کر ماریہ جلدی سے فون پر جھپٹی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، ارمان خود بولا تھا:

"ہیلو ماریہ۔ پولیس اسٹیشن آسکتی ہو ماریہ۔"

"پولیس اسٹیشن؟" وہ ناسمجھی سے بولی۔

"اپنا علی جیل میں ہے، ماریہ۔"

ماریہ دھک سے رہ گئی۔

سمیع بضد تھا کہ وہ اسٹیشن جا کر علی کو رہائی دلوا دے گا۔ لیکن ماریہ بھی اپنے مؤقف پر قائم تھی۔ اس نے سمیع کی ایک نہ سنی۔ اپنا فون اٹھا کر وہ اسی وقت سمیع کی کار

میں پولیس اسٹیشن روانہ ہوئی تھی۔ علی جیل میں تھا۔فی الحال وہ محض اس نکتے پر سوچ رہی تھی۔ علی جیل میں کیوں تھا؟ یہ سوال اس نے بعد کے لیے چھوڑا تھا۔ ارمان پہلے ہی ایس-ایس-پی کے سامنے بیٹھا تھا۔لاکھ دلیلیں دے چکا تھا لیکن ایس-ایس-پی کی ناں تھی۔وہ ایک ٹی وی اینکر کے پیچھے ایک مجرم کو رہا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ساڑھے دو بجے کے قریب وہ پولیس اسٹیشن پہنچی۔ تیز تیز قدموں سے چلتی وہ اندر آئی تو ارمان اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

"کہاں ہے علی؟"اس نے پوچھا تو ارمان نے اسے بازو سے کھینچا اور ایس-ایس-پی کے سامنے لایا:

"آپ کو رشتہ دار کی موجودگی چاہیے۔ لیجیے، آگئی علی حیدر کی بیوی۔"

ایس-ایس-پی نے سر سے پیر تک اس انیس سالہ لڑکی کو دیکھا۔ پھر ہنسا:

"آپ علی حیدر کی بیوی ہیں؟"

"ہاں جی۔ کہاں ہے وہ؟"وہ بے اختیار ایس-ایس-پی کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سمیع نے اسے کندھے سے پکڑ کر کرسی پر بٹھایا۔

شکل سے تو آپ علی حیدر کی بیٹی لگتی ہیں،بی بی۔"ایس-ایس-پی ہنسا تو ماریہ کو طیش آگیا۔وہ کسی شیرنی کی مانند دھاڑی:

"آپ کو یہاں مذاق سوجھ رہا ہے جبکہ میں پوچھ رہی ہوں کہ میرے شوہر کہاں ہیں؟"

"ہاں۔یہ غصہ! یہ غصہ تو آپ کو واقعی ان کی بیوی ثابت کر رہا ہے،جی۔"ایس-ایس-پی کے چہرے پر یک دم کرختگی چھاگئی تھی:

"ہم پاگل نہیں ہیں جو کسی راہ چلتے راہ گیر کو اٹھا کر جیل لے آئیں گے۔آپ کے شوہر نے پورش ڈرائیو کرتے ہوئے ہمارے ایک پولیس انسپکٹر کو ٹکر ماری ہے۔ آئی-سی-یو میں پڑا ہے بے چارہ جوان۔"

"سر،وہ مینٹلی (دماغی طور پر)ان سٹیبل ہے۔غلطی سے ٹکر لگ گئی ہو گی۔"

ارمان نے دلیل دی تو ایس-ایس-پی چنگھاڑا:

"او مینٹلی ان سٹیبل بندہ ہے تو اسے پاگل خانے میں پھینکو۔اور ویسے بھی، شکل

سے وہ ان سٹیبل لگتا نہیں ہے۔اور یہ جو آپ کہہ رہے ہو ناں ارمان صاحب، کہ

غلطی سے ٹکر لگی ہے، غلطی سے نہیں لگی۔جان بوجھ کر ٹکر ماری گئی ہے۔فل سپیڈ

سے دوڑتی ہوئی پورش ایک دم موڑ کاٹ کر پولیس آفیسر کے آگئی ہے۔یہ اتفاق

نہیں ہے، مسٹر۔اٹیمپٹ ٹو مرڈر (قتل کی کوشش) کا کیس ہے۔وہ بھی ایک

پولیس والے پر اٹیمپٹ ٹو مرڈر۔"

ماریہ کا دل بیٹھنے لگا۔وہ بے اختیار کرسی پر پیچھے کو گری۔سمیع نے اسے کندھے سے

تھام کر اطمینان دلانا چاہا۔ادھر ارمان کہہ رہا تھا:

"سر پلیز سر۔وہ کوئی شرابی یا مجرم نہیں ہے۔وہ علی حیدر ہے۔ڈاکٹر ہے۔

سائیکیٹرسٹ ہے۔آپ تو جانتے ہی ہوں گے ناں ڈاکٹر علی حیدر کو۔انھیں نہیں تو

کم از کم جس ہسپتال میں اس وقت آپ کا انسپکٹر زیر علاج ہے،اس ہسپتال کے

بارے میں تو سنا ہو گا۔وہ ہسپتال ڈاکٹر علی حیدر نے ہی بنوایا ہے، سر۔اس ہسپتال

کے اونر ہیں وہ۔ لاکھوں فنڈز وہ ہر سال پے کرتے ہیں۔ وہ ایک قابلِ احترام شہری ہیں سر۔"

وہ اب ہاتھ جوڑ چکا تھا۔ ماریہ حق دق بیٹھی تھی۔ اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا:

"آپ کا انسپکٹر انشااللہ ٹھیک ہو جائے گا، سر۔ پلیز سر، آپ نے اسے چار گھنٹوں تک جیل میں رکھ لیا ہے۔ اب اسے چھوڑ دیں۔"

ایس۔ایس۔پی کچھ دیر تک اڑا رہا۔ پھر آخر مان گیا۔ علی حیدر کو رہائی مل گئی تھی۔ لیکن چار گھنٹے بعد۔ اور ان چار گھنٹوں میں پولیس افسران اسے خوب مزہ چکھا چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

سمیع کی کار میں وہ اسے گھر واپس لائی تھی۔ ارمان ساتھ آیا تھا۔ ماریہ کو اپنا ہوش ہی نہیں تھا۔ وہ علی کی سسکیوں کو سن کر پریشان اور اس کے جسم سے بہتے خون کو دیکھ کر حق دق تھی۔ سمیع نے سب سے پہلے الماریاں کھل کھول کر آئنٹمنٹ اور پٹی

نکالی تھی۔

"زیادہ بری حالت ہے تو ہسپتال لے چلتے ہیں، ماریہ۔"

ارمان کہہ رہا تھا۔ لیکن یہاں مشکل تھی کہ علی ماریہ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ چار گھنٹے تشدد سہتا رہا تھا۔ اور اب وہ چار گھنٹے بعد اسے نظر آئی تھی۔ اس کا رونا بھی بجا تھا۔ درد سے آہیں بھرنا بھی بجا تھا۔ اور ماریہ کی بانہوں میں بیٹھ کر اس کے سینے سے لگ کر اسے اپناد کھڑا سنانا بھی بجا تھا۔

"تم کہاں گئے تھے، علی؟"

وہ خود بھی رو رہی تھی۔ اسے پٹی کرنا تو در کنار، زخم صاف کرنا بھی نہیں آتا تھا۔

ارمان نے اسے اشارہ کرتے ہوئے ہولے سے روئی اپنے ہاتھ میں تھام لی تھی۔

"میں۔۔۔ میں نہیں گیا ماریہ۔ کہیں نہیں گیا۔ وہ مجھے لے کر گئے ماریہ۔ انھوں نے مجھ بہت مارا۔ انھوں نے مجھے ڈنڈوں سے مارا، ماریہ۔"

وہ بالکل بچوں کی طرح بلک رہا تھا۔ اس کی آنکھیں نان اسٹاپ آنسو بہا رہی تھیں۔

ماریہ نے اس کی قمیض اتارتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگالیا تھا۔وہ تب بھی روتا رہا تھا۔ارمان آہستگی سے اس کے پیچھے آبیٹھااوراس کی کمر کے زخم صاف کرنے لگا تھا۔

"درد ہورہاہے،ماریہ۔بہت درد ہورہاہے۔"

وہ سرگوشی میں کہہ رہاتھا۔ماریہ اسے بچوں کی طرح تھپکیاں دے کر سلانے کی کوشش کرتی رہی۔وہ ایک بار سو جاتاتووہ آرام سے اس کے زخم صاف کرکے پٹی کردیتے۔کیونکہ جاگتی حالت میں وہ ماریہ کے علاوہ کسی کوقریب بھی آنے نہیں دے رہاتھا۔ارمان اب بھی بڑی احتیاط سے اس کی نظروں سے چھپااس کے زخم صاف کررہاتھا۔کمرے میں آہستہ آہستہ خاموشی چھاگئ تھی۔علی حیدر سوگیاتھا۔

ارمان نے اس کے پٹی کی۔سمیع چپ چاپ کھڑا دیکھتارہا۔

"میں۔۔۔میں چلتاہوں پھر۔"

وہ مزید اس جگہ پر رکنا نہیں چاہتاتھا۔ماریہ نے جلدی سے اثبات میں سرہلادیااور

اس کے ساتھ باہر تک آئی۔ سمیع اپنے بنگلے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ادھر ارمان کمرے سے نکلا۔اس نے ہاتھ میں تھاما کپڑا ایک طرف رکھا اور سنک میں اپنے خون آلود ہاتھ دھوئے۔

"ایک بات کہوں ماریہ۔"

وہ آہستگی سے بولا تھا۔ماریہ سن رہی تھی۔اس نے سنا،وہ کہہ رہا تھا:

"اب اور رِسک مت لو یار۔انسان زندگی کی ہر اسٹیج میں ایک جیسا نہیں رہتا۔کل وہ تمہارا مسیحا تھا پر آج اسے خود کسی مسیحا کی ضرورت ہے۔تم اسے آزائلم چھوڑ آؤ ماریہ۔اپنی نئی زندگی شروع کرو۔"

www.novelsclubb.com

ماریہ کو بے اختیار اس کے جملے پر ہنسی آگئی۔اس قہقہے کو اس نے مسکراہٹ میں سمیٹا اور ارمان کو دیکھ میں نفی میں سر ہلایا:

"اگر اسے مسیحا کی ضرورت ہے تو میں علی حیدر کی مسیحا کیوں نہ بنوں ارمان۔اس نے میرے لیے محبت کی مے پی تھی۔میں کچھ عرصہ پی لوں گی تو کیا نقصان؟؟؟"

ارمان کچھ نہ بولا۔ماریہ آہستگی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میں اس کے بغیر کیا ہوں ارمان؟ میں اس کی بغیر کیا تھی؟" دو آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے:

"گزرے ماضی وہ مجھے چھوڑ دیتا تو وہ قصوروار نہ ہوتا۔لیکن گزرتے حال میں، میں اسے اکیلا چھوڑ دوں گی تو مجھ سے بڑا خودغرض کوئی نہیں۔"

علی کی ماریہ

تیرہ سال پہلے

وہ آفس میں بیٹھا ٹیبل پر رکھے پنڈولم کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔اسے اپنی انگلی سے جُنبش دے کر وہ اس کی حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔اس کی آنکھیں گردش میں تھیں۔پنڈولم کی حرکت کے ساتھ ساتھ گردش کر رہی تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"سوری علی۔ تمہیں انتظار کرنا پڑا۔" وہ سیل فون ہاتھ میں پکڑے آفس میں داخل ہوئی اور علی کے سامنے پرنسپل کی کرسی پر بیٹھ گئی تھی:

"میں سکول کے راؤنڈ پر تھی۔اس لیے تمہیں انتظار کی زحمت۔۔۔"

"کوئی بات نہیں، شیریں۔" اس نے جلدی سے سر ہلا دیا تھا۔شیریں، وہ اقرا کی بہت گہری دوست تھی۔اقرا کی موت کو چار مہینے ہو گئے تھے۔ڈلیوری کے دوران وہ دم توڑ گئی تھی۔اس کا بیٹا بچ گیا تھا۔ارحم علی۔وہ بے حد خوبصورت گول مٹول سا بچہ تھا۔

"کہاں ہے ارحم؟" شیریں نے ہولے سے پوچھا تھا۔

"گھر ہے۔آیا اس کے پاس ہے۔" علی نے پختہ لہجے میں کہا تھا۔وہ پہلے مہینوں میں بے حد افسردہ تھا لیکن اب نارمل ہونے کی کوشش کرنے لگا تھا۔جانے والے واپس تھوڑی نہ آئیں گے۔یہ وہ جان گیا تھا۔

"اور تمہارا ہسپتال، علی؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شیریں نے بات گھمائی تھی۔ علی کے چہرے پر مسکراہٹ تیر گئی تھی۔

"میرا پلان صحیح جا رہا تھا۔" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تھا:

"بس ایک سال اور اور ہسپتال مکمل ہو جائے گا۔ تمہیں پتا ہے شیریں، یہ میرا اور اقرا کا خواب تھا۔ ہم نے ہاؤس جاب کے دوران ہی سوچ لیا تھا کہ اپنا ہسپتال بنائیں گے۔ میں پیسہ لگاؤں گا اور وہ اپنی بُدّھی۔"

وہ کہتے کہتے ہنس دیا تھا۔ شیریں کو اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی نظر آئی جو اس نے فوراً صاف کر لی تھی۔

"ویسے، مجھے تم سے۔۔۔ تم سے ایک بات کرنی تھی، علی۔"

شیریں ہچکچا رہی تھی: "مجھے پتا نہیں ہے کہ مجھے۔۔۔ مجھے تمہیں بتانا چاہیے یا نہیں لیکن۔۔۔"

اس کے بار بار ہکلانے پر علی چونک گیا۔ شیریں کچھ جانتی تھی جو بتانا چاہتی تھی لیکن بتانے سے گھبرا رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا نسیم نے کچھ کیا ہے؟" علی کو فوراً شیریں کے شوہر کا خیال آیا۔ اسے لگا شاید نسیم نے پھر سے نشہ کرنا شروع کر دیا ہے۔

"نہیں۔ نہیں، وہ بات نہیں ہے۔" شیریں نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا:

"دراصل، مجھے کچھ دنوں سے ایک سٹوڈنٹ کی وجہ سے بہت تشویش ہو رہی ہے، علی۔"

"کیسی تشویش؟" علی چونک اٹھا تھا۔ شیریں کچھ گھبرائی سی لگتی تھی۔

"شاید یہ صرف میرا وہم ہے علی لیکن۔۔۔۔" وہ اب ٹیک لگا کر آگے کو ہو گئی تھی:

"وہ ٹُو کلاس میں پڑھتی ہے۔ بہت پیاری اور ذہین ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے اس کے والدین کار ایکسیڈنٹ میں مارے گ ۓ۔ تب سے اس کی پرورش کی ذمہ داری اس کے اکلوتے چچا نے لی ہے۔ وہی اس کے گارجین بھی ہیں اور اس کے چچا بھی۔ پر وہ بچی تب سے بہت گھبرائی ہوئی رہنے لگی ہے، علی۔ نہ کلاس میں دھیان

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیتی ہے نہ کسی اور چیز میں۔اس کا سکول ریکارڈ بہت زبردست ہے لیکن کچھ عرصے سے، وہ بالکل نالائق ہو گئی ہے۔"

"اس کے والدین فوت ہوئے ہیں، شیریں۔ صدمہ سب کو ہوتا ہے۔" علی آہستگی سے بولا تھا۔

"ہاں لیکن۔۔۔۔" شیریں الجھی دکھائی دیتی تھی:

"مجھے پتا ہے کچھ اور مسئلہ ہے۔میں نے اس سے کئی بار وجہ پوچھی ہے۔اس کے مام ڈیڈ کا اس کے سامنے ذکر بھی کیا ہے۔یہ جذبات ہیں علی۔ تم جب کسی ایسے پیارے کا ذکر اس کے سامنے کرتے ہو جو زندہ نہیں ہے تو اسے تکلیف ہوتی ہے۔ جیسے ابھی ابھی تمہیں ہوئی تھی علی۔ لیکن وہ ایک بار بھی نہیں روئی۔بس حق دق، چپ چاپ بیٹھی رہی۔ جیسے وہ اس دنیا میں حاضر ہی نہیں ہے۔"

"تم مجھے سائیکولوجی پڑھا رہی ہو؟" علی بے ساختہ مسکرا دیا تھا، پھر سنجیدہ ہو گیا:

"صاف صاف کہو، تمہیں کیا لگتا ہے وہ کیوں پریشان ہے؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شیریں نے مدھم لہجے میں اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ وہ ایک بڑا مسئلہ تھا۔ علی کو متوجہ ہونا پڑا۔ وہ کافی دیر سوچ میں ڈوبا رہا۔ شیریں اسے سب بتاتی رہی۔

"وہ بچی اس وقت سکول میں ہے؟"

"ہاں۔ کیا اسے بلاؤں؟" شیریں نے فوراً پوچھا۔

"ایسے کرو، مجھے اس کی ایڈمیشن اور زلٹ فائل دے دو۔ اسے بلاؤ اور تم چلی جاؤ۔"

"کیا مطلب چلی جاؤں؟" شیریں نے ناک بھویں چڑھائی۔

"اوہو، میرا مطلب، کچھ دیر باہر ہی انتظار کرنا۔ ایسے کہ بچی کو شک نہ گزرے۔ اوکے؟"

شیریں سمجھ گئی۔ اس نے چوکیدار کی مدد سے فائل نکلوائی اور علی کے سامنے رکھ دی تھی۔ چوکیدار سے اس بچی کو بلوانے کا بھی کہا تھا۔ علی نے میز پر رکھی فائل اٹھائی۔ ایڈمیشن فارم کے ساتھ وہ کلاس ون کا رزلٹ کارڈ تھا۔ تعریفوں اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ستائشوں سے لبریز ریمارکس تھے۔ نمبر خوب تھے۔ گویا وہ واقعی کافی ذہین لڑکی تھی۔ تبھی دروازے پر آہٹ ہوئی۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ وہی چھوٹی بچی دروازے میں کھڑی اندر آنے کی اجازت مانگ رہی تھی۔

"آؤ آؤ بیٹا۔" اس نے اسے اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگا لی تھی۔ وہ سات سالہ بچی چھوٹے قدموں سے چلتی ہوئی اس سے دور، پرنسپل چیئر کے قریب کھڑی ہو گئی ہے۔

"کیا نام ہے آپ کا؟" اگرچہ وہ فائل پر نام پڑھ چکا تھا۔

"ماریہ۔ ماریہ رباب۔"

"ہوں۔ ماریہ رباب۔" وہ مسکرایا اور اس کی فائل اٹھائی تھی:

"میں نے آپ کی فائل پڑھی ماریہ گڑیا۔ آپ کا رزلٹ کارڈ بھی دیکھا ہے۔ آپ تو بڑی ہونہار ہو۔ ہمیشہ کلاس میں فرسٹ آتی ہو۔"

وہ فائل واپس ٹیبل پر رکھ کر اب ماریہ کو دیکھ رہا تھا:

www.novelsclubb.com

"انگلش آتی ہے؟"

جواباً ننھی ماریہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"چلو، پھر ہم ماریہ کا ایک ٹیسٹ لیتے ہیں۔ یہ کاپی پکڑو۔۔۔" اس نے ایک نوٹ بک اور پین ماریہ کے سامنے سرکایا تھا:

"پرنسپل میم بتا رہی تھیں کہ آپکی انگلش وو کیب بہت اچھی ہے۔ میں کچھ جملے دیتا ہوں، انھیں انگلش میں لکھو۔ یہاں، یہاں سٹول پر بیٹھ جاؤ۔"

اس نے پاس رکھا سٹول ہاتھ سے گھسیٹ کر ٹیبل کے ساتھ رکھ دیا تھا۔ اب وہ اس سے نوے کے زاویے پر بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں پنسل پکڑے وہ خالی خالی نظروں سے ورقے کو تک رہی تھی۔ علی نہیں جانتا تھا کہ وہ لکھنے کے لیے تیار ہے یا نہیں۔ وہ بس پہلا جملہ لکھوا گیا:

"ماریہ رباب ایک بہت اچھی لڑکی ہے۔"

ماریہ کچھ دیر ہاتھ میں پنسل پکڑے بیٹھی رہی۔ پھر اس نے بے دلی سے پنسل کاغذ پر

گھمائی۔اس نے سر دوبارہ اٹھایا تو علی نے دیکھا۔ بالکل ٹھیک اسپیلنگ کے ساتھ لکھا تھا:

”.Maria Rubab is a very nice girl“

گریٹ۔"وہ مسکرایا اور کرسی سے ٹیک لگالی:

"کیا تمہیں کھلونے اچھے لگتے ہیں؟"

وہ صحیح صحیح لکھتی گئی۔ علی نے دو تین ادھر ادھر کے جملے لکھوائے۔اس کی رائٹنگ میں اب روانی آرہی تھی۔ علی محسوس کر سکتا تھا کہ وہ اب وہ سات سالہ لڑکی بے دلی سے نہیں بلکہ کافی جوش سے انگلش لکھ رہی تھی۔ پھر وہ بے اختیار بولا۔

"میرے انکل مجھ سے پیار کرتے ہیں۔"

ماریہ نے فوراً اس کا انگریزی ترجمہ کرنے کے لیے پنسل جھکائی۔ لیکن انجانے احساس کے تحت رک گئی۔اس کا گول مٹول سرخ چہرہ مزید لال ہو گیا۔اس نے پنسل کاغذ میں چبھوئی اور یک ٹک کاغذ کو گھورتی رہی۔

"ماریہ۔ لکھوناں۔" علی اسکے تاثرات دیکھ کر کرسی چھوڑ کر بیٹھ گیا تھا:

"آپ بھی تو اپنے انکل کے ساتھ رہتی ہو، ہے ناں؟"

ماریہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس پر وہی خالی خالی پن پھر طاری ہو چکا تھا جسے لے کر وہ آفس میں داخل ہوئی تھی۔ سر اٹھائے بناوہ نظریں کاغذ پر جمائے فائل کو دیکھ رہی تھی۔ علی نے کرسی گھسیٹتے ہوئے اس کا بغور جائزہ لیا۔ اس کی کان کے پیچھے ہلکا سا زخم تھا۔ ویسا ہی زخم گردن پر بھی تھا۔ سر کے پیچھے سے وہ یقیناً کمر تک جا رہا تھا۔ نامحسوس طریقے سے علی نے اس کی شرٹ کا پچھلا حصہ کالر سے پکڑ کر آہستگی سے ہٹایا۔ وہ زخم نہیں تھا۔ کسی چیز سے چھیلنے کے نشان تھے۔ وہ دم بخود سا انھیں دیکھ رہا تھا کہ ماریہ یک دم اچھلی۔ اس نے سہمی نظروں سے علی کو دیکھا اور اپنے کندھے ایسے اچکائے کہ کالر خود بخود گردن کو ڈھک گیا۔ علی نے اس کو مطمئن کرنے کی خاطر چہرے پر مسکراہٹ سجائی اور اسے جانے کا اشارہ کیا:

"باقی ٹیسٹ کل کریں گے۔ اب جاؤ۔"

ماریہ اس کا فیصلہ سن کر فوراً اٹھی۔ وہ جونہی باہر نکلی، شیریں آفس میں داخل ہوئی۔

"کیا ہوا؟ کیا کیا تم نے؟" وہ ماریہ کے چہرے پر چھائے گھبراہٹ کے تاثرات دیکھ چکی تھی، تبھی پوچھ رہی تھی۔ علی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ شیریں بلاوجہ پریشان نہیں تھی۔

اس نے شیریں سے خاموش رہنے کا کہا اور اگلے دن دوبارہ اسکول آیا۔ آج وہ اس بارے میں سب پتا کر کے آیا تھا۔ شیریں نے سب صحیح بتایا تھا۔ وہ سات سالہ لڑکی اپنے والدین کی موت کے بعد اپنے اکلوتے چچا کے پاس رہ رہی تھی۔ چچا نہ تو شادی شدہ تھا اور نہ اس کی کوئی اولاد تھی۔ اسے لیے وہ ماریہ کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ علی کے لیے وہ معلومات ناکافی تھیں۔ جو کچھ ہوتا تھا، وہ ماریہ ہی بتا سکتی تھی۔

اسے بچوں کی سائیکیٹری پتا تھی۔ تبھی ان میں گھلنا ملنا خوب آتا تھا۔ وہ اس کا خوف کم کر کے اس سے اس کے ڈر کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔ اس کام میں اسے کافی وقت لگا۔

ماریہ بے حد محتاط تھی۔اوپر سے وہ کم گو بھی تھی۔ایک مکمل پہیلی تھی۔لیکن چونکہ اس خاصیت کے سبب کوئی سہیلی نہیں بنا پائی تھی، سو علی کے لیے یہ اور بھی آسان تھا۔ماریہ کو نت نئی گیمز پسند تھیں۔کھلونوں سے زیادہ اسے پڑھائی سے متعلقہ کھیل پسند تھے۔سو علی نے ان کے ذریعے اسے اپنی طرف مائل کیا تھا۔

"آپ ٹیچر نہیں ہو ناں؟"

وہ پہلا جملہ تھا جو اس نے چار ہفتوں کی محنت کے بعد خود علی سے کہا تھا۔

"کیوں؟ کیا میں ٹیچر نہیں لگتا؟"

"نہیں۔آپ ٹیچر نہیں ہو۔آپ اس سکول میں نہیں پڑھاتے۔آپ پرنسپل کے دوست ہو۔ہے ناں؟"

گویا وہ باتیں پرکھ سکتی تھی۔اپنے حال سے بے گانہ نہیں تھی۔وہ شیریں کا دوست تھا،اسے یہ پتا تھا۔گویا اس نے یہ اندازہ اپنے شعور سے ہی لگایا تھا۔

"ہاں میں۔۔۔۔میں ایک ڈاکٹر ہوں۔"اس نے چہرے پر مخصوص مسکراہٹ

سجائی تھی۔ یہ پینترا صحیح نشانے پر لگا تھا۔ ماریہ اس پر اور بھی زیادہ خوش ہوئی تھی۔ مزید دو ہفتوں میں وہ علی سے اور بھی زیادہ فرینک اور بے تکلف ہو گئی تھی۔ علی کی کوششیں رنگ لائی تھیں۔ وہ پڑھائی پر توجہ دینے لگی تھی۔ لیکن اس کے باوجود کچھ تو تھا جو اسے ذہنی طور پر مکمل حاضر ہونے سے روک رہا تھا۔

"آپ ماریہ کے انکل ہیں؟"

اس دن ایوارڈ سرمنی میں شیریں کو وہ شخص دکھائی دیا تھا۔ یہ پلان بھی دراصل دونوں کا تھا۔ ماریہ کی تعلیمی کارکردگی اس کے گارجین کے سامنے پیش کرنے کے لیے اسے بلایا تھا اور علی بھی وہیں بیٹھا تھا۔ شیریں نے اس کو نظر انداز کر کے پلان کے مطابق ماریہ کے انکل سے گفتگو جاری رکھی تھی۔ علی کا کام محض ان دو افراد کے تاثرات کو جانچنا تھا۔

"آپ کی بھتیجی بہت قابل ہے، رفیق صاحب۔ لیکن کچھ عرصے سے یہ بالکل ڈل

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

(نالائق) ہوتی جا رہی ہے۔ کیا ایسا اس کے والدین کی موت کی وجہ سے ہے

یا۔۔۔"

شیریں نے بات جان بوجھ کر ادھوری چھوڑی۔ علی نے کنکھیوں سے رفیق کو دیکھا

تھا۔ وہ کچھ دیر پریشان حال بیٹھا رہا، پھر ہکلاتے ہوئے مسکرایا:

"ایس۔۔۔ ایسا تو نہیں ہے، میم صاحب۔ ماریہ بچہ تو گھر میں بھی خوب پڑھتا ہے،

کیوں ماریہ بیٹے؟"

علی دیکھ رہا تھا۔ رفیق نے مسکراتے ہوئے ماریہ کو کندھے سے تھاما۔ وہ اس لمس پر

کانپ سی اٹھی تھی۔ پھر فوراً سر ہلا دیا تھا۔

"بچی بہت چھوٹی ہے، میم صاحب۔ ماں باپ دونوں اسے چھوڑ کر اللہ کے پاس چلے

گئے ہیں۔ بس اس لیے کھوئی کھوئی سی رہتی ہے۔ صدمہ تو گہرا لگتا ہے ناں،

کیوں صاحب؟"

رفیق نے اپنا حامی بنانے کے لیے علی کو دیکھا تھا۔ علی نے موقع کی نزاکت دیکھتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ادھر رفیق کہہ رہا تھا:

"پر آپ پریشان مت ہوں، میم صاحب۔میں اس کی تعلیم پر پوری توجہ دوں گا۔ آخر اتنی قابل بچی جو ہے۔"

اس نے ایک بار پھر ماریہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔اور ماریہ، وہ اسی انداز میں جھجکی تھی۔علی سے رہا نہیں گیا۔اس نے فوراً ماریہ سے پوچھا:

"آپ کی گردن پر کیا ہوا، ماریہ بیٹے؟"

اس کی بات رفیق نے بھی سن لی تھی۔اس سے پہلے کہ ماریہ کچھ بولتی، وہ فوراً بولا تھا:

"اجی یہ موچ آگئی تھی اسکی گردن میں۔تو بس، یہ نشان بن گیا۔اب میں چلتا ہوں جی۔فیکٹری بھی جانا ہے۔"

وہ ماریہ کو لے کر اٹھ گیا تھا۔شیریں نے تشویشناک نظروں سے علی کو دیکھا:

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ یہ اپنی بھتیجی کو مارتا پیٹتا ہے؟"

www.novelsclubb.com

"گردن میں موچ آنے سے اتنا گہرا نشان نہیں بنتا۔" علی نے قہر آلود نظروں سے مین گیٹ سے نکلنے رفیق کو دیکھ کر کہا تھا:

"اور یہ درندہ صرف اسے مارتا نہیں ہے بلکہ۔۔۔"

وہ سائیکیٹرسٹ تھا۔دماغ پڑھنا جانتا تھا۔لیکن ماریہ رباب کی نظریں ہی سب کہہ چکی تھیں۔پر ثبوت کی ضرورت تھی۔وہ اس سات سالہ لڑکی کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔اپنے پانچ مہینے کے بیٹے کو یک دم بھلا گیا تھا۔

"مجھے ایک مِنی کیمرہ چاہیے، ارمان۔وائرلیس کیمرہ۔"

اس نے ارمان سے مانگ کی تھی۔اگلے دن وہ کیمرہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ماریہ کی نظروں سے چھپ کر اس نے اسے ماریہ کے بیگ کی اگلی زپ میں کچھ اس طرح سیٹ کر دیا تھا کہ سب نظر آتا رہے۔اگلے دن جب وہ اسکول آئی تھی، علی نے کیمرہ نکال لیا۔لیکن ریکارڈنگ کونسٹنٹ تھی۔بالکل ایک ہی جیسی، ایک ہی منظر

کی ریکارڈنگ۔ گویا ماریہ نے گھر جا کر بستے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

"تم تعویز کیوں پہنتی ہو، ماریہ؟"

اس نے اس روز بے ساختہ پوچھا تھا۔ وہ ہمشہ گردن میں کالے رنگ کا چھوٹا سا تعویز پہنے رکھتی تھی۔

"ممی نے پہنایا تھا۔ کہتی تھیں مجھے نظر لگ جائے گی۔ اس لیے۔۔۔"

وہ ممی کے ذکر پر افسردہ ہو گئی تھی۔ لیکن علی کے دماغ میں اچھوتا آئیڈیا آیا تھا۔

"مجھے ایک بہت چھوٹا کیمرہ چاہیے۔ بالکل چِپ کی طرح کا کیمرہ۔ جو دکھنے میں بٹن کی مانند لگے۔ یا اس سے بھی چھوٹا۔"

اور ارمان اس کی یہ بات سن کر حیران پریشان تھا:

"تو کسی پر نظر تو نہیں رکھ رہا، علی؟ ہاں؟ کیا پریشانی ہے؟ کسی لڑکی کے پیچھے تو نہیں پڑا ناں تو۔" اس کا لہجہ سنگین تھا۔ علی نے ٹال مٹول کرنے کی کوشش کی لیکن

ارمان سنجیدہ تھا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تو کسی کی خفیہ ویڈیو بنا رہا ہے۔ کسی لڑکی کی خفیہ ویڈیو بنا رہا ہے کیا؟"

اس کا ذہن ایک نقطے پر ہی اٹک گیا تھا۔ ناچار علی کو اسے سب بتانا پڑا۔ ارمان کچھ دیر اس کی سنتا رہا۔ پھر بولا:

"یعنی تو چار ہفتوں سے اس کی جاسوسی کر رہا ہے۔"

"وہ سات سال کی بچی ہے، ارمان۔ مجھے پتا ہے ان جائیداد کے بھوکے فراڈی رشتہ داروں کا ایمان کیسے بدلتا ہے۔ مار پیٹ ایک طرف لیکن جو وہ کر رہا ہے، یہ انتہائی۔۔۔۔"

"کیا پروف ہے تیرے پاس اس ٹارچر کا؟"

"تُو مجھے کیمرہ دے گا تو میں ثبوت بھی پیدا کر لوں گا۔"

"پھر؟" ارمان سارا لائحہ عمل جاننا چاہتا تھا۔

"پھر کیا، سیکشن 375 لگتا ہے اس پر۔ اسی کے تحت جیل جائے گا۔"

"اور ماریہ؟ اس بچی کا کیا ہو گا؟ اسے کسی یتیم خانے چھوڑ آئے گا؟"

علی ذرا ہچکچایا۔ پھر کہنے لگا:

"کچھ عرصہ وہ یتیم خانے رہ لے۔ جب پڑھائی مکمل کر لے گی تو۔۔۔"

"تجھے یتیم خانے کے حالوں کا پتا علی، پھر بھی اسے یتیم خانے چھوڑ دے گا۔"

ارمان نے اسے مستقبل کے پلان پر سوچنے پر مجبور کیا تھا۔ اگلے دن اس کے ہاتھ میں منی کیمرہ تھا۔ ماریہ کو ٹیسٹ لکھواتے ہوئے اس نے آہستگی سے وہ چپکنے والا چھوٹا سا کیمرہ اس کے تعویذ پر لگا دیا تھا۔

وہ 13 دسمبر کی رات تھی۔ باہر بارش ہو رہی تھی۔ مطلع ابر آلود تھا۔ علی رات گئے گھر واپس آیا تھا۔ ہسپتال کی فرنشنگ ہو رہی تھی، اس لیے اسے دن میں دو بار ہستال کا چکر لگانا پڑتا تھا۔ وہ گھر داخل ہوا ہی تھا کہ اسے بچے کی رونے کی آواز آئی۔ وہ بھاگ کر لاؤنج میں آیا تو آیا اس کا بیٹا گود میں اٹھائے گھوم رہی تھی۔

"یہ سویا نہیں آج؟"

"سو گیا تھا جی۔ پر پھر اچانک ہی اٹھ گیا۔ بہت رو رہا تھا۔ ابھی میں نے دودھ بھی پلایا ہے، صاحب۔ پر چپ ہی نہیں کر رہا۔"

علی نے بیگ ایک طرف رکھا اور ارحم کو گود میں لیا تھا۔ وہ پانچ مہینے کا چھوٹا سا بچہ اس کی گود میں آکر مزید رونے لگا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ چھوٹا سا گیند کی جسامت کا چہرہ پانی و پانی ہو رہا تھا۔

"اقرا ہوتی تو وہ اسے زیادہ اچھے سے سنبھال لیتی ناں، آیا جی۔"

وہ روتے ہوئی ارحم کو خاموش کراتے ہوئے بے خیالی میں آیا سے کہہ گیا تھا۔ آیا کیا کہتی، وہ چپ چاپ وہاں کھڑی رہی۔ علی نے اسے سینے سے لگایا اور بیڈ روم میں آگیا۔ وہ بچہ یقیناً ٹھنڈ لگنے کے سبب جاگا تھا، جبھی تو علی کے گرم جسم سے جڑ کر خاموش ہو گیا تھا۔ علی اسے یونہی لے کر بیڈ پر بیٹھا۔ لیپ ٹاپ آن کیا۔ کیمرہ اس کے لیپ ٹاپ کے ساتھ منسلک تھا۔ اسے بے اختیار کیمرے کا آپشن دیکھ کر کیمرہ یاد آیا۔ اس نے جلدی سے کیمرہ چلایا۔ ساڑھے تین، پھر ساڑھے چار، ساڑھے

پانچ سے ساڑھے آٹھ۔ کچھ بھی غیر معمولی نہیں تھا۔اس نے سامنے دیوار پر لگے وال کلاک پر نظریں دوڑائیں اور کیمرے کی موجودہ ریکاڈنگ آن کی۔ وہ بس ایک منظر تھا جو اس نے دیکھا۔ وہ یقیناً رفیق تھا۔اس کا چہرہ کیمرے کے عین سامنے تھا۔

علی کو ایک دم جھٹکا سا لگا۔

کیمرہ تعویذ پر تھا اور تعویذ کے عین سامنے رفیق تھا۔

اس نے اپنے سینے سے لگے ارحم کو بیڈ پر چھوڑا اور فون اٹھا کر باہر بھاگا۔ بارش برس رہی تھی۔ گرج چمک کے ساتھ آسمان بے تحاشہ رو رہا تھا۔اسے بند کار کا خیال نہ رہا۔اس نے سپورٹس کار میں بیٹھتے ہی فون کان سے لگایا تھا۔ایک انجانہ خدشہ تھا۔اور کچھ بھی نہیں۔ پھر بھی وہ پریشان تھا۔

"ہیلو، پولیس اسپیکنگ۔"

"ہاں، ہیلو۔ہیلو۔میں۔۔۔۔میں ڈاکٹر علی حیدر بول رہا ہوں۔ مجھے مدد چاہیے۔ اے-وی بلاک ہاؤس نمبر 47 میں۔اسی وقت۔۔۔۔"

"ہولڈ آن سر، ہم آرہے ہیں۔"

اس نے فورس کو انفارم کر دیا تھا۔اس کے باوجود تیز ترین رفتار پر ڈرائیو کرتا اے وی بلاک، ہاؤس نمبر 47 پہنچا تھا۔گھر کے باہر رفیق قادر کی نیم پلیٹ لگی تھی۔ داخلی دروازہ اندر سے بند تھا۔ بارش میں بھیگا وہ ڈاکٹر اس رات ایک سات سالہ لڑکی کو بچانے کی خاطر دیوار پھلانگ گیا تھا۔اس قدر اونچی دیوار پھلانگنے کے باعث اس کے پیر میں موچ آئی تھی۔ وہ لنگڑاتا ہوا جل تھل پانی سے گزرتا، لاؤنج میں داخل ہوا۔

اس کے گیلے پیروں اور چپس ٹائلز کے درمیان فرکشن تقریباً ختم تھی۔ وہ پھسلتے پھسلتے بچا اور صوفے کا سہارا لیا۔اس سے پہلے کہ وہ آواز لگاتا، سامنے سیڑھیوں میں آہٹ ہوئی۔ علی نے سر اٹھایا۔وہ سات سالہ بچی عجلت میں سیڑھیاں اترتی آرہی تھی۔ان بے تحاشہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے ہوئے اس کا پیر پھسلا۔ وہ گیارھویں سیرھی سے رول ہوتی ہوئی، چیخ مارتی زمین پر آ گری۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس سانحے کے باوجود وہ اٹھی اور اپنی ٹانگ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ علی ششدر اسے دیکھ رہا تھا۔اس کے بال الجھے ہوئے تھے۔ پیروں میں جوتی بھی نہیں تھی۔اس کی شلوار کا ایک پائنچہ پیر تک گر رہا تھا اور دوسرا ٹانگ تک چڑھا رہا تھا۔اس کی سفید فراک کا گلا دائیں طرف کندھے کو ظاہر کر رہا تھا۔ تعویذ اب بھی اس کے گلے میں تھا۔

"علی۔"

وہ اسے پہچان کر چوٹ کی پروا کیے بغیر اس کی طرف بھاگی آئی اور اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی تھی۔ تبھی سیڑھیوں پر بھاری قدموں کی آوازیں ابھریں۔ کوئی نیچے چلا آ رہا تھا:

"واپس آ جا ماریہ۔ نہیں تو بہت مار کھائے گی، کمین کہیں کی۔"

ماریہ وہ آواز سن کر علی کی ٹانگوں سے اچھی طرح لپٹ گئی تھی۔ رفیق نیچے آتے آتے سیڑھیوں پر ہی رک گیا تھا۔ علی کو اس پر انتہا کا طیش تھا۔اس نے اپنی چوبیس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سالہ زندگی میں شاید ہی آج تک کسی کے لیے اپنے اندر اتنا قہر اور اتنی نفرت

محسوس کی تھی۔اسے اس رات رفیق قادر کے چہرے پر شیطان کا چہرہ نظر آیا تھا۔

اس ماس میں اسے انسان کی بجائے درندہ نظر آیا جو اس کی ٹانگوں سے لپٹی معصوم سی

تتلی کو لالچی نظروں سے تک رہا تھا۔

"یہاں سے چلا جاؤ ڈاکٹر۔یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔"

رفیق وہیں سے ڈھارا تھا۔علی نے یہ سن کر اپنے بازو جھکائے اور ماریہ کو گود میں

اٹھایا تھا۔اسے سینے سے لگا کر اس نے قہر آلود نظروں سے رفیق کو دیکھا:

"جا رہا ہوں۔"

www.novelsclubb.com

گویا وہ اسے لے کر جا رہا تھا۔

"ماریہ،اس کی گود سے اتر، کمینی۔پتا ہے ناں میں تیرا کیا حشر کروں گا۔"

ماریہ نے سختی سے آنکھیں بند کر لیں۔علی ماریہ کو لے کر پلٹا۔عقب سے رفیق

دوبارہ چنگھاڑا:

"اسے چھوڑ دے ڈاکٹر۔میں تجھے کہہ رہا ہوں ماریہ مجھے دے۔"

"پھر آ اور لے جا۔"

اس نے آہستگی سے جیب سے وہ سیاہ چیز نکال کر رفیق کو چیلنج کیا تھا۔رفیق لمحہ بھر کے لیے دم بخود رہ گیا تھا۔وہ پھول توڑ سکتا تھا۔درخت کو جڑ سے اکھاڑنا اس کے بس میں نہیں تھا۔آدھے گھنٹے تک وہ ایک پستول کے دم پر رفیق کو سیڑھیوں پر لیے کھڑا رہا تھا۔پولیس واقعی دیر سے آئی تھی۔لیکن جب آئی تھی تو رفیق علی کو گرفتار کر کے لے گئی تھی۔علی حیدر کو گواہ کے لیے بلایا تھا۔ماریہ اس کی گود سے اترنے کے لیے تیار نہیں تھی۔وہ اسے سینے سے لگائے پولیس اسٹیشن آیا تھا۔جو کچھ وہ جانتا تھا،جو کچھ وہ ثبوت کے طور پر جمع کر چکا تھا،وہ سب پولیس کے سامنے پیش کر کے اس نے رفیق قادر کے لیے سکیشن 375 کی سزا کی مانگ کی۔وہ اثرو سوخ کا مالک نہیں تھا لیکن اس کے حلقے کے لوگ اچھے پڑھے لکھے شہری تھے۔اگر زیادہ نہیں تو اسے جاننے والے لوگ کم بھی نہیں تھے۔

www.novelsclubb.com

----

4 جنوری کو رفیق قادر جیل چلا گیا تھا اور ماریہ رباب یتیم خانے۔ وہ ایک بار پھر خاموشی کی وادی میں جا گری تھی۔ علی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ ہسپتال مکمل ہونے میں ابھی کچھ عرصہ باقی تھا۔ وہ اپنی جمع پونجی ہسپتال پر لگا چکا تھا۔ سو اب اسے ڈبل محنت کی ضرورت تھی۔ کلینک اور ارحم۔ وہ دو چیزیں اس کی زندگی میں رہ گئی تھیں جب ایک دن اسے ماریہ کا خیال آیا۔ آج جو تھا ہفتہ تھا۔ اسے یتیم خانے میں تقریباً ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ وہ اس سے ملاقات کرنے گیا تو وہ اسے دیکھتے ہی کسی پالتو بلی کی طرح اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی تھی۔ اس نے علی سے کوئی شکوہ نہیں کیا تھا۔ اسے اپنی حالتِ زار کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ لیکن جو علی نے دیکھا، وہ اس پر گہرا اثر چھوڑ گیا تھا۔ شاید اس نے اس کے چچا کو جیل بھجوا کر غلطی کر دی۔ لیکن وہ اس کا چچا تو نہیں تھا۔ درندہ تھا جو محض اس کا فائدہ اٹھا رہا تھا۔ تو کیا اس نے اسے یتیم خانے ڈال کر غلطی کر دی؟

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ 14 فروری کو اسے یتیم خانے سے نکال کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔اس نے بے خیالی میں کیا دن چُنا تھا۔ارحم سے ماریہ کی وہ پہلی ملاقات تھی۔چھے مہینے کا دودھ پیتا،رُوندو بچہ۔وہ ماریہ کو بہت الگ لگا تھا۔لیکن وہ دیکھ رہی تھی کہ علی اس سے محبت کرتا تھا:

"میرا بیٹا ہے ماریہ۔دیکھو،کتنا چھوٹا سا ہے۔"

اس نے نرمی سے ارحم کو سینے سے لگاتے ہوئے ماریہ کو دکھایا تھا۔وہ کچھ دن اس نئے گھر سے غیر مانوس رہی تھی۔کچھ عرصے علی سے جھجکی تھی۔پھر آہستہ آہستہ نارمل ہونے لگی تھی۔وہ ابھی بھی سکول جاتی تھی۔وہ اب اس کا گارجین تھا۔ارمان سمیت سب لوگ جان گئے تھے کہ وہ ماریہ کو اپنے گھر لے گیا ہے۔

ارمان بڑا پُرجوش تھا۔اس نے علی سے کہا تھا:

"اب تجھے دو بچے پالنے پڑیں گے۔ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔"

وہ ہنستے ہوئے علی کو کہہ رہا تھا۔علی نے نفی میں سر ہلایا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اب مجھے دو بچے پالنے پڑیں گے۔ایک بیٹا اور ایک بیوی۔"

زمیں زاد

یتیم خانے کے منتظم نے اس سے بارہا شکایت کی تھی لیکن علی مصروفیت کے سبب ملاقات کا وقت نہیں نکال پا رہا تھا۔وہ ہر مہینے ایک خطیر رقم صرف ماریہ کے لیے بھیجتا تھا لیکن معاملہ پیسوں کا نہیں تھا۔

"وہ بچی نہیں آفت ہے سر۔"منتظم پریشان تھا:

"دن میں گم سم رہتی تھی۔کسی سے گھلتی ملتی نہیں ہے لیکن رات کو مسلسل روتی ہے۔دلدوز چیخیں مارتی ہیں۔وہ بچوں کو ڈراتی ہے۔سب کی نیند خراب کرتی ہے۔ باقی بچے اس سے ڈرنے لگے ہیں سر۔اس ایک بچی کی وجہ سے پورے یتیم خانے کا ماحول خراب ہو رہا ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

علی پریشان ہوا لیکن اس بے بات سنبھالنا چاہی تھی۔ وہ اصل وجہ نہیں بتا سکتا تھا لیکن اتنا کہہ گیا:

"اس نے حال ہی میں اپنے ماں باپ کا کھویا ہے عمیر صاحب۔ یہ صدمہ کم ہے کیا؟"

"یہاں تو سب نے ہی اپنے والدین کو کھویا ہے۔ لیکن یہ بچی تو۔۔۔"

"آپ اسے کسی ٹیچر کو سونپ دیں۔ اسے کہیں کہ اس کی پڑھائی پر توجہ دے۔"

اس نے جان چھڑانی چاہی لیکن منتظم ہچکچا گیا تھا:

"ٹیچر تب پڑھائے گا جب بچہ پڑھنا چاہے گا۔ وہ دھیان نہیں دیتی سر۔ خالی نظروں سے سب کو گھورتی رہتی ہے۔"

علی سمجھ گیا تھا کہ پیسہ ہر مسئلے کا حل نہیں ہے۔ چار مہینے ہو گئے تھے اور ہر مہینے منتظم یہی شکایتیں لے بیٹھتا تھا۔ علی کو غصہ بھی آیا۔ وہ ایک بچی پر اپنا سارا پیسہ لٹا رہا ہے اور بچی یوں اس کا نام خراب کر رہی ہے۔ جمعرات کی شام کو وہ فارغ تھا تو ارحم

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کو آیا کے سپرد کر کے یتیم خانے آیا۔ ماریہ اسے دیکھ کر دوڑی چلی آتی تھی۔ وہ اب بھی بھاگی آئی تھی۔ مسکراہٹ غائب تھی، چہرے پر خوشی کے آثار بھی نہیں تھے لیکن وہ اس کے قریب پہنچ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی تھی۔ وہ لمحہ تھا جب علی نے محسوس کیا کہ وہ بے حد نحیف و نزار، بے حد کمزور، پہلے سے بھی زیادہ دبلی پتلی اور سانولی ہو گئی تھی۔ علی نے اسے جھک کر اٹھایا تو اس کی کمزور ہڈیاں اس کے بازوؤں میں چبھ گئی تھیں۔

وہ چپ تھی۔ جیسے کبھی بولی ہی نہیں تھی۔

"انکل کہتے ہیں تم انہیں تنگ کرتی ہو۔"

اس نے کئی باتیں کہیں، شکوے کیے، ہلکے پھلکے انداز میں سرزنش کی، اسے بہلانا چاہا لیکن ماریہ کی نظریں نہیں اٹھیں، اس کی آواز نہیں نکلی۔ پھر آخر میں بس اتنا سنائی دیا:

"سس۔۔۔ سوری۔"

www.novelsclubb.com

علی سٹپٹا گیا۔ پھر کچھ نرم پڑا۔ بچی کے کپڑے صاف تھے۔ انتہائی صاف جیسے اس کے آنے کی خبر سن کر ابھی ابھی بدلوائے گئے تھے۔ چہرہ بھی دھلا تھا لیکن کئی دنوں کے زخم ابھی نظر آرہے تھے۔ علی کا دل ایک لمحے میں بدلا تھا۔ اسے چار منٹوں میں اس جگہ پر کوفت کا احساس ہونے لگا تھا تو اسے چار مہینوں میں کیوں نہ ہوتا۔

"کیا تم یہاں نہیں رہنا چاہتیں؟" اس نے نرمی سے ماریہ کے ہاتھ تھامے۔ ماریہ خاموش تھی۔ سر جھکائے ہوئے تھی اور پھر اچانک علی کے دونوں ہاتھوں پر گرم آنسو ٹپ ٹپ گرے تھے۔

"ماریہ۔" اس کی آواز شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہوگئی تھی۔ اس نے ماریہ کو دونوں بازوؤں میں بھر کر گود میں بٹھا لیا تھا:

"مجھے بتاؤ، یہاں نہیں رہنا میری جان؟"

"مجھے۔۔۔مجھے اپنے گھر۔۔۔اپنے گھر جانا ہے۔"

www.novelsclubb.com

"وہاں کیسے رہو گی ماریہ ؟ اکیلے کیسے رہو گی ؟" علی متفکر تھا۔ ماریہ نے اس کے سینے اور اپنے جسم کے درمیان پھنسے بازوؤں کو کھینچ کر ان سے اپنی آنکھیں رگڑیں تھیں :

"مجھے نہیں پتا۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔ یہاں نہیں رہنا۔" وہ اب بلک بلک کر رو رہی تھی :

"یہاں سب گندے ہیں۔ وہ زور زور سے ہنستے ہیں۔ گندی باتیں کرتے ہیں، لڑتے ہیں اور چیختے ہیں۔ مجھے یہاں نہیں رہنا۔ مجھے میرے گھر چھوڑ آؤ۔" پھر اس نے اپنا سر اٹھایا تھا۔ دونوں گیلی آنکھیں گھما کر علی کی آنکھوں میں ڈالی تھیں :

"پلیز۔ پلیز علی۔ مجھے گھر جانا ہے۔"

علی اس ادائے معصومانہ پر ساکت رہ گیا تھا۔ کیا وہ ظالم تھا؟ وہ اپنا احتساب کرنا چاہتا تھا جو اس وقت ناممکن تھا۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن الفاظ ادا نہیں ہو سکے۔ وہ سات سالہ لڑکی اس قدر نازک تھی، وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اپنا مقام پہچانتی تھی۔اپنا منفرد پن برقرار رکھنا چاہتی تھی لیکن وہ اسے یہاں دلدل میں چھوڑ گیا،اسے مرنے کے لیے چھوڑ گیا۔

"میرے ساتھ چلو گی؟"اس نے نرمی سے اس کی تھوڑی اونچی کرتے ہوئے پوچھا:

"میرے گھر چلو گی؟"

ماریہ کچھ دیر ہچکیاں لیتی رہی۔سوچتی رہی۔

"وہ۔۔۔وہ بھی گندا ہے؟وہاں بھی گندے بچے ہیں؟"

"نہیں۔وہاں صرف میں ہوں اور میرا بیٹا ہے۔تم وہاں جانا چاہتی ہو؟وہاں رہنا چاہتی ہو؟"

ماریہ نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔علی نے اب اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھے تھے:

"میں تمہیں اس وقت تمہارے گھر نہیں چھوڑ سکتا ماریہ۔میں تمہیں اکیلے نہیں

چھوڑ سکتا۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں چوٹ نہیں پہنچاؤں گا۔ تم جو چاہو گی وہ کر سکو گی۔ جہاں جانا چاہو گی، وہاں جا سکو گی۔ تم ابھی چھوٹی ہو ماریہ۔ تمہیں ابھی پڑھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرنا، کچھ نہیں سوچنا۔"

پھر اس نے بھی اسی انداز میں گردن موڑ کر آنکھیں پھیلائی تھیں:

"میں تمہیں اپنا گھر دکھانا چاہتا ہوں ماریہ۔ میرے ساتھ چلو پلیز۔۔۔ پلیز!!!!"

اس کا گھر کیا، شیش محل تھا۔ سیلنگ کا نظارہ کرتے کرتے اس کی گردن دکھنے کو آگئی تھی لیکن نظارے حسین تھے۔ اس کا گھر ماریہ کے تصور سے بھی زیادہ بڑا تھا۔ وہ ابتدا میں جھجھکی تھی، اس کے کہنے کے باوجود بھی لاؤنج کے سنگل صوفے پر بیٹھی رہی تھی لیکن جب علی اس کے لیے آئس کریم اور دوسری چیزیں منگوانے اٹھا تو تجسس نے رکنے نہیں دیا۔ وہ اٹھ گئی اور گھر کے ایک ایک کونے میں گھومنے لگی۔ ہر چیز کو بغور دیکھنے لگی۔ اس نئے گھر کا طلسم عجیب تھا۔ وہ یتیم خانے کی ہر

تکلیف بھول گئی تھی۔

جھومتے جھومتے وہ سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی۔ پھر یکلخت سیڑھیوں پر بیٹھ کر چمکتے شیشوں کو دیکھنے لگی۔ اسے سب بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ وہ ایک ایک چیز اٹھا کر دیکھنا چاہتی تھی لیکن اتنا سلیقہ تھا کہ ایسا کرنا غلط ہو گا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی بیش قیمت اور متعدد شیشے کی رنگا رنگ بوتلوں کو دیکھ کر اس کا دل للچا گیا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ہاتھ بڑھا کر اس نے ایک اٹھالی اور اسے مبہوت نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"تو تم یہاں ہو چھوٹی چورنی۔" ماریہ نے اس کی قدموں کی آہٹ نہیں سنی، اسے بس آواز آئی تھی:

"میں تمہیں پورے گھر میں ڈھونڈ رہا ہوں جان۔"

اور اس کی آواز کا ارتعاش کچھ ایسا تھا کہ شیشے کی بوتل اس کی ہاتھوں سے زمین کا سفر کر گئی تھی۔ چھناکے کی آواز کے ساتھ ہی ماریہ کا دل بھی ٹوٹا تھا۔ ایک دلدوز چیخ اس کے حلق سے برآمد ہوئی۔ کمرے میں داخل ہوتا علی گھبرا گیا تھا۔ اس نے آئس

کریم کا کپ بیڈ پر رکھا اور فوراً آگے آیا۔ماریہ حواس باختہ تھی۔ علی نے اسے شیشے کی کرچیوں سے بچانے کے لیے گود میں اٹھایا۔

"مم۔۔۔میں نے جان کر نہیں۔۔میں بس۔۔۔"

"وہ بوتل مجھ سے بھی ایک بار گر گئی تھی۔ کوئی بات نہیں۔"

اس نے ماریہ وہ بیڈ پر لا چھوڑا۔ماریہ ابھی تک سہمی ہوئی تھی۔وہ بیڈ کے ایک کونے میں سمٹ گئی۔ علی نے آئس کریم کا کپ اس کے سامنے رکھا تھا۔ماریہ اسے تکتی رہی۔

"میں نے۔۔۔میں نے کیا توڑا؟"

"اونہہ۔ وہ بس ایک سستا سا پرفیوم تھا۔" علی کا موڈ خوشگوار تھا۔ماریہ نے سر جھکا لیا۔

"کھاؤ، آئس کریم کھاؤ۔"

ماریہ کے ہاتھ ڈبے تک سفر کر گئے۔اس نے ڈھکن کھولا۔ایک بار سعی کی، پھر

دوسری کوشش کی، تیسری کوشش کی اور چوتھی کوشش پر وہ ہار گئی۔ علی دیکھ رہا تھا۔ مسکرا رہا تھا:

"مجھے کہہ دو کہ کھول دوں۔"

ماریہ ہچکچائی۔ نظریں جھکا کر ڈبہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ علی کھولنے لگا اور اس دوران ماریہ کی نگاہیں ڈریسنگ ٹیبل پر ٹِک گئیں۔

"اتنے سارے پرفیوم۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا:

"میں نے اگر ایک توڑ بھی دیا تو کیا نقصان ہو گیا۔"

لیکن وہ دل ہی دل میں پشیمان بھی تھی۔

"علی۔" وہ علی کو دیکھ رہی تھی۔ علی نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ سر جھکا گئی:

"سو۔۔۔سوری۔"

علی نے ایک گہرا سانس لیا۔ آئس کریم کا ڈبہ ایک طرف رکھا اور دونوں ہاتھ

پھیلائے:

"یہاں ہاتھ رکھو۔"

ماریہ نے اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے۔ علی نے بہت نرمی اس انہیں مٹھی میں بند کر لیا تھا:

"تمہیں سوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے ماریہ۔ غلطیاں سب کرتے ہیں لیکن میں یقین ہوں تم ہر غلطی سے پاک ہو۔ یہ گھر تمہارا ہے۔ یہاں کی ہر چیز تمہاری ہے۔"

"میری تو نہیں ہے۔ میری کب ہے؟"

وہ بوکھلا گئی۔

"اب سے ہے۔ اور ہمیشہ کے لیے ہے۔"

ماریہ کچھ سمجھ نہیں رہی تھی۔ سب اس کا ہے۔ سب ہمیشہ کے لیے اسکا ہے۔ وہ جملے کی تشریح نہیں کر پائی لیکن۔۔۔ پلٹ کر ڈریسنگ ٹیبل کو دیکھا۔۔۔۔۔

سارے پرفیومز اس کے ہیں۔اور وہ مسکرا دی۔پھر سر جھکا کر مسکرا دی کہ کہیں علی نہ دیکھ لے اور علی۔۔۔اسے پتا تھا اسے سب سے پہلے کیا کرنا ہے۔

ارمان کو گہرا شاک لگا۔ارمان کی طرح اس کے ہر دوست،ہر جاننے والے شخص کو شاک لگا۔وہ ماریہ کو گھر لانے کے چودہ دن بعد کا انکشاف تھا جو آج ارمان پر ظاہر ہوا تھا۔

"یعنی تو نے اس سے شادی کر لی۔"

"ہاں۔"وہ اطمینان سے کہہ گزرا تھا۔

"تو نے۔۔۔ایک سات سال کی بچی سے شادی کر لی؟"ارمان کو گہرا صدمہ تھا۔

علی کو وہ ناگوار گزرا۔اس نے دلیل کچھ یوں دی تھی:

"میں نے اس کے ہر قسم کے اخراجات اٹھانے ہیں۔اب باپ بن کر اٹھاؤں،بھائی بن کر یا شوہر بن کر،کیا فرق پڑتا ہے۔"

"تم تو اقرا کے سوا کسی کے بارے میں سوچتے بھی نہیں تھے، علی۔ یہ فیصلہ کیسے لے لیا؟"

شیریں نے اسے بہت حیرت سے دیکھا تھا۔ وہ جواباً خاموش رہا تھا۔

"اگر تجھے شادی کرنی ہی تھی تو کسی ہم عمر لڑکی سے کرتا ناں۔" ایک اور دوست نے کہا تھا۔

"میں نے اپنا دل بہلانے کے لیے شادی نہیں کی۔ مجھے بس کوئی ایسا چاہیے جو مجھ سے باتیں کر سکے۔ ارحم ابھی نہیں کر سکتا۔ سو میں ماریہ کو لے آیا۔"

"تو اس کو اپنے ارحم کی بہن بنا سکتا تھا علی، شادی کی کیا ضرورت تھی یار۔"

"کیوں؟ اسے ارحم کی بہن کیسے بنا لیتا؟ کیا وہ میرے لیے نامحرم نہیں تھی؟"

"ہاں جب شادی کی بات آتی ہے تو ان جیسے لوگوں کو بھی دین یاد آجاتا ہے۔"

"تو نے اسے بتایا؟ ماریہ کو بتایا کہ تو نے اس سے شادی کی ہے؟"

وہ جواباً چپ رہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے ہر کسی کے اعتراض پر دلیل نہیں دی۔ تھی۔ البتہ ارمان نے جب پوچھا تو بس اتنا کہا:

"مجھے اس لڑکی سے کوئی جسمانی غرض نہیں ہے۔ وہ صرف میری دوست ہے۔ مجھے نہیں پتا کیوں لیکن میں اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنی ہر چیز اس کے نام کردی ہے کیونکہ میں۔۔۔ اسے ہر شے کا مالک دیکھنا چاہتا ہوں۔ اسے خوش دیکھ کر مجھے خوشی ملتی ہے اور میں یہ اچھے سے جانتا ہوں، میر سوا اسے کوئی خوش نہیں رکھ سکتا۔"

اس کا نام بھی ماریہ علی کر دیا تھا۔ اس کی ہر سکول فائل پر اس کا لاسٹ نیم بھی تبدیل کرایا تھا۔ وہ پہلے پہل اسے علی بھیا کہہ کر پکارتی تھی۔ علی نے اسے ہر بار ٹوکا۔ رفتہ رفتہ وہ اسے علی کہنے لگی۔ آپ آپ سے تم تم پر آگئی۔ اس کو ہر بات بتانے لگی۔ اس سے ہر بات کرنے لگی۔ اگلے پانچ مہینوں میں ہسپتال بھی مکمل ہو گیا تھا۔ ہسپتال کے افتتاح کی پارٹی اس کے ایک ساتھی کولیگ ڈاکٹر نے اس کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ساتھ مل کر رکھی تھی۔اس کے سارے دوست اپنی بیویوں کو لے کر وہاں پہنچے تھے۔تب پہلی بار وہ ماریہ کو یوں لے کر کہیں گیا تھا۔

وہ ابھی بس آٹھ سال کی تھی۔وہ اسے عورتوں والے حصے میں چھوڑ کر خود جینٹس حصے میں آگیا تھا۔اس کے سب دوست وہیں تھے۔لیکن ماریہ،وہ چپ چاپ ایک ٹیبل پر بیٹھی تھی۔اس کے ارد گرد ہر قسم کی،ہر عمر کی لڑکی پھر رہی تھی۔ان میں سے کسی کو اس سے لینا دینا نہ تھا۔وہ خود کو بہت اکیلا محسوس کر رہی تھی۔تب علی نے اسے سب سے الگ تھلگ عورتوں کے دور ایک چیئر پر سر جھکائے بیٹھے دیکھا۔ وہ ارحم کو اقرا کی دوستوں سے ملوانے اس حصے میں آیا تھا کہ اسے ماریہ نظر آئی۔وہ فوراً اس طرف لپکا تھا:

"سنو وائٹ۔"اس کی ییلو سکرٹ اور بُلو بلاؤز دیکھ کر وہ بے ساختہ بولا تھا:

"کیا ہوا،ہاں؟"

"گھر چلیں؟"ماریہ نے علی سے کہا تھا۔

"کیوں بھئی؟ ابھی تو آئے ہیں۔" وہ اب اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک نظر ماریہ کو دیکھا، پھر ان باقی عورتوں کو۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ خود کو ان عورتوں میں ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی تھی۔

"چلو آؤ، میرے ساتھ آؤ۔"

اس نے ارحم کو گود میں اٹھا رکھا تھا، اس لیے ماریہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے جینٹس حصے میں لے آیا۔

"Dear fellows and Gentlemen, meet my wife, Maria."

اسے اس کا تعارف کرانے میں جھجک نہیں تھی۔ شاک کو پس پشت ڈالتے ہوئے، اس کے سب دوست اس آٹھ سالہ پیاری سی لڑکی کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے تھے۔ علی نے اب ارحم کو کرسی پر لٹا کر ماریہ کو گود میں بٹھا لیا تھا۔ وہ حسب معمول کچھ دیر اتنے آدمیوں کی کمپنی میں بھی جھجکی تھی، پھر نارمل ہو گئی تھی۔

"کس کلاس میں پڑھتی ہو، کیوٹی پائی؟"سب سے زیادہ محظوظ تو ارمان ہوا تھا۔

"تھری۔"

"بس تھری؟ میں تو تیرہ جماعتیں پڑھ چکا ہوں۔اور آپ کے ڈیئر علی تو بیس بائیس پڑھ چکے ہوں گے۔"

"بھائی کو کہو کہ میں ابھی چھوٹی ہوں،اس لیے تھری میں ہوں۔"

علی نے اسے جواب بتایا تو ماریہ نے اپنے سٹائل میں اسے تھوڑا موڈیفائی کر کے ترکی بہ ترکی ارمان کو جواب دیا تھا۔وہ اب فریش نظر آنے لگی تھی۔کئی بار تو علی وہاں سے اٹھ گیا تھا لیکن وہ اس کے دوستوں کے پاس بیٹھی رہی تھی۔رات بارہ بجے کے قریب وہ گھر واپس آئے تو علی پر نیا انکشاف کھلا تھا۔ماریہ بے حد چپ چپ تھی۔

"اب کیا ہوا میری سنو وائٹ کو؟"

وہ اس کے گال کھینچتے ہوئے اسے ہنسانے کی کوشش کر رہا تھا۔ماریہ ہولے سے مسکرائی۔گویا وہ مینٹلی ٹھیک تھی۔مسئلہ معمولی ہی تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"علی۔" اس نے آہستگی سے اس کے سامنے بیڈ پر گھٹنوں پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا:

"تم نے مجھے وائف کیوں کہا؟"

علی ٹھٹھکا۔اسے یاد آیا کہ اس نے تعارف کراتے ہوئے وائف کا لفظ استعمال کیا

تھا۔

"کیونکہ تم میری بیوی ہو۔"

"میں؟" اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"ہاں۔"

ماریہ کچھ دیر سوچ میں محو رہی تھی۔پھر آہستگی سے بولی تھی:

"میں ارحم کی ماما ہوں؟"

علی اس استفسار پر دھیرے سے مسکرایا۔اس کے سامنے آبیٹھا اور کی دونوں پونیاں

نرمی سے دونوں ہاتھوں میں تھام لیں:

"نہیں۔تم بس میری بیوی ہو۔کیا تمہیں اچھا نہیں لگا؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"پتا نہیں۔"

وہ سر جھکا گئی تھی۔ علی نے پھر اسے کچھ نہیں کہا تھا۔ لیکن کچھ دنوں بعد ہی وہ خود ہی ایک بار پھر اس سے بے تکلف ہو گئی تھی۔ وہی باتیں، وہی انداز۔۔۔۔

وہ اب اسے رونے نہیں دیتا تھا۔

اس کی ہر خواہش لبوں پر آنے سے پہلے بھی پوری ہو جاتی تھی لیکن علی کو کبھی کبھار کوفت بھی ہوتی کہ وہ خود سے کچھ کیوں نہیں مانگتی۔ رفتہ رفتہ یہ جھجھک بھی ختم ہوئی۔ وہ بھی جیسے یادداشت کے نہاں خانوں سے سب وحشت ناک یادیں کھرچنا چاہتی تھی۔ وہ پر اعتماد بھی ہو گئی تھی۔ علی کے دوست اس کے بھی دوست تھے۔ ہسپتال کا عملہ اس سے واقف تھا۔ سب اس کی میٹھی میٹھی باتوں سے دل بہلاتے تھے۔ لیکن علی حیدر کے احترام میں اس بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پہلے پہل اس کو سکول چھوڑنے کی ذمہ داری علی نے خود سنبھالی۔اس کے سواوہ ویسے بھی کہیں نہیں جا سکتی تھی۔اس کے بغیر سکول میں دن گزارنا بھی بہت مشکل تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ تمہیں کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچنا۔تم نے صرف پڑھنا ہے ماریہ۔باقی سب مجھ پر چھوڑ دو۔ تمہیں جو چاہیے مجھے کہو۔میں نے تمہاری خواہشات کیسے پوری کرنی ہیں،وہ مجھ پر چھوڑ دو۔میں ارحم کے لیے سب کر سکتا ہوں۔میں تمہارے لیے بھی سب کروں گا۔"

اور اس نے سب علی پر چھوڑ دیا تھا۔وہ زندگی کے حسین ترین دن تھے۔لیکن رخنہ ہر شے میں آ جاتا ہے۔ہر منظر بگاڑ جاتا ہے۔وہ اس دن بہت روئی تھی۔بلک بلک کر روئی تھی:

"وہ سب بہت بری ہیں،بہت گندی ہیں۔"وہ علی کے سینے میں چھپی آنسو پونچھ پونچھ کر بتا رہی تھی۔اپنی دوستوں کے قصے سنا رہی تھی:

"وہ مجھے چھیڑتی ہیں۔مجھے کہتی ہیں کہ میں ایک گندی لڑکی ہوں، تبھی تو میری شادی ہو گئی ہے۔پھر وہ مجھے دیکھ کر گندے گندے منہ بناتی ہیں۔مجھ سے عجیب عجیب سوال کرتی ہیں۔مجھ سے۔۔۔مجھ سے پوچھتی ہیں کہ میرا بے بی کہاں ہے۔"

وہ چپ چاپ سنتا رہا۔ماریہ نے خوب دل کی بھڑاس نکالی اور پھر یونہی سو گئی۔اگلے دن جانے کیا ہوا، جانے علی نے کیا کیا کہ وہ سب لڑکیاں اس سے معافی مانگنے آئی تھیں۔پرنسپل نے شاید ان سب کی سرزنش کی تھی۔ماریہ خوش تھی لیکن علی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا۔اس کا سکول بدلوا دیا۔ماریہ کی بہتری کے لیے وہ ہر موثر قدم اٹھا سکتا تھا۔بس ایک چیز تھی جس سے علی کو ماریہ سے بھی زیادہ محبت تھی۔

ارحم اس کی جان تھا۔

اس نے بچپن میں جب چلنا شروع کیا تھا تو ایک دفعہ سیڑھیوں سے گر گیا تھا۔اچھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خاصی چوٹ آئی تھی اور اگلے دو مہینے وہ بستر پر ہی پڑا رہا۔ ماریہ کو یاد تھا ان دو مہینوں میں علی نے اسے یکسر بھلا دیا، ہسپتال سے بھی جلدی واپس آجاتا۔ اس کی ضرورت ہوتی یا نہیں، وہ بس ارحم کے سرہانے بیٹھا رہتا۔ اس سے سو طرح کی باتیں کرنا، وہ سو رہا ہے تو اس کو بلا وجہ ہی تھپتھپاتے رہنا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ بچہ بولتا تو سب سے پہلے بابا نہ کہتا۔

ماریہ کو اس نے کبھی مما کہنے کی غلطی نہیں کی۔ علی بابا تھے اور ماریہ، ماریہ تھی۔ لیکن بچہ تھا، ماں کا یاد کرتا تھا۔ علی نے جب پہلی بار بہت نرمی سے اسے ماں کا تذکرہ کرنے پر حقیقت سے آگاہ کیا تھا تو وہ بلک بلک کر رو یا تھا، علی سے ناراض ہو گیا تھا، ماریہ کو منہ چڑا کر اپنے کمرے میں چھپ گیا تھا۔ اس نے دو دن تک علی سے بات نہیں کی اور یہ دو دن علی پر بھاری تھے۔

ماریہ کو بھی اس سے غیر معمولی سی انسیت محسوس ہوتی تھی۔ وہ ارحم علی پر جان چھڑکتا تھا تو ارحم ماریہ کو دوست کہتا تھا۔ ان کی زندگی مکمل تھی۔ رخنہ آنے کی دیر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی۔

ٹوٹا تارہ

The truth is here...

پورا دن ماریہ گھر سے نہیں نکلی تھی، نہ آفس، نہ سٹوڈیو، نہ شاپنگ، نہ گروسری کی خریداری۔ ہر وقت، ہر لمحہ، ہر پل وہ علی حیدر کے سامنے بیٹھی رہتی تھی۔ جیسے اس کی نگرانی کر رہی تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا تھا، ماریہ۔ میں اب بھی کچھ نہیں کروں گا۔ علی جھوٹ نہیں بولتا ماریہ۔"

وہ ماریہ کو مسلسل بیٹھا دیکھ کر اسے خود کہتا تھا۔ پولیس والوں کا کہنا تھا کہ اس نے بلیک پورش سے ایک پولیس والے کو ٹکر مار کر ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کا ایک ثبوت پولیس والے کا بیان تھا۔ دوسرا ثبوت علی کا رنگے ہاتھوں پکڑا جانا تھا۔ تیسرا ثبوت پورش پر پڑا ہوا ڈینٹ تھا۔

"علی نے کچھ غلط نہیں کیا ماریہ۔ علی سچ کہہ رہا ہے۔"

تبھی اس کے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ ارمان کی بیل تھی۔ اس نے فون کان سے لگایا:

"گھر پر ہو ماریہ؟"

"ہاں۔"

"علی ٹھیک ہے؟"

"ہاں۔ فون کس لیے؟"

"آسکتی ہو، ماریہ؟" ارمان پوچھ رہا تھا:

"وہ۔۔۔ اسسٹنٹ کمشنر آیا ہوا ہے۔ انٹرویو دینے کے لیے بھی راضی ہے۔"

اس نے ارمان کو فیصلہ نہ سنایا۔ البتہ علی بولا:

"علی کو معاف کر دوناں، ماریہ۔"

www.novelsclubb.com

"اچھا ارمان، میں آتی ہوں۔"

ادھر علی مسکرا اٹھا تھا۔

"تم جاؤ۔اور جب تم آؤ گی، تب علی تمہیں سرپرائز دے گا۔"

ماریہ کے چہرے پر البتہ مسکراہٹ نہ ظاہر ہوئی۔وہ اٹھی اور باہر نکلتی چلی گئی۔وہ علی کو اکیلا چھوڑنے کے خطرہ نہیں لے سکتی نہیں لیکن اس نے خطرہ اٹھایا۔شاید وہ علی کو آزما رہی تھی۔

اُشنہ جو نہی سکول سے باہر نکلی، ٹھٹک کر رہ گئی۔ارحم پورش لیے کھڑا تھا۔فون پر کسی سے بات بھی کر رہا تھا۔اُشنہ کا چہرہ ایک دم لال ہوا۔اسے دو راتوں پہلے والا واقعہ یاد آگیا۔وہ اسے نظر انداز کر کے آگے گزر گئی۔ارحم نے یقیناً اسے گزرتے دیکھ لیا تھا، تبھی وہ چیخا:

"اُشنہ۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اُشنہ، میں یہاں کھڑا ہوں۔"

اُشنہ نہیں رکی تو اس نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے تھاما۔ اُشنہ نے بازو نہیں چھڑایا۔ بس مڑی اور اسے خونخوار نظروں سے گھورا:

"ہاں۔ ہاں، پکڑو میرا بازو۔ اور اسی بازو سے دھکا دے کر پھر مجھے سڑک پر گرا کر چلتے بننا۔"

"کیا؟" ارحم ششدر رہ گیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئے مجھے دھکا دینے کی، ہاں؟ اور دھکا تو دور کی بات، میری آواز پر تم رکے کیوں نہیں۔ اور تو اور، تم سگریٹ بھی پینے لگے ہو۔"

"کیا بات کر رہی ہو اُشنہ۔ دیکھو آج مذاق مت کرو، میں پہلے ہی پریشان ہوں۔" وہ واقعی ایسے بات کر رہا تھا جیسے کچھ نہ جانتے ہو۔

"اچھا، پھر تمہارے گال پر کیا ہوا؟" اُشنہ نے رک کر اس کے گال پر بنے زخم کو دیکھا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم سنو گی تو بتاؤں گا ناں۔" اس نے مزاحمت کرتے ہوئے کہا:

"ابھی کچھ دیر پہلے جب میں ڈیونفورڈ کی طرف آ رہا تھا تو ایک کار سے ٹکر ہو گئی۔ کم بخت نے میری پورش کو ٹکر دے ماری۔ دیکھو، ڈینٹ بھی پڑ گیا ہے۔ اب مکینک کو فون کر رہا تھا کہ اسے اس کے پاس لے کر جاؤں۔ اور دیکھو، میرے چہرے پر ہی نہیں، اس کی وجہ سے ناک پر بھی زخم ہے۔"

اس نے ناک دکھانے کی خاطر چہرہ آگے کیا تو اُشنہ ایک دم پیچھے ہٹی۔ ارحم اس کو پیچھا ہٹتا دیکھ کر اور بے زار ہوا:

"کیا ہو گیا ہے، اُشنہ۔ اب تم تو میرے ساتھ ایسے مت کرو۔"

"تو، اس رات۔۔۔۔ وہاں سڑک پر، تو کیا وہ تم نہیں تھے۔"

"میں کیا میرے فرشتے بھی نہیں تھے۔ تمہیں کتنی بار بتاؤں کہ میں رات کو گھر سے تو کیا کمرے سے بھی باہر نہیں نکلتا۔ اندھیرے سے ڈر لگتا ہے مجھے۔۔۔۔"

اُشنہ کو شرمندگی محسوس ہوئی۔ شاید اس نے کسی اور کو اس جیسا سمجھ لیا تھا۔ ورنہ

www.novelsclubb.com

اتنا خوش اخلاق اور نفیس سا ارحم کیسے اسے سڑک پر دھکا دے کر بھاگ سکتا تھا۔ وہ اپنے ہی بھونڈے سے خیال پر ہنس دی۔

"چلو، اب اس زخمی پورش میں ہی ریسٹورانٹ چلتے ہیں۔ تمہیں فلیٹ ڈراپ کرنے کے بعد میں اسے مکینک کے پاس لے جاؤں گا۔"

اُشنہ نے سر ہلا دیا۔ اس نے ایک نظر پورش پر پڑے ڈینٹ کو دیکھا، پھر پورش میں بیٹھ گئی۔

وہ واقعی اسجد علیم تھا۔ کچھ لمحوں کے لیے ماریہ اسے پہچان نہ سکی۔ وہ، اُشنہ، ماریہ اور منال کالج میں اکٹھے ہی پڑھتے تھے۔ اسجد دو سال بڑا تھا، اس کے باوجود ان کے بیچ میں تھا۔ خلاف توقع وہ ماریہ سے بڑی گرم جوشی سے ملا تھا۔ فارمل انٹرویو کے بعد ماریہ نے اسے اُشنہ کے تعلق کے بارے میں بتایا۔

"ہاں ہاں۔ اُشنہ نے مجھے بھی بتا دیا تھا کہ ماریہ نمبر لے کر گئی ہے میرا۔ ایک لمحے کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تو میں جان نہیں سکا کہ کون ماریہ۔ پھر یاد آیا، ایک ہی تو ماریہ ہے۔"

اس دیکھ کر لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ اسسٹنٹ کمشنر ہے۔ یا شاید اس کا یہ انداز صرف دوستوں کے لیے تھا۔

"اور سناؤ ماریہ؟ تمہارے شوہر۔۔۔ کیا نام تھا ان کا؟"

"علی۔"

"ہاں۔ وہ۔۔۔ ڈاکٹر علی۔ وہ۔۔۔ وہ کیسے ہیں؟"

"زندہ ہیں۔" ماریہ آہستگی سے کہہ گزری تھی۔ اسجد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"کبھی میری مدد کی ضرورت پڑے تو مجھ سے رابطہ کر لینا۔ تم میرے لیے منال جیسی ہی ہو۔"

ماریہ خالی خالی نظروں سے اسے تکتی رہ گئی۔ اسے ضرورت تھی۔ کچھ مہینے پہلے علی حیدر کو بھی ایسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ لیکن تب کوئی شناسا اس کی حمایت میں

www.novelsclubb.com

کھڑا نہیں ہوا تھا۔وہ یہی سوچتی گھر آ گئی۔خالی خالی نظروں سے گیراج میں کھڑی پورش کو تکتی رہی۔پھر جونہی وہ اندر داخل ہوئی، چونک سی گئی۔وہاں شیلف کے پاس علی کھڑا تھا۔اس کے دائیں ہاتھ میں چھری تھی۔

"علی۔"

ماریہ ایک دم چیخی تو علی گھبرا کر پلٹا۔بے خیالی میں چھری اس کے ہاتھ سے چھوٹی تو بازو پر کٹ لگ گیا۔اس معمولی سے کٹ پر وہ دلدوز آواز میں چیخا اور ماریہ بھاگتی ہوئی اس کے قریب آئی۔زخم گہرا نہ تھا۔بس ہلکا سا کٹ ہی تھا۔

"چھری لے کر کیا کر رہے تھے؟"

ماریہ نے اسے گریبان سے پکڑ کر جھنجھوڑا تو علی ہکا بکا رہ گیا۔اس کی آنکھوں سے بے اختیار انسو نکل آئے۔ماریہ نے سنا، وہ کہہ رہا تھا:

"علی نے۔۔۔۔علی نے سوچا وہ ماریہ کی ہیلپ کر دے۔تو وہ۔۔۔۔۔وہ سبزیاں کاٹ رہا تھا۔"

ماریہ نے گھوم کر دیکھا۔وہاں شیلف پر ٹماٹر، آلو، گوبھی غرضیکہ ہر سبزی کٹی ہوئی پڑی تھی۔اس کا ہاتھ علی کے گریبان پو ڈھیلا پڑا اور وہ سسکی لے کر اس کے سینے سے لگ گئی۔اسے لگا تھا شاید وہ آج چھری لے کر سینہ چاک کرنے کی فراق میں تھا۔اسے لگا وہ آج خود کو ہی کاٹنے چلا تھا۔

"تم نے۔۔۔تم نے علی کو ڈرایا اور۔۔۔اور علی کو زخمی بھی کیا ماریہ۔"

وہ ماریہ کو بانہوں میں سمیٹنے کی بجائے اپنے کٹ لگے بازو کو دیکھ رہا تھا۔ماریہ کا لمس پا کر اس کے آنسو خشک ہو گئے تھے لیکن وہ اب بھی ناراض تھا۔ماریہ نے اس کے سینے سے سر اٹھایا اور اپنے آنسو صاف کیے۔

"چلو علی۔ہم باہر کھانا کھا کر آتے ہیں۔"

"نہیں۔علی گھر میں بنائے گا۔دیکھو، علی نے کتنی سبزیاں کاٹیں۔"

اس نے واقعی بہت محنت کی تھی۔کچن کی شیلف سبزیوں سے بھری ہوئی تھی۔ آگے پیچھے، ہر جگہ کٹی ہوئی سبزیاں تھیں۔

www.novelsclubb.com

"گھر میں بھی بنا لیں گے لیکن اب باہر چلتے ہیں، پلیز؟"

اس نے لجاجت سے کہا تو علی نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر باہر آئی اور گیراج سے بلوا سپورٹس کار نکالی۔

"ماریہ۔" علی کھڑا کہہ رہا تھا:

"میری پورش پر ڈینٹ کس نے ڈالا؟"

ماریہ نے چونک کر دیکھا۔ وہ پورش کے بالکل سامنے کھڑا پورش کو گھور رہا تھا۔ گویا اسے بالکل بھی یاد نہیں تھا کہ اس نے پولیس آفیسر کو اس پورش سے ٹکر ماری تھی۔

"کچھ نہیں ہوا علی۔ بس چھوٹا سا ایکسیڈنٹ تھا۔"

اس نے علی کو مطمئن کرنے کی خاطر جھوٹ بولا اور کار کا دروازہ کھول دیا۔ وہ فرنٹ سیٹ پر ماریہ کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ ماریہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ وہ ہمیشہ سے محتاط ڈرائیور تھی۔ اور کچھ عرصے سے تو وہ مزید محتاط ہو گئی تھی۔ اس نے

www.novelsclubb.com

آہستگی سے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور علی کو دیکھا۔وہ اس سے بے خبر کار کے شیشے سے باہر تک رہا تھا۔وہ مسکرائی اور چہرہ موڑ لیا۔یہی اس کا پلان تھا۔وہ علی کو اس کا ارحم واپس دینا چاہتی تھی۔تا کہ علی پھر سے علی حیدر بن جائے۔

وہ آج کافی عرصے بعد منال کے گھر آئی تھی۔اسجد وہاں نہیں تھا۔اُشنہ قریباً چار گھنٹے منال کے ساتھ ہی بزی رہی، لیکن وہ نہیں آیا۔

"وہ تو مصروف لوگوں میں سے ہو گئے ہیں،اُشنہ۔"منال کے لہجے میں بڑا رشک تھا:

www.novelsclubb.com

"ہم رہ گئے چھوٹے لوگ۔"

اُشنہ اس کی بات پر مسکرا دی۔اسے گھر واپس جانا تھا۔کافی رات ہو گئی تھی۔

"تم آج کل کہاں پھرتی رہتی ہو،اُشنہ؟"

منال کی بات پر اُشنہ چونکی۔اس نے نا سمجھی سے منال کو دیکھا تو منال مسکرائی:

"میں نے تمہیں اس دن شاپنگ مال کے باہر دیکھا تھا۔مجھے یقین ہے وہ تم ہی تھیں۔اور ابھی کل میں نے تمہیں ریسٹورانٹ میں دیکھا اور تم اکیلی نہیں تھیں اُشنہ۔"

اُشنہ کا دل دھڑکا۔ادھر منال پوچھ رہی تھی:

"تم نے مجھے اس سارے معاملے میں بے خبر رکھا،ہاں؟"

اب اُشنہ کے لبوں پر مسکراہٹ تیری۔اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے اور چہرہ موڑا:

"اب کیا میں سب کے سامنے اپنی محبت کے قصے بیان کروں۔"

"اوہوووو۔"منال کے منہ سے بڑی حیرت کے ساتھ اوہوووو نکلا تھا:

"کون ہے یہ محبت؟"

"کیوں بتاؤں تمہیں؟"اُشنہ نے ایک دم اسے جھڑکا:

"ویسے۔۔۔اسجد بھائی اسے جانتے ہیں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"سچ میں؟" منال چونکی:

"کیسے؟ اور اس کا نام تو بتاؤ۔"

اُشنہ کسی دلہن کی طرح نظریں جھکا گئی۔ "ارحم۔"

"پورا نام بتاؤ ناں۔"

"ارحم ہی اسکا نام ہے۔"

"بھئی، باپ کا نام بھی تو ہو گا۔"

اُشنہ کو تب محسوس ہوا، وہ ارحم کو کتنا تھوڑا جانتی تھی۔ اسے اپنی محبت کہہ رہی تھی اور اپنی محبت کے متعلق اسے مکمل علم بھی نہیں ہے۔ اسے اس وقت شدید کوفت کا احساس ہوا۔ منال کے لاکھ اصرار کے باوجود وہ اس کے گھر سے نکل آئی۔ منال نے اسے ڈراپ کرنے کی خاطر کار نکالنی چاہی تو اُشنہ نے منع کر دیا۔ وہ پیدل ہی پٹری پر چلتے ہوئے اپنے گھر کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ راستے میں اسے ارحم کے دوست کی فوڈ مارٹ نظر آئی۔ وہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ اسے وہ ریسٹورنٹ نظر آیا

www.novelsclubb.com

جہاں وہ اور ارحم کھانا کھانے جاتے تھے۔ پھر وہ اچانک ٹھٹکی۔

ایک بار کا دیکھا نظروں کا دیکھا ہو سکتا ہے۔ اشنہ نے آنکھیں مسلیں اور دوبارہ دیکھا۔ دوبارہ کا دیکھا یقیناً حقیقت سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں ریسٹورنٹ کے دروازے کے قریب گلدان کے پاس جیبوں میں ہاتھ دیاوہ شخص یقیناً ارحم ہی تھا۔ وہی چہرہ، وہی آنکھیں۔ بس اس کی آنکھوں پر چشمہ نہ تھا۔ اس کی ڈریسنگ بھی بے حد عجیب تھی۔ عام سی چیک کی ٹی شرٹ اور پینٹ۔ عام سے معمولی بوٹس۔ جیسے وہ گھر میں سبزیاں کاٹتا اٹھ آیا ہے۔

www.novelsclubb.com

"ارحم۔"

وہ اب چیختی ہوئی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ مخاطب اس کو یوں چیختا دیکھ کر ایک دم گھبرایا اور دو قدم پیچھے ہٹا۔ اُشنہ اسے ہٹتا دیکھ کر دو قدم مزید آگے بڑھی:

"جھوٹے کہیں کے۔ دیکھو، آج میں نے تمہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا۔"

وہ مسلسل بول رہی تھی جبکہ مخاطب آنکھیں پھاڑے، عجیب نظروں سے اسے دیکھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہا تھا۔ جیسے ابھی رو پڑے گا:

"کیا کہہ رہے تھے تم؟ مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔ میں رات کو کمرے سے باہر نہیں نکلتا۔ تم بہت بڑے جھوٹے ہو، ارحم۔۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پیچھے ریسٹورنٹ سے ایک عورت نکلی۔ بال کھولے، شال اوڑھے، وہ اس شخص کے عین ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

"اُشنہ۔" وہ اسے پہچان گئی تھی:

"تم یہاں؟ عجیب اتفاق ہے۔"

وہ اب مسکراتے ہوئے اُشنہ سے بات کر رہی تھی:

"میں اور علی یہاں ڈنر کرنے آئے تھے۔ تم اکیلی آئی ہو کیا؟ وہ تمہارے دوست۔۔۔ کیا نام تھا ان کا، وہ۔۔۔ ارحم، ہاں ارحم۔ وہ نہیں آئے؟"

اُشنہ حق دق سیڑھیوں پر کھڑی تھی۔ چاہ کر بھی وہ اس شخص کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹا پا رہی تھی جو ماریہ کو باہر آتا دیکھ کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا تھا۔

"علی۔" وہ زیرِ لب بڑبڑائی تو ماریہ نے اثبات میں سر ہلایا اور علی کا ہاتھ تھاما:

"یہ علی ہیں، میرے شوہر۔ڈاکٹر علی حیدر۔"

"شوہر؟" وہ شدید ڈائیلیما (تذبذب) میں تھی۔ علی کی آنکھوں کو بار بار دیکھتی تھی۔وہی جان نثار آنکھیں، شناسا سی آنکھیں۔

"ہاں۔شوہر ہیں میرے۔ لگتا ہے تم پہلے ہی مل لی ہو۔" وہ علی کے بار بار پیچھے ہٹنے پر سمجھ گئی تھی:

"آئی ایم سوری اُشنہ۔ میرے شوہر تھوڑے سے نروس ہیں۔خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔"

وہ جلدی سے علی کو وہاں سے لے جانا چاہتی تھی کیونکہ نہیں پتا کہ کب وہ رونا شروع کر دے۔اس نے اُشنہ سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور علی کو لے کر اسپورٹس کار کی طرف بڑھ گئی۔اُشنہ وہی کھڑی رہ گئی۔ حق دق، ساکت و جامد۔وہ اسی وقت فلیٹ تک پہنچی تھی اور فلیٹ لاک کر کے خود بستر میں گھس گئی تھی۔ارحم۔۔۔

علی۔۔۔شاید وہ اس جیسا نظر آتا تھا۔شاید اسے واقعی ہر شخص اب ارحم جیسا نظر آتا تھا۔اس نے فون آن کیا اور ارحم کا نمبر ملایا۔وہ بند تھا۔بند ہی جا رہا تھا۔

"مجھ سے شام چھے بجے ملو،ارحم۔تم نہ آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

اس نے میسج ٹائپ کیا تھا۔

اس رات علی بہت فریش تھا۔ماریہ کو یقین تھا کہ وہ ٹھیک ہوتا جا رہا ہے۔اس نے سونے سے پہلے شیلف پر پھیلی سبزیاں پیکٹس میں بند کی تھیں۔وہ بے حد خوش تھی۔علی صحت یاب ہونے کے قریب تھا۔اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی تھی۔

لیکن وہ جان نہیں پائی تھی کہ طوفان تو اب آنا تھا۔

ارمان سے جلدی چھٹی لے کر وہ پانچ بجے گھر واپس آ گئی تھی۔وہ آج علی کے ساتھ پکنک پر جانا چاہتی تھی۔

"تم تیار ہو جاؤ علی۔ہم آج بیچ beach چلتے ہیں۔وہاں پر میں نے۔۔۔۔"

لیکن بولتے بولتے اسے محسوس ہوا تھا، علی اس کی باتیں سن ہی نہیں رہا تھا۔ علی حیدر گھر میں ہی نہیں تھا۔ ماریہ کو deja vu ہوا۔ وہی کمرے، وہی جگہ اور وہ اسی انداز میں علی علی پکارتی ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک بھاگ رہی تھی۔ ارمان پہلا بندہ تھا جسے اس نے گمشدگی کے متعلق بتایا تھا۔

"میں نے کتنی بڑی غلطی کر دی ارمان۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی:

"وہ پہلے بھی یونہی غائب ہوا تھا اور میں نے دھیان نہیں دیا۔ مجھے اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا ارمان۔ مجھے اسے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ گھر میں نہیں ہے؟"

"وہ کہیں نہیں ہے ارمان۔ وہ چلا گیا ہے۔ جیسے وہ اس رات چلا گیا تھا۔"

وہ گیراج میں کھڑی بتا رہی تھی۔ سیاہ پورش گیراج میں موجود نہیں تھی۔

"کیا وہ فون اپنے ساتھ لے کر گیا ہے؟"

"فون۔" ماریہ نیند سے جاگی۔ بھاگتی ہوئی وہ لاؤنج تک آئی۔ علی کا فون ہمشہ صوفے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے منسلک ڈبے میں موجود رہتا تھا۔وہ فون تو استعمال کرتا نہیں تھا، سو وہ وہیں موجود رہتا تھا۔لیکن آج۔۔۔

"فون۔فون تو نہیں ہے، ارمان۔"

وہ ڈبے کو خالی دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔

"بس دو منٹ رکو، ماریہ۔میں کنٹیکٹس لگاتا ہوں۔اس کے فون میں جی پی ایس ہے ناں۔میں تمہیں اسکی لوکیشن سینڈ کرتا ہوں۔"

اس نے دو منٹ نہیں، چار منٹ انتظار کیا، چودہ منٹ انتظار کیا، چوبیس منٹ انتظار کیا۔اور تب اسے ارمان کا میسج آیا۔

"ٹیسٹی ریسٹورنٹ۔"

ماریہ دھک سے رہ گئی۔وہ کل ہی تو وہاں ڈنر کر کے آئے تھے۔

"وہ وہیں ہے ماریہ۔اس کی لوکیشن تبدیل نہیں ہو رہی۔تم ریسٹ کرو۔میں اسے لے آتا ہوں۔"

"نہیں۔نہیں، میں خود جاؤں گی۔میں اسے لے کر آؤں گی۔"

اس نے ارمان کی مدد نہیں لی تھی۔اسی بلو اسپورٹس کار میں بیٹھ کر وہ ریسٹورنٹ کی طرف بھاگی تھی۔

پانچ بج کر چالیس منٹ پر وہ ریسٹونٹ آ پہنچی تھی۔علاقہ سنسان تھا۔آس پاس کوئی نہیں تھا۔اس نے کار پارک کی تھی اور سڑک پر چلتی گئی۔اچانک ہی وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ریسٹورنٹ کے کچھ دور سڑک کنارے وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ماریہ نے ایک نظر اسے دیکھا تو نظر انداز کر دیا۔لیکن وہ دوبارہ دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔وہ علی حیدر تھا۔آنکھوں پر چشمہ لگائے وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔وہ سیاہ پینٹ اور اجلی سفید شرٹ میں ملبوس تھا۔حالانکہ ماریہ کو اچھی طرح یاد تھا وہ اسے ان حالوں میں گھر نہیں چھوڑ کر آئی تھی۔اس کا ڈریس اچھے سے پریس کیا گیا۔جوتے بھی پالش کیے گ ئے تھے۔اور تو اور، اسکا

چشمہ۔۔۔وہ چشمہ کس کونے کھدرے سے ڈھونڈلایا تھا۔

ماریہ کا دل چاہا اسے رنگے ہاتھوں پکڑلے۔لیکن وہ حیران پریشان اسے کھڑی دیکھ رہی تھی۔وہ کہیں سے بھی بھولا بھالا،دماغی مریض نہیں لگ رہا تھا۔اس کی لکِ اسے بے حد ہینڈسم دکھا رہی تھی۔وہ خوب نک سک سے تیار تھا۔وہ کچھ دور یونہی کھڑا رہا۔پھر اس نے پینٹ کی پاکٹ سے فون نکال لیا تھا۔اس میں مگن،اس نے ماریہ کو ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا تھا۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔وہ کھڑا رہا۔ماریہ کھڑی رہی۔وہ شاید کسی کے انتظار میں تھا لیکن ماریہ صدمے سے بے حال تھی۔پھر اسکی کی نگاہیں بلند ہوئیں۔ماریہ نے بھی اس طرف دیکھا۔وہاں بائیں جانب سے کوئی لڑکی پرس سنبھالے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔وہ فوراً چوکنا ہو گیا اور ٹیک چھوڑ دی۔ماریہ دم بخود رہ گئی۔وہ اس لڑکی کو اچھے سے پہچانتی تھی۔

"اُشنہ۔"وہ لڑکی کو پہچان کر ایک قدم آگے بڑھ گیا تھا:

"کیا ہوا ڈیئر، ایسے اچانک۔۔۔۔"

"ماریہ تمہاری بیوی ہے ناں۔"اُشنہ نے اچانک بم پھوڑا تھا۔وہ ایک لمحے کے لیے کچھ کہہ نہ سکا۔

"کک۔۔۔کون؟کون کیا ہے؟"

"جھوٹ مت بولو، ارحم۔"اُشنہ کی آنکھیں آگ برسا رہی تھیں:

"مجھے پتا چل چکا ہے۔تم نے رات کمال کا ناٹک کیا، ارحم۔یوں چپ کھڑے رہے جیسے مجھے پہچانتے ہی نہیں ہو۔یوں۔۔۔۔"

"ایک منٹ۔ایک منٹ۔"ارحم نے اچانک اسکی بات کاٹی تھی:

"تم کیا بولے جارہی ہو، اُشنہ۔میں تو یہاں کل آیا بھی نہیں۔اور میں تمہیں کتنی بار بتاؤں کہ میں رات کو گھر سے نہیں نکلتا۔مجھے اندھیروں سے۔۔۔۔"

"ہاں، ہاں پتا ہے کہ تمہیں اندھیروں سے ڈر لگتا ہے۔تبھی تو تم نے مجھے اندھیرے میں رکھا ہے۔تم ایک نمبر کے جھوٹے ہو ارحم۔اپنی بیوی کو بھی دھوکا دے رہے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہو اور مجھے بھی استعمال کر رہے ہو۔ تم انتہائی۔۔۔"

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا، اُشنہ۔" اس نے اچانک اُشنہ کو ٹوکا تھا۔ اُشنہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر واقعی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ جیسے اسے کسی شے کا علم بھی نہیں تھا۔ اُشنہ نے سنا، وہ کہہ رہا تھا:

"اس روز بھی تم نے نہ جانے کس کے قصور کا ذمہ وار مجھے ٹھہرایا۔ اور آج بھی تم مجھے نہ جانے کس کا شوہر سمجھ رہی ہو۔ تم میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتی ہو اُشنہ۔"

"چلو پھر۔ ریسٹورنٹ کے مالک کے پاس چلتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تم کل رات یہاں آئے تھے یا نہیں۔"

"مجھے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے اُشنہ کو بغور دیکھتے ہوئے فیصلہ سنایا تھا:

"مجھے پتا چل گیا ہے تم مجھ پر بھروسہ ہی نہیں کرتی۔"

ماریہ حق دق کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ شک تو اب اسے ہونے لگا تھا کہ کیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ واقعی علی حیدر ہے۔ کیا وہ واقعی وہی دماغی مریض ہے جو بات بات پہ ہکلاتا ہے۔ جو کسی کے سامنے آنے سے بھی ڈرتا ہے۔ جو اس کے علاوہ کسی کے آگے زبان بھی نہیں کھولتا۔ لیکن وہی دماغی مریض اس وقت بے لگام ایک لڑکی کے سامنے کھڑا اعتراف کر رہا تھا:

"میں تم سے محبت کرتا ہوں اُشنہ۔ تم پتا نہیں مجھے کیا سمجھ رہی ہو۔ میں ارحم ہوں۔ میں صرف تمہارا ہوں۔"

اُشنہ ایک لمحے کے لیے ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ ارحم نے اسے بغور دیکھا:

"میں نے تمہیں سب سچ بتایا ہے۔ میں تمہیں استعمال نہیں کر رہا۔"

"میں تمہیں بالکل بھی نہیں جانتی ارحم۔ تمہارے نام کے علاوہ مجھے تمہارے متعلق اور کچھ نہیں پتا۔" اُشنہ روہانسی ہو گئی تو ارحم نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے:

"میں ارحم ہوں۔ ارحم علی۔ میں سینتیس سال کا ہوں۔ میں نے گنگارام میڈیکل

کالج سے ایم بی بی ایس کیا ہے۔اور میں ایک سائیکیٹرسٹ ہوں۔مجھے اندھیروں سے ڈر لگتا ہے۔مجھے نہیں پتا کیوں، لیکن مجھے اندھیرے واقعی تکلیف دیتے ہیں۔ اور تم اُشنہ صادق، تم واحد عورت ہو جسے میں جانتا ہوں۔واحد عورت ہو جس سے میں محبت کرتا ہوں۔"

اس نے ابھی بھی بہت کچھ نہیں بتایا جیسے کہ وہ کہاں رہتا ہے، کیا کرتا ہے، جاب کہاں کرتا ہے،اس کے باقی رشتے دار وغیرہ وغیرہ۔اُشنہ نے بھی یہ سب نہیں پوچھا۔وہ ایک بار پھر ارحم کے چہرے پر چھائی توجہ دیکھ کر بے بس ہو گئی تھی۔وہ اس کے ہاتھ تھام کر اسے ایک کے بعد ایک دلائل دے رہا تھا۔

"میری کوئی بیوی نہیں ہے،اُشنہ۔تم جانے مجھ پر بھروسہ کیوں نہیں کر رہیں۔"

ماریہ نے بے بسی سے ریسٹورنٹ کے باہر رکھے گلدان سے ٹیک لگالی۔وہ علی حیدر، اس کا علی حیدر اب سامنے کھڑی عورت کے ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔سامنے کھڑی عورت اب سر جھکا کر کچھ کہہ رہی تھی۔اسے کچھ بتا رہی تھی جسے سن کر اندھیری

www.novelsclubb.com

اوٹ میں کھڑے علی حیدر نے اسے سینے سے لگا لیا تھا۔ وہ دونوں ماریہ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ماریہ دیکھ سکتی تھی۔ سب دیکھ سکتی تھی۔ اس کی آنکھیں سیلاب بہانے کے لیے بے تاب تھیں۔ لیکن وہ ضبط کیے کھڑی تھی۔

پھر کچھ دیر یونہی گزری۔ آخر اُشنہ نے اس کے سینے سے سر ہٹایا اور پیچھے ہٹ گئی۔ وہ شاید دوبارہ ملاقات کا وعدہ کر کے واپس جا رہی تھی۔ وہ دور جاتی رہی اور ارحم کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اب شام کے سائے ڈھلنے لگے تھے۔ ریسٹورنٹ کی بتیاں روشن ہو گئی تھیں۔ راڈ لیمپ بھی جل چکے تھے۔ سٹریٹ لائٹس روشن تھیں۔ ماریہ ساکت کھڑی تھی۔ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا رہی تھی۔ اور وہ بات بے بات رونے والا علی حیدر، وہی اندھیروں سے ڈرنے والا ارحم علی رات کے آٹھ بجے اندھیری اوٹ میں کھڑا تھا۔

ساڑھے آٹھ کے قریب وہ اندھیری اوٹ سے نکلا۔ لمبی سڑک پر گاڑیاں دوڑ رہی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھیں۔وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آہستہ آہستہ سڑک پر چہل قدمی کرنے لگا۔ماریہ بھی آگے بڑھی۔ایک مخصوص فاصلے سے وہ اس کے پیچھے چلتی گئی۔وہ علی کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔علی کی پشت اس کی جانب تھی۔وہ مخصوص رفتار سے چہل قدمی کرتا رہا۔پھر ایک چھوٹی سی دکان کے سامنے رکا۔ماریہ بھی رک کر دیکھنے لگی۔اس نے کسی شے کی طرف اشارہ کیا اور جیب سے کچھ نوٹ نکال کر سامنے رکھے۔اب ماریہ نے دیکھا۔وہ سگریٹ تھی جو دکاندار نے اسے تھمائی تھی۔باقی ماندہ ریزگاری بھی اس کی طرف بڑھائی جس کی طرف علی نے دیکھا تک نہیں۔

www.novelsclubb.com

پھر نو بج گئے۔علی منہ میں سگریٹ دبائے آگے آگے جا رہا تھا اور ماریہ اس سے چند قدم پیچھے۔اسے علی کے قریب دھویں کے مرغولے اٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔صاف ظاہر تھا کہ وہ سگریٹ پی بھی رہا تھا۔اب کے وہ ایک موڑ مڑا تو ماریہ نے دیکھا۔وہ دوبارہ اسی ریسٹورنٹ والی جگہ واپس آگئے تھے۔گھوم پھر کے علی

وہیں واپس آگیا تھا۔وہ سیاہ پورش کی طرف بڑھا تو ماریہ نے اس کا چہرہ دیکھا۔

وہ عجیب نظر آتا تھا۔اس چہرے پر نہ تو ارحم جیسی بشاشت تھی اور نہ علی جیسی

افسردگی۔نہ ارحم کی طرح وہ ہشاش بشاش نظر آرہا تھا اور نہ علی کی طرح حیران

پریشان۔وہ ایک سنگین اور سپاٹ چہرہ تھا۔کرختگی اور تلخی اس کے چہرے سے

عیاں تھی۔سگریٹ اب بھی اس کے منہ میں دبی تھی۔اس نے پورش کا اگلا

دروازہ کھولا اور بیٹھ کر پورش آگے بڑھائی۔ماریہ بھی جلدی سے اپنی کار میں بیٹھی

اور کار پورش کے پیچھے دوڑائی۔

اب کالونی کے آثار شروع ہو گئے تھے۔ماریہ دیکھ رہی تھی۔وہ واپس گھر آیا تھا۔

اس نے سیاہ پورش گیراج میں روکی اور باہر نکلا۔ماریہ کار لے کر باہر ہی کھڑی

رہی۔وہ کار سے نکلا تو سگریٹ اس کے منہ میں نہیں تھی۔نہ ہی چشمہ آنکھوں پر

تھا۔وہ اب گھر کے اندر جا رہا تھا۔ماریہ نے بھی کار گیراج میں کھڑی کی اور سیاہ

پورش میں جھانکا۔سیاہ چشمہ اور سگریٹ ڈیش بورڈ میں رکھی تھی۔

وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی اندر آگئی۔اس نے لاؤنج میں قدم رکھا اور دائیں طرف دیکھا۔لاؤنج میں صوفے پر علی حیدر لیٹا ہوا تھا۔وہی چیک شرٹ،وہی پینٹ۔جوتے پاؤں میں موجود۔چشمہ غائب۔آنکھیں بند۔گویا وہ سو چکا تھا۔ماریہ اس کے قریب آبیٹھی۔بیٹھی رہی۔رات گزر گئی۔صبح ہو گئی۔دن چڑھ گیا۔علی حیدر نے آنکھیں کھولیں۔ماریہ ابھی تلک اس کے سامنے بیٹھی تھی۔اسے دیکھ رہی تھی۔علی کے چہرے پر وہی مخصوص سی معصومیت موجود تھی۔اس نے ماریہ کو دیکھا اور جھینپا جھینپا سا مسکرایا:

"گڈ مارننگ،مارے یا۔۔۔"

ماریہ نے سسکی لی۔اس کی آنکھیں بے اختیار بھیگ گئی۔

ظلم پھر ظلم ہے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اجلی لمبی سڑک پر گاڑیاں دوڑتی جا رہی تھیں۔ سڑک خالی تھی۔ اسی لیے توریسنگ کا مزہ آرہا تھا۔ ارمان کی سفید مہران سب سے آگے تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک اور دوست تھا۔ باقی سب دور تھے۔ ارمان نے ممکنہ تیز رفتار میں کار بھگاتے ہوئے جی پی ایس پر نظر ڈالی۔ وننگ پوائنٹ قریب تھا۔ اس نے کار کی رفتار مزید تیز کر لی۔ اور اگلے چند لمحوں میں وہ چیک پوائنٹ پار کر گیا تھا۔ اپنی فتح کی خوشی میں اس نے نعرہ مارا اور کار ریورس میں موڑتے ہوئے باہر نکلا۔

"دیکھ الو کے پٹھے۔ میں جیت گیا ناں۔"

اس نے وکٹری کا نشان بناتے ہوئے پچھلی کار میں بیٹھے دوست کا مذاق اڑایا۔ وہ سیاہ پورش اس سے کچھ دور آکر رکی۔ اندر بیٹھے نوجوان نے برا سا منہ بنایا اور درمیانی انگلی دکھائی۔ ارمان ہنسا اور سیاہ پورش کے بونٹ پر آ بیٹھا۔

"چلو ڈاکٹر صاحب۔ آپ ہار گئے۔ اب ٹریٹ بھی دو۔"

کچھ ہی دیر میں وہ سب دوست ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ ارمان خوشی سے پھولے

نہیں سمارہا تھا اور علی حیدر منہ بسورے بیٹھا تھا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا یار۔ یہ ریسنگ تجھ جیسے سائیکیٹرسٹ کا کام نہیں ہے۔"

وہ مسلسل علی کو مذاق کا نشانہ بنائے ہوئے تھا۔ علی نے گھور کر اسے دیکھا، پھر ایک جھٹکے سے آگے جھکا اور ٹیبل پر رکھی ہلکی پیلی رنگ کی بوتل اٹھائی۔ ارمان بے اختیار چونکا:

"مت کر علی۔ تو نے ابھی گھر بھی جانا ہے۔ ڈرائیو کیسے کرے گا۔"

علی نے سنی ان سی کر دی۔ گلاس کے فوائد نظر انداز کرتے ہوئے بوتل منہ سے لگا لی۔ پھر اسے میز پر رکھا اور آگے کو جھکا:

"تم کہانیاں بنانے والے لوگ ڈاکٹرز کو ایزی مت لو۔" سب دوست اس کی طرف متوجہ تھے۔ وہ ڈاکٹر عارف جس نے کچھ عرصے بعد اس کی کٹی نسوں کی پٹی کرنا تھی، وہ بھی وہیں تھا۔ ادھر علی کہہ رہا تھا:

"میں، علی حیدر، پاگلوں اور سنکیوں کا دوست۔۔۔" اس کی آواز اب لڑکھڑا رہی

تھی۔صاف ظاہر تھا کہ شراب اثر دکھا رہی تھی:

"میں ایک معمولی سے جرنلسٹ،ارمان منیر کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ایک ریسنگ کمپیٹیشن میں علی حیدر سے جیت کر دکھائے۔"

"نہ کر علی۔تجھے پتا ہے ناں میں جیت جاؤں گا۔"ارمان نے مسکراتے ہوئے اسے باز رکھنا چاہا لیکن علی حیدر اس وقت خوب نشے میں تھا۔وہ آگے کو اٹھا اور ارمان کا گال سہلاتے ہوئے ہنسا:

"نہیں جانِ من۔میری پورش تیری دو سالہ پرانی مہران کو ہرا دے گی۔بول، لگائے گا شرط۔"

ارمان نے ایک نظر اس کے ہاتھ کو دیکھا۔باقی دوستوں نے میزیں بجا ڈالیں۔

ارمان نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ رگڑا۔علی ہنسا اور ہنستے ہوئے ووڈکا کی بوتل منہ سے لگا لی۔

لِونگ روم میں بیٹھا گیارہ سالہ ارحم رنگین کاغذوں اور کلر پنسلز میں گھرا ہوا تھا۔

اس کے گود میں اسکیچ بک تھی اور وہ وقفے وقفے سے ایک نظر سٹینسل پر ڈالتے

ہوئے ما کر ہاتھ میں تھامے ڈرائنگ کر رہا تھا۔ٹی وی پر کارٹون چل رہے تھے۔

لیکن وہ اس جانب متوجہ نہ تھا۔اس کی ساری توجہ ڈرائنگ پر مرکوز تھی۔

قریب ہی صوفے پر اٹھارہ سالہ ماریہ بڑے مزے سے ناول پڑھتے ہوئے چاؤمین

کھا رہی تھی۔وہ ناول میں مگن تھی۔ناول کا کوئی اسنیک پیک چل رہا تھا۔اس کے

انہماک کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ پکڑی چاپ اسٹک میں اٹکی اسپیگھٹی معلق رہ گئی تھی۔

تبھی دروازہ کھلا۔دونوں میں سے کسی نے بھی حرکت نہ کی۔

علی ڈگمگاتے ہوئے اندر آیا۔اس کے ایک ہاتھ میں بوتل ابھی تک تھی۔ٹائی ڈھیلی

کرتے ہوئے وہ سیدھا لونگ روم میں ہی آیا۔ارحم کو دیکھا تو اس نے بوتل ایک

طرف رکھی اور بے ہنگم انداز میں ہنستے ہوئے قالین پر بیٹھا۔قریب بیٹھے ارحم کو

زور سے بھینچ لیا۔

www.novelsclubb.com

"ابھی تک سوئے نہیں؟"اس نے ارحم کے گال پر چٹکی کاٹتے ہوئے پوچھا تو ارحم نے زور سے اونہہ کیا۔اس کی نظریں اسکیچ بک پر تھیں۔

"ڈرائنگ بنا رہا ہوں۔"

"کیا بنا رہے ہو؟"

وہ اب ارحم کے گالوں کو بار بار چومتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔

"ایک پوئیم (نظم) کا بیک گراؤنڈ ہے۔بچہ مر گیا ہے اور اس کا باپ رو رہا ہے۔"

"ویری سیڈ۔"وہ مسکرایا اور ایک نظر پینٹنگ کو دیکھا۔وہ گھٹنوں پر بیٹھا بوڑھا آدمی تھا جو زار و قطار رو رہا تھا۔نیچے پوئیم لکھی ہوئی تھی:

The good times are gone“

And all that I’m left to do is mourn

وہ ایسے دکھی ڈائیلاگ پڑھ کر دکھی نہیں ہونا چاہتا تھا سو جلدی سے اٹھا۔اسے صوفے پر بیٹھی ماریہ نظر آئی جس کی چاپ اسٹک سے سپیگھٹی گر گئی تھی۔وہ کتاب

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں پوری طرح منہمک تھی۔

"اواگاتھا کرسٹی۔" علی اب اس کے ساتھ آ بیٹھا تھا:

"کیا پڑھ رہی ہو؟"

"ناول۔" اس نے مختصر سا جواب دیا تو علی نے کتاب کی طرف دیکھا۔ منظر دھندلا رہا تھا۔ آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں۔ اسے کتاب کا ایک حرف بھی سمجھ نہیں آیا تو اس نے سر جھکا لیا اور ماریہ کے کندھے پر رکھ لیا۔ تب ماریہ چونکی۔ اس نے کتاب پر سے نظریں ہٹائیں اور اچنبھے سے اسے دیکھا:

"کہاں سے آرہے ہو؟"

"قبرستان سے۔" وہ کندھے پر پوری طرح جھک گیا۔

"پھر سے ڈرنک کیا؟"

"نہیں۔" اس نے نیند میں جواب دیا۔ تبھی ارحم بولا:

"پاپا، جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ ماریہ وہ بوتل دیکھ سکتی ہے جو ٹیبل پر پڑی ہے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آپ نے وہ بوتل پی ہے۔آپ نے ڈرنک کیا ہے۔سو جھوٹ مت بولیں۔"

ماریہ نے غصے سے ادھر دیکھا۔پھر ایک نظر بوتل کو دیکھا۔اس کے چہرے پر ناراضی کے آثار تھے۔اسے ناراض دیکھ کر علی نے اس کا ہاتھ تھاما:

"اوکے سوری۔آئیندہ نہیں پیوں گا۔پرامس۔"

"مجھ سے بھی سوری کریں۔"ارحم نے فوراً سر اٹھایا اور علی نے کانوں کو ہاتھ لگا لیا:

"کہاں پھنس گیا میں۔"وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ماریہ دوبارہ ناول پر جھک گئ۔ ارحم ڈرائنگ بنانے لگا۔علی نے دوبارہ ماریہ کے کندھے پر سر رکھا۔وہ قالین پر بیٹھے ارحم کو دیکھ رہا تھا۔اس کا گیارہ سالہ بیٹا،ذہین اور خوبصورت۔بالکل اقرا جیسا۔ وہ زیرِلب مسکرایا اور آنکھیں بند کر لیں یا نشے کے سبب ہو گئیں۔

ارمان سمیت سبھی دوست آچکے تھے۔ارمان بڑا خوش تھا۔تیار شیار،اپنی مہران لیے

وہ آچکا تھا۔اس نے علی کو دیکھ کر وکٹری کا نشان بنایا تھا۔علی نے بھی جوابا اپنا ہاتھ بلند کیا۔وہ اندھیری اوٹ میں تھا۔سوار مان کو اسکا اشارہ سمجھ نہ آیا۔سڑک اجلی اور لمبی تھی۔ٹائم سیٹ کیا جا چکا تھا۔پانچ کارز ایک قطار میں کھڑی تھیں۔ایک دوست نے اشارہ کیا۔گاڑیاں فل اسپیڈ پر سڑک پر دوڑنے لگیں۔

ابراھیم ملک اپنی پوری رفتار سے گاؤں کی کچی پگڈنڈی پر دوڑا جا رہا تھا۔

اس کے پیچھے دو گارڈز بھی بھاگ رہے تھے۔اور ان دو گارڈز کے پیچھے سارے گاؤں والے مشعلیں اٹھائے بھاگ رہے تھے۔گالیاں بکتے ہوئے وہ سب غصے سے مغلوب رات کی تاریکی سے بے پرواہ ڈنڈے سوٹیاں اٹھائے بھاگ رہے تھے۔

"پکڑو کتے کمینے کو۔"گاؤں کا سربراہ چیختے ہوئے سب سے آگے تھا:

"کتے دا پتر میری بیٹی کی عزت لوٹنے چلا تھا۔پکڑو اس بدکار کی اولاد کو۔"

ابراھیم کا بھاگتے بھاگتے سانس پھولنے لگا تھا۔دونوں گارڈز اب اس کے ساتھ

آگ ئے تھے۔دونوں کے پاس بندوقیں تھیں۔ابراھیم سانس لینے کے لیے رکا تو

گارڈز اس کے قریب آکھڑے ہوئے:

"آپ نے کیا کیا ہے چھوٹے ملک۔گاؤں والے آپ کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟"

اس سے پہلے کہ ابراھیم کچھ کہتا،دوسرا گارڈ کہنے لگا:

"وہ آپ کو بدکار بلاتے ہیں چھوٹے ملک۔کہتے ہیں آپ نے چودھری کی بیٹی کے

ساتھ۔۔۔"

"بکواس نہ کرو تم دونوں۔"ابراھیم پوری قوت سے چیخا:

"مجھے یہاں سے نکالو،کسی بھی طرح۔آج اگر میں۔۔۔۔"

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گ ئے۔نشیبی علاقے سے گاؤں والے چیختے چلاتے

مشعلیں اور ڈنڈے لہراتے ہوئے اوپر آرہے تھے۔ابراھیم کی گھگی بندھ گئی۔اس

نے بھاگنا چاہا لیکن پاؤں رپٹا اور وہ وہیں گر گیا۔گارڈز اس کے دفاع کے لیے آگے

بڑھے۔گاؤں والے اوپر چڑھ آئے تھے۔ایک گارڈ نے ابراھیم کو سہارا دیا اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دوسرے نے گاؤں والوں پر بندوق تان لی۔ پہلا گارڈ بھی ابراھیم کے عین سامنے کھڑا ہو گیا اور بندوق کا رخ گاؤں والوں کی طرف کر دیا۔ کتے بھونکتے ہوئے آگے بڑھے تو گارڈ نے انھیں بھی نشانے پر لے لیا۔

"او بندوق باز۔ بندوق نیچے رکھ اور لڑکا ہمارے حوالے کر دے۔" ایک بوڑھا آدمی چیخا۔ تبھی چودھری بولا:

"تو صرف ایک باڈی گارڈ ہے۔ پیچھے ہٹ جا جوان۔ یہ منڈہ آج میرے ہاتھوں قتل ہو گا۔"

"میں نے کیا کیا ہے؟" پیچھے سے ابراھیم منمنایا۔ چودھری کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ وہ غصے میں بندوق کی پرواہ کرتے ہوئے آگے بڑھا:

"کتے دے پتر۔ پوچھتا ہے کہ تو نے کیا کیا ہے۔ میری جوان بیٹی پر ہاتھ ڈالنے کے بعد ڈھٹائی دکھاتا ہے۔ تجھے تو میں آج سبق سکھاؤں گا، بدکار کی اولاد۔"

چودھری غصے میں آگے بڑھا تو باقی گاؤں والوں نے بھی ڈنڈے لہرائے۔ گارڈز نے

بندوقوں کے سہارے انھیں روکنا چاہا لیکن وہ سب بڑھتے ہی آ رہے تھے۔ کہاں دو اور کہاں دس۔ ابراھیم کو ان سب کے تیور خطرناک لگے۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا۔ پھر دو قدم پیچھے ہٹا۔ ہٹتا چلا گیا اور سڑک پر اتر گیا۔ کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ اس نے خوفزدہ آنکھوں سے دیکھا۔ وہ سڑک کے عین درمیان میں کھڑا تھا اور سامنے سے کار بھاگی آ رہی تھی۔

ارمان کی کار آج بھی سب سے آگے تھی۔ وہ علی کو دیکھ کر طنزیہ ہنستے ہوئے کار آگے لے آیا۔ علی کو بے اختیار غصہ آیا۔ آخر عزت کا سوال تھا۔ اس نے کار پوری سپیڈ پر چھوڑی اور اسٹیرنگ کو کس کر پکڑتا ہوا بھاگا۔ کار پوری رفتار سے اڑی جا رہی تھی۔ وہ اب ارمان سے بھی آگے نکل گیا تھا۔ چیک پوائنٹ بس کچھ دور تھا۔ فتح کی خوشی میں اس نے سٹیریو آن کیا۔ کار بے ہنگم آوازوں سے جی اٹھی۔ بھاگتی رہی اور پھر اچانک اس صاف سڑک پر کوئی نوجوان نظر آیا۔ وہ اچانک ہی کسی بھوت کی

www.novelsclubb.com

مانند سامنے آیا تھا۔

علی دم بخود رہ گیا۔اس نے جلدی سے سٹیرنگ موڑا۔کار نے ایک گول چکر کاٹا اور دوبارہ سیدھی ہو کر نوجوان کے آ لگی۔ایک دلدوز چیخ ابراھیم کے حلق سے برآمد ہوئی۔وہ اپنی ٹانگ پکڑے گرتا چلا گیا۔سٹیریو ابھی تک بج رہا تھا۔علی نے جلدی سے بریکس لگائے۔نوجوان کچلے جانے سے بچ گیا۔لیکن اس کے باوجود کراہ رہا تھا۔اس کا باڈی گارڈ فوراً اس کے قریب آیا۔علی بھی کار سے اترا۔ریس جیتنے کا نشہ اچانک اتر گیا تھا۔

"بھائی تم ٹھیک۔۔۔"

"یہ کیا کر دیا، کمینے۔"

گارڈ پوری قوت سے چیخا۔ابراھیم چیخنے کی حالت میں نہ تھا۔گاؤں والے بھی ششدر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ان کو سنبھالتا گارڈ پلٹ کر دیکھنے لگا تھا۔علی نے کچھ کہنا چاہا۔تبھی گارڈ نے بندوق کا رخ اس کی طرف کر دیا۔علی نے ہاتھ اٹھا

www.novelsclubb.com

لیے۔کتے مسلسل بھونک رہے تھے۔گارڈ مشتعل نظر آرہا تھا:

"دیکھو، دیکھو۔میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔"

"سڑک پر کھڑا لڑکا تجھے نظر کیسے نہیں آیا۔"

"میں۔۔۔مجھے واقعی نظر نہیں آیا۔یہ کہیں اور سے آیا ہے۔"

علی اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔خون میں لت پت نوجوان کو دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو رہے تھے۔ابراھیم زندہ تھا۔گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

"میں۔۔۔میں ایک ڈاکٹر ہوں۔مجھے دیکھنے دو۔میں شاید کچھ کر سکوں۔"

"ڈاکٹر ہے تو؟"گارڈ نے بے یقینی سے دیکھا۔ادھر مجمع میں موجود چودھری چیخا:

"بھائیو،اس سے پہلے کہ ڈاکٹر اپنی تکنیک لگائے، چلو اس زخمی کو اوپر پہنچادیں۔"

گاؤں والوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔وہ سب آگے بڑھے لیکن گارڈ نے ان پر بندوق تان لی:

"پیچھے رہو۔آگے بڑھے تو سب کو گولیوں سے بھون دوں گا۔اور تو۔۔۔"وہ علی

سے مخاطب تھا:

"ادھر آ۔"

علی آگے آیا۔ابراھیم زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔علی اس کے قریب دوزانو ہو گیا۔ ابراھیم کی دونوں ٹانگیں کچلی گئی تھیں۔وہ بمشکل سانس لے رہا تھا۔علی حق دق اسے دیکھتا رہا۔وہ اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ تبھی ارمان کی کار بھی آکر رکی۔اس کے باقی دوست وہاں آگئے تھے۔وہ سب حیرت سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔

"اسے۔۔۔اسے ہسپتال لے جانا ہو گا۔"

علی نے زیرِ لب کہا۔ادھر چودھری چیخا:

"یہ آج ہسپتال نہیں جائے گا۔میرے سامنے دم توڑے گا۔"

اس نے ڈنڈہ لہرایا تو گارڈ نے بندوق لہرائی۔لیکن اب بہت ہو گیا تھا۔گاؤں کے ایک آدمی نے جلتی مشعل اس طرف پھینکی۔گارڈ پیچھے ہٹ گیا۔راستہ صاف تھا۔

www.novelsclubb.com

چودھری ڈنڈہ لے کر آگے بڑھا اور ابراھیم کے رسید کیا۔گارڈ نے دوبارہ ابراھیم کو چھڑایا۔ہاتھاپائی کی نوبت آن پہنچی تھی۔وہ دونوں دھڑے لڑ رہے تھے۔علی سن سا بیٹھا تھا۔وہ یک ٹک اس خون سے لتھڑے بدن کو دیکھ رہا تھا جو تیزی سے سانسیں لے رہا تھا۔

"علی۔"

"علی،یہاں سے چل۔"

ارمان نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔علی بے جان سا اٹھ گیا۔ایک گارڈ نے فائر کھول دیا۔گاؤں والے منتشر ہو گئے۔دوسرا گارڈ ابراھیم کو اٹھا کر بھاگا۔ارمان نے علی کو کار میں بٹھایا اور سڑک کی طرف بڑھا۔وہ کچھ کہہ رہا تھا جو علی کو سنائی نہیں دے رہا تھا۔

"میں نے۔۔۔میں نے ایک آدمی کو مار دیا۔"

وہ زیرِلب بڑبڑایا تو ارمان فوراً بولا:

"تونے اسے نہیں مارا۔وہ غلطی سے تیری کار کے سامنے آیا۔اور سب سے اہم بات وہ مرا نہیں ہے۔اس سے بھی اہم بات،وہ کوئی کرتوت کر کے گاؤں سے بھاگا ہے۔تونے دیکھا نہیں،وہ چودھری کتنے غصے میں تھا۔"

لیکن علی حیدر بے چین تھا۔وہ گھر آیا اور سیدھا واش روم گیا۔شاور چلایا اور اس کے نیچے کھڑا رہا۔بار بار وہ خون سے تر نوجوان کا نچلا دھڑ اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا علی۔"

ماریہ بھی کہہ رہی تھی۔ارمان نے اسے سب بتا دیا تھا۔ارحم سو رہا تھا۔وہ دونوں علی کو لاؤنج میں لیے بیٹھے تھے۔علی کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

اس نے جلدی سے گلاس میں پانی ڈالا اور منہ سے لگا لیا۔

آئی سی یو میں موجود ابراھیم ملک کا آپریشن جاری تھا۔وہی گارڈ جو اسے سڑک سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اٹھا کر لایا تھا، انجم ملک، ابراھیم ملک کے باپ سے مخاطب تھا:

"چھوٹے ملک تو بس گاؤں کے سیر سپاٹے پر نکلے تھے۔رات کے قریب ہم واپس آرہے تھے جب ابراھیم صاحب نے کہا کہ وہ چہل قدمی کرنا چاہتے ہیں۔وہ بڑی سڑک پر آگئے تھے۔ان کی غلطی نہیں ہے صاحب۔ غلطی تو اس ریسر کی ہی جو کار بھگائے آرہا تھا۔اس نے کچھ نہیں دیکھا صاحب۔ابراھیم صاحب کو کچل کر نکل گیا۔اس کی مدد کے لیے بھی نہیں رکا۔میں چھوٹے ملک کو ہسپتال لے کر آیا ہوں۔"

وہ کہانی مِکس اپ کر کے بنائی گئی تھی۔ورنہ اصل معامہ کچھ اور تھا۔ابراھیم ملک واقعی سیر کے لیے ہی گاؤں آیا تھا۔لیکن کھیت میں کام کرتی لڑکی کو دیکھ کر اس کا دل بے ایمان ہو گیا تھا۔اسی کھیت میں اس نے لڑکی کو بے بس کر دیا تھا۔لڑکی روتی دھوتی گھر گئی۔بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چودھری کی بیٹی تھی۔ابراھیم ملک ہٹ دھرمی اور غرور میں وہاں سے نہ گیا۔البتہ رات کو سب گاؤں والے اس کو سبق

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سکھانے کے ارادے سے اس کے ٹینٹ میں گھس گئے تو اسے بھاگنا پڑا۔ پھر جو ہوا، وہ گارڈ جانتا تھا۔ لیکن وہ چھوٹے ملک کو بچا گیا۔

آپریشن کامیاب ہوا۔ ابراھیم ملک بچ گیا لیکن چھوٹا ملک ہمیشہ کے لیے دو ٹانگیں گنوا بیٹھا۔ انجم ملک مشتعل تھے۔ الیکشن سر پر تھے اور کوئی آوارہ شرابی ان کے بیٹے کو کچل کر چلا گیا۔ اس وقت کوئی انتقامی کاروائی کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ پارٹی کا نام خراب ہو سکتا تھا۔ لیکن انجم ملک نے اپنے ہرکارے دوڑا دیے۔ اگلی ہی صبح سب ان کو معلوم ہو چکا تھا:

"اسے سیاہ پورش سے ٹکر ماری گئی ہے۔ میں نے پتا کرایا ہے، صاحب۔ پورش کا مالک ایک ڈاکٹر ہے۔ پرائیوٹ ہستال میں بیٹھتا ہے۔ علی حیدر نام ہے اسکا۔ شادی شدہ ہے۔ ایک بیوی اور ایک گیارہ سالہ بیٹا ہے۔"

بیٹے کی بابت سن کر انجم ملک میں انتقام کا جذبہ جڑیں مضبوط کرتا گیا۔

وہ تیرہ اکتوبر کی ایک سنہری صبح تھی۔ سورج پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ صبح کے گیارہ بجے تھے۔ آج ارحم کی سالگرہ تھی۔ آج وہ بارہ سال کا ہونے جا رہا تھا۔ اس نے سکول سے چھٹی کر لی تھی۔ وہ علی کے ساتھ گفٹ شاپ آیا تھا۔ یہ علی کا دستور تھا۔ ایک تحفہ جو ارحم کی مرضی سے دیا جاتا اور دوسرا تحفہ علی کا سرپرائز گفٹ۔ گفٹ شاپ میں کھڑا ارحم مختلف چیزیں دیکھ رہا تھا جب علی کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے کان سے لگایا۔

"ڈاکٹر حیدر؟"

"ہاں جی۔" اسے لہجہ غیر شناسا محسوس ہوا۔

"میں انجم ملک ہوں۔ مجھے جانتے ہو؟"

علی کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے سر جھٹکا اور کان مسلا:

"یس سر۔" وہ سمجھ نہیں سکا کہ ایسی عظیم ہستی اسے فون کیوں کرے گی۔

"تمہارے بارے میں کافی سنا ہے ڈاکٹر۔ کچھ عرصہ پہلے تم نے ایک ہسپتال بنوایا

تھا۔وہ ایک اچھی کاوش تھی۔"

"وہ میرا ایک خواب تھا سر جس کو میں نے حقیقت کا لباس پہنایا ہے۔"کل کی

نسبت وہ پر سکون لگ رہا تھا۔

"گڈ۔ویری گڈ۔ویسے حیدر۔میرا بھی ایک خواب ہے۔مجھے نت نئی کار زمیں

بہت دلچسپی ہے۔اسی لیے میں ایک ریسنگ آرگنائزیشن کا انعقاد کرنا چاہتا ہوں۔

مجھے پتا ہے،تم بھی کافی اچھے ریسر ہو ڈاکٹر۔"

علی کا چہرہ یکلخت ماند پڑا۔

"ایکسکیوز می؟"

"کیا میں نے غلط کیا۔میری اطلاعات کے مطابق تو ڈاکٹر علی حیدر کی بلیک پورش

اپنے دوستوں میں بہت مقبول ہے۔وہی ڈرائیو کر رہے تھے ناں تم کل رات۔

جب ریس لگا رہے تھے۔"

"کون؟"اب اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔چہرے پر رنگوں کا ایک پریشان کن

www.novelsclubb.com

امتزاج تھا۔

"میرا بیٹا، میرا اکلوتا بیٹا، میرا مان تھا ڈاکٹر۔" دوسری جانب سے انجم ملک پھنکارا:

"پر تو نے اسے دونوں ٹانگوں سے محروم کر دیا۔ تو نے میرے بیٹے کو مفلوج کر دیا، کمینے۔"

"سنو، تم۔۔۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے۔۔۔ میں نے اس لڑکے کو جان بوجھ کر نہیں مارا۔ وہ بس اچانک میری کار کے سامنے آیا۔ پلیز پلیز، دیکھو۔۔۔ دیکھو تم۔۔۔"

وہ نان اسٹاپ فون سختی سے بھینچ کہہ رہا تھا۔ کہانی کا ایک اور پہلو بھی تھا۔ ایک سیاستدان کا لڑکا جو ایک گاؤں کی معمولی سی لڑکی کی عزت لوٹ کر بھاگا اور کسی کار سے ٹکر ہو گئی تو وہ دو ٹانگوں سے محروم ہو گیا۔ ایسی صورت میں کار والا مجرم نہ بنتا۔ لیکن انجم ملک کو جو کہانی معلوم تھی وہ کچھ یوں تھی۔ ایک شرابی ریسر جس نے اندھا دھند گاڑی بھگاتے ہوئے ایک سترہ سالہ نوجوان کی ٹانگیں کچل تھیں۔ اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

صورت میں کار والا پھندے کا حقدار تھا۔

"ریسنگ کا بڑا شوق ہے تجھے۔ چل، آج ایک ریس لگا۔" انجم ملک کی غصے اور طنز میں ملی جلی آواز علی حیدر کو حکم دے رہی تھی:

"تیرا بیٹا تجھ سے بہت دور ایک پبلک پلازہ میں اکیلا بھٹک رہا تھا۔ دیکھتے ہیں تو اس تک پہلے پہنچتا ہے یا ہم میں۔"

علی سن کھڑا رہ گیا۔ ارد گرد دیکھا۔ ارحم واقعی اس پاس نہ تھا۔

ادھر انجم ملک بولا:

"ارحم علی۔ ہے ناں۔ وہی خوبصورت سا بھورے بالوں والا بچہ جس کی آج سالگرہ ہے۔"

علی کے اوسان خطا ہو گئے۔ کچھ کہے بغیر اس نے فون جیب میں ڈالا اور بھاگتا ہوا گفٹ شاپ سے نکلا۔ اپنی پورش سے بے نیاز، وہ پیدل ہی پلازہ کی طرف بھاگنے لگا تھا۔ ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔ چمکیلی دھوپ نے ہر شے کو لپیٹ میں لے رکھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا۔ سردی سے معطل ہوئی زندگی آج رواں دواں تھی تبھی تو سڑک پر خوب رش تھا۔ گاڑیاں ہارن بجا رہی تھیں۔ انہی گاڑیوں کے سیلاب میں وہ ہر شے سے بے پرواہ بھاگ رہا تھا۔ سورج کی تپش اسے محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اس کا بیٹا، اس کا اکلوتا گیارہ سالہ بیٹا، اس کا ارحم، وہ سب لوگ اس گیارہ سالہ بچے کو لے گئے تھے اور اسے ایک دور افتادہ پلازے میں چھوڑ دیا تھا۔

علی بھاگ رہا تھا۔ مسلسل بھاگ رہا تھا۔ کتنی دفعہ وہ کسی کار تلے آتا آتا رکا۔ کتنی دفعہ وہ ٹھوکر کھا کر گرا۔ پلازے تک پہنچتے پہنچتے بارہ بج گئے تھے۔ وہ ہانپتا ہوا پورے مال میں گھوم رہا تھا۔ مال سے نکل کر وہ باہر سڑک پر آ گیا تھا۔ یہاں بھی رش تھا۔ رنگ و بو اور مرد وزن کا سیلاب تھا۔ تبھی اس کے فون کی گھنٹی بجی۔

"میرا بیٹا؟ میرا بیٹا۔۔۔۔" وہ اور کچھ نہیں کہہ سکا۔ دوسری طرف قہقہہ بلند ہوا:

"بیٹے کو تکلیف پہنچے تو باپ کو کتنی تکلیف ہوتی ہے ناں، ڈاکٹر۔ مجھے بھی بہت ہوئی۔ اور اب مجھے اسی تکلیف کے ساتھ جینا ہے مگر۔۔۔۔"

اس آواز میں طنز شامل ہو گیا تھا:

"اگر میں اپنے بیٹے کے ساتھ یہ حشر کرنے والے درندے کو تھوڑا زخمی کروں تو مجھے چین ملے گا۔ آنکھیں کھول، ڈاکٹر۔ تیرا بیٹا تجھ سے چند قدموں کے فاصلے پر بلیک راڈ لمیپ کے قریب کھڑا ہے۔"

علی نے بے اختیار نظریں گھمائیں۔ بلیک لیمپ، کونسا بلیک لیمپ۔ اسے جلد ہی وہ راڈ لیمپ نظر آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی گیارہ سالہ لڑکا کھڑا حیران پریشان ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

"ارحم۔" علی بڑبڑایا اور زیرِ لب کہتا ہوا اس طرف بڑھا۔ اس نے فون گرا دیا تھا سو اسے انجم ملک کے آخری الفاظ سنائی نہ دیے:

"اور تیری بلیک پورش اس کی طرف آ رہی ہے علی حیدر۔"

علی چیختا ہوا اس طرف بھاگا۔ اپنے بیٹے کا نام پکارتا ہوا لوگوں کو ہٹاتا ہوا آگے بڑھایا۔

اب کی بار جو وہ زور سے ارحم کا نام لے کر چیخا تو ارحم نے کسی انجانے خدشے کے

تحت سر اٹھایا۔ادھر ادھر دیکھا۔اسے سڑک کے دوسری طرف لوگوں کے حلقے

میں مال سے نکلتا ہوا علی دکھائی دیا۔

"پاپا۔" وہ زیرِلب بولا اور پھر ہاتھ ہلایا:

"میں ادھر ہوں پاپا۔"

اور دفعتاً وہ خود بھی آگے بڑھا۔ علی کا دماغ گھوم گیا۔اس نے سڑک پر اپنی ہی سیاہ

پورش فل اسپیڈ پر بھاگتی آتی دیکھی۔کوئی شخص تھا جو ڈرائیونگ اسپیڈ پر بیٹھا تھا اور

کار چلائے آرہا تھا۔پھر علی نے چہرہ موڑا۔سڑک کے دوسری طرف سے اس کا

اکلوتا بیٹا سر جھکائے دوڑا چلا آرہا تھا۔

سڑک پر گرے فون سے آواز آئی:

"گیم اوور،ڈاکٹر۔"

علی نے ایک نظر پورش کو دیکھا، پھر ارحم کو، پھر اپنی پوری قوت سے چیخا:

"ارحم۔ہٹو بیٹا۔"

ارحم ششدر سا کھڑا ہو گیا۔اس نے بے خیالی سے سر اٹھایا۔سیاہ پورش پوری قوت سے بھاگی چلی آئی اور ارحم علی کو روندتے ہوئے دوسری طرف نکل گئی۔

قصوروار

سڑک پر جمع لوگوں میں سے کئی کے حلق سے چیخیں برآمد ہوئیں۔سب اس سیاہ پورش سے دور ہوتے چلے گ ئے۔پورش میں بیٹھا شخص باہر نکلا اور اطمینان سے چلتے ہوئے ایک طرف بڑھ گیا۔سب نے اسے جاتے دیکھا،لیکن بے حس انسانوں میں سے کسی نے بھی اسے نہیں روکا۔سب اس بچے کو دیکھنے لگے جو سڑک پر لہولہان پڑا تھا۔

"ہٹو"

"ہٹو،میرے سامنے سے۔"

کوئی عقب سے چیختا ہوا بھاگا آ رہا تھا۔ لوگ ہٹتے گ ئے۔ وہ نفیس لباس میں ملبوس، اچھا خاصا لمبا چوڑا مرد ایک لمحے کے لیے ششدر رہ گیا۔ یہ خواب ہے، برا خواب! اس نے سوچا اور آنکھیں مسلیں لیکن کچھ بھی غائب نہ ہوا۔ وہ اب تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا آگے آیا اور بچے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ ارحم گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اس پر سائے نے غلبہ پایا تو اس نے بمشکل سر اٹھایا:

"پاپا۔"

علی کی زبان جیسے گنگ ہو گئی تھی۔ جسم ساتھ دینے سے انکاری تھا۔ وہ بے خود سا سڑک کے عین درمیان اس لہولہان بچے کے قریب بیٹھ گیا۔

"ارحم۔"

وہ اسے ایک نظر میں ہی پہچان گیا تھا۔ ابھی چند لمحوں پہلے وہ گفٹ شاپ میں تھے۔ وہ ہنستے ہوئے اس سے گفٹ کے متعلق پوچھ رہا تھا اور اس کا بیٹا جھینپے جھینپے انداز میں ایک گفٹ پر ہاتھ رکھے مسکرا رہا تھا۔

"میرا بیٹا۔"

اس نے ایک ہی لمحے میں اس کے نازک سے جسم کو جلتی سڑک سے اٹھا کر سینے سے لگایا۔ اس کا دایاں ہاتھ ارحم کے گال پر تھا اور بایاں ہاتھ اس کی نبض پر۔

"پاپا۔" وہ بولا تو اس کے لبوں سے خون کی باریک سی لکیر چہرے پر پھیلتی چلی گئی:

"درد۔۔۔ ہو رہا ہے، پاپا۔"

تبھی ویسی ہی ایک بے رنگ سی لکیر علی حیدر کے گال پر لڑھکتی چلی گئی۔ اسے اس وقت کسی شے کا ہوش نہ تھا۔ کون اقرا، کون ماریہ، کونسی ریسنگ، کونسا ریسر، کیسی شراب، کیا بدلہ؟ اسے بس اپنے بیٹے کی پرواہ تھی۔ وہ بیٹا جسے گیارہ سالوں تک اس نے ایک معمولی چوٹ بھی نہیں لگنے دی تھی۔ جسے ماں اور باپ دونوں کی محبت دی تھی۔ جس کو اپنی ہر دل عزیز بیوی کی آخری نشانی جان کر بے انتہا محبت دی تھی۔ وہ آج اس کی گود میں لیٹا تھا۔ لہولہان، اٹکتی جان، ٹوٹتی سانسیں، بے آواز آہیں۔

"پاپا۔" وہ دوبارہ بولا تو خون کی ایک اور لکیر اس کے منہ سے نکلی:

"آپ۔۔۔آپ مجھے ٹھیک کر دو۔"

وہ ڈاکٹر تھا۔ جان بچانا اس کا پیشہ تھا۔ لیکن وہ بھلا کیسا ڈاکٹر تھا۔ دماغ پڑھنے والا، دماغ کی گتھیاں سلجھانے والا۔ وہ اگر زخم پر مرہم رکھنے والا انسان بھی ہوتا تو موت سے کیسے لڑ لیتا۔ ایک اور لکیر اس کی دوسری آنکھ سے لبوں تک کھینچی گئی تھی۔ وہ اپنے گیارہ سالہ بیٹے کو کیا کچھ کہتا۔ کیا اسے بتاتا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتا تھا۔ اسے بتاتا کہ وہ اس سے کتنا پیار کرتا تھا۔ اس نے بے اختیار روتے ہوئے کچھ کہے بغیر اپنے بیٹے کا چہرہ چوم لیا۔

اس کی انگلیوں تلے کلائی میں جنبش نہ ہوئی۔ حرکت مر گئی۔ نبض تھم گئی۔ علی نے بے اختیار سسکی کی اور اس بے جان وجود کو سینے سے لگا لیا۔ سڑک پر موجود لوگ اس کے گرد حلقہ بنائے کھڑے تھے۔

آنے والے تمام دن ان کے لیے عذاب سے کم نہ تھے۔ علی نے کتنی ہی کوششیں کی تھیں۔اپنے کتنے دوستوں سے مدد مانگی تھی، لیکن سب کندھے اچکا دیتے تھے۔ الیکشن قریب تھے۔انجم ملک کے حمایتی طاقتور اور تعداد میں زیادہ تھے۔ایک اکیلا ڈاکٹر کیا کر لیتا۔ایک اکیلا ڈاکٹر کر بھی کیا کر سکتا تھا۔

اس نے اپنے گیارہ سالہ بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے دفنایا تھا۔وہ بے جان معصوم جسم، جس نے ابھی لمبی زندگی جینی تھی، وہ مٹی تلے دبا دیا گیا۔وہ دن محض ڈاکٹر علی حیدر کی دنیا سے رخصتی کا دن تھا۔اس دن وہ انسان بھی مر گیا تھا۔قبرستان میں اکیلا بیٹھ کر وہ زارو قطار رویا تھا اور جب گھر واپس آیا تو گم صم تھا۔پھر آنے والے ہر دن وہ گم صم رہا۔ماریہ اسے بہلانے کی کوشش کرتی، ارمان اسے ہنسانے کی کوشش میں لگا رہتا لیکن وہ خالی خالی نگاہوں سے ان کو دیکھتا رہا۔

وہ 25 فروری کی شام تھی جب ارمان ان کے گھر آیا۔ علی کے پاس بیٹھا وہ مسلسل اسے کچھ کہہ رہا تھا جب علی کی آنکھوں میں آگ سی جلی۔بہت عرصے بعد وہ آج

یوں اچانک بیدار سا ہوا تھا۔

"یہ تیری وجہ سے ہوا، ارمان۔"

بے تاثر سے لہجے، بے تاثر سے چہرے کے ساتھ وہ ارمان کو کہہ رہا تھا:

"تو نے مجھے ریس لگانے پر اکسایا۔ تیری وجہ سے میں نے چیلنج قبول کیا۔ تو یہ سب نہ کرتا تو رہ میں ریس لگاتا، وہ وہ لڑکا میری کار تلے آتا، نہ کوئی جلاد بدلہ لینے کی خاطر میرے بیٹے کے ٹکڑے کرتا۔"

"علی یہ تو کیا۔۔۔"

دو ہفتے بعد اس کے منہ سے ایسا تلخ کلام سن کر ارمان ششدر تھا۔ ماریہ الگ ہکا بکا تھی۔

"میرا قصور نہیں تھا علی۔ قصور تو۔۔۔"

"ہاں۔" وہ بھاری لہجے میں گویا ہوا۔ مسلسل ارمان کو دیکھ رہا تھا:

"تیرا قصور نہیں تھا۔ قصور تو اس درندے کا تھا ناں۔ سزا اسے ملنی چاہیے۔"

www.novelsclubb.com

وہ ایک جھٹکے سے صوفے سے اٹھا۔ماریہ کسی احساس کے تحت اٹھی لیکن علی کا

دھیان اس طرف نہیں تھا:

"علی حیدر خود اپنے بیٹے کا بدلہ لے لے گا۔"

وہ آناً فاناً باہر نکل گیا تھا۔ارمان اس کے پیچھے بھاگا۔ماریہ ان دونوں کے پیچھے لپکی۔

لیکن علی جیسے غائب ہو گیا تھا۔اس کی سیاہ پورش بھی غائب تھی۔ گویا وہ کار چلا کر

ہی جا رہا تھا۔اجلی لمبی سڑک پر اس نے کار فل اسپیڈ پر چھوڑ دی تھی۔خاموش

سڑک پر وہ مخالف سمت میں ڈرائیو کر رہا تھا جب اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوتے

ہوتے بچا۔دوسری کار والا اسے بے نقط سنا کر نکل گیا۔ لیکن اس کا سفر ابھی ختم

نہیں ہوا۔ کتنی ہی دیر وہ اس سیاہ پورش میں بیٹھا سلگتی نظریں عمارت پر جمائے بیٹھا

رہا تھا۔اور جونہی سفید لیکسس گارڈز کی کار کی حفاظت میں عمارت سے باہر نکلی،اس

نے پورش اس کے پیچھے دوڑا دی۔

گارڈز محسوس کر سکتے تھے کہ کوئی مسلسل ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ لیکن علی حیدر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

حالتِ جنون میں تھا۔اس نے کتنی بار سفید لیکسس کو اوورٹیک کرتے ہوئے لیکسس کو ٹکر ماری،اسے یاد نہیں تھا۔گارڈز کی کار بار بار اسے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن علی حیدر ہٹنے کو تیار نہ تھا۔اپنی پوری قوت سے اس نے آخری بار اوور ٹیک کرتے ہوئے لیکسس کے سامنے پورش یکلخت روکی تو سفید لیکسس پورش سے آ ٹکرائی۔وہ قیامت کا لمحہ تھا۔علی کا دماغ سن ہو گیا تھا۔اور تبھی گارڈز نے اسے پورش سے باہر نکالا۔

"کتے کمینے،انجم ملک پر ہاتھ ڈالتا ہے۔انجم ملک کی کار کا ایکسیڈنٹ کرے گا۔"

اس روز دوپہر تھی اور آج رات کے سائے غالب آرہے تھے۔اس روز اس کا بیٹا سڑک پر لہولہان پڑا تھا اور آج،چوراہے پر،لوگوں کے مجمع میں گارڈز اسے بوٹوں سے مار رہے تھے۔اپنی دھندلی نگاہوں سے اس نے انجم ملک کو سفید لیکسس سے نکلتے دیکھا۔انجم کے چہرے پر چھوٹا سا زخم تھا۔وہ گارڈز کے ہمراہ اب ایک اور کار میں بیٹھ رہا تھا جبکہ باقی گارڈز سڑک پر علی حیدر کی درگت بنا رہے تھے۔اسے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیکھتے ہی علی کی آنکھوں میں نفرت در آئی تھی۔اپنی پوری قوت سے وہ کھڑا ہوا اور گارڈز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انجم ملک کا گلا دباڈالا تھا۔

"تونے میرا بیٹا ماردیا، کمینے۔" حواس سے بے گانہ وہ انجم ملک کو سڑک پر گرائے چیخ رہا تھا:

"میں بھی تجھے ماردوں گا، کتے۔"

لیکن گارڈز نے اپنے مالک کو بچاتے ہوئے اسے دوبارہ نرغے میں لے لیا۔وہ انجم ملک کے ساتھ ساتھ اسے بھی بے ہوش کر کے کار میں ڈال کر چلے گ ئے تھے۔

اگلے چار دن تک ماریہ کو اس کا کوئی فون موصول نہیں ہوا تھا۔وہ چار دن تک علی حیدر کی راہ تکتی رہی۔ارمان سمیت ہر دوست اسے کھوج رہا تھا۔انھیں ایک سڑک پر گمنام ذرائع کے ذریعے علی کی کار ملی تھی۔سب کو انجم ملک پر ہی شک تھا۔لیکن کوئی بھی اس جیسے اثرورسوخ والے شخص پر ہاتھ ڈالنے سے گھبراتا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پانچویں روز علی گھر آگیا تھا۔ سرخ آنکھیں، چشمہ غائب، پھٹے ہوئے کپڑے، نیل و نیل جسم اور خون بہاتے زخم۔ ماریہ کو تو پتا بھی نہیں چلا تھا وہ کب آیا اور کب دوبارہ نکل گیا۔ پورش گیراج میں کھڑی تھی۔ اس کے باوجود وہ پیدل ہی نکل گیا تھا۔ فیصل ایوینیو پر چہل قدمی کرتے ہوئے وہ کہاں سے کہاں نکل گیا تھا۔ اس کی حالت انتہائی خراب تھی۔ اس کے باوجود وہ قدم اٹھاتا چلتا جا رہا تھا۔ آنسو اب اس قدر بہہ چکے تھے کہ آنکھیں مکمل خشک ہو گئی تھیں۔ وہ پلک تک نہیں جھپک پا رہا تھا۔ اس بنچ پر وہ جانے کتنی دیر سے بیٹھا تھا۔ بنچ پر بیٹھے بیٹھے جانے کتنی سگریٹیں پھونک چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

اور تبھی اس کا کانوں میں وہ مہین سی آواز آئی تھی۔ شہد سی شیریں، اور موم سی نرم آواز۔ وہ جانے کہاں سے آ رہی تھی۔ جیسے کوئی مدھر سا ساز بج رہا ہو۔ جیسے کوئی جل پری ساز بن رہی ہو۔ جیسے کوئی ہزار داستان اپنے گھونسلے میں بیٹھا گنگنا رہا ہو۔

The good times are gone“

”...And all I left to do is mourn

درد بھری وہ نسوانی اواز اس کے کانوں میں پڑی تو اس نے ہولے سے چہرہ موڑا تھا۔ وہ اس وقت پارک کے تاریک گوشے میں بنچ پر ٹانگیں پھیلائے بیٹھا تھا۔ دور فینس کے قریب ایک لڑکیوں کا گروہ تھا۔ وہ شاید پکنک کی غرض سے پارک میں آئی تھیں۔ ان میں سے ہی ایک لڑکی گنگنا رہی تھی۔ علی نے آنکھیں بند کیے سن رہا تھا۔ یادیں امڈ امڈ کر اس کے چشمِ تخیل میں رنگ بھر رہی تھیں:

"کیا بنا رہے ہو؟"

وہ اب ارحم کے گالوں کو بار بار چومتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔

"ایک پوئیم (نظم) کا بیک گراؤنڈ ہے۔ بچہ مر گیا ہے اور اس کا باپ رو رہا ہے۔"

"ویری سیڈ۔"

اور ادھر وہ لڑکی بڑے کرب سے گا رہی تھی:

www.novelsclubb.com

The good times are gone“

And all that I’m left to do is mourn

(اچھے دن گزر گئے ہیں اور اب میں ماتم کرنے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں)

علی نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں۔وہ بینچ پر نیم دراز تھا اور لڑکیوں کا وہ گروہ اس سے کافی دور تھا۔اس کے باوجود اسے لڑکی کی آواز آ رہی تھی۔اس کے باوجود اسے وہ لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔وہ ٹین ایجر تھی۔قریباً سترہ اٹھارہ سال کی۔پنک فراک اور لمبی سفید سکرٹ کے نیچے جرابیں پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔بال پونی میں مقید تھے اور سفید مفلر گلے کے گرد بندھا ہوا تھا۔ارد گرد سے گزرنے والے لوگ بھی اب ادھر دیکھ رہے تھے۔سب اسے سن رہے تھے:

I have never felt this loss“

While the time passes by

As is tells me of what all love

”...I have lost just to make me cry

(وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے یہ نقصان کبھی محسوس نہیں ہوا کیونکہ یہ مجھے صرف رُلانے کے لیے یاد دلاتا ہے کہ میں نے اپنا تمام پیار کھو دیا ہے)

علی نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔اس کی نظروں کے سامنے ارحم کا چہرہ بار بار گھوم رہا تھا۔اس کے موبائل کی بیل بج رہی تھی۔ماریہ بار بار فون کر رہی تھی۔

I live in a world now“

Where I mean nothing to the people I meet

And to whom I meant something have left

Leaving me nothing but as a deadbeat

"میں اب ایک یسی دنیا میں رہ رہا ہوں جہاں مجھے ملنے والے لوگوں سے کوئی شغف نہیں۔اور جو لوگ میرے لیے معنی رکھتے ہیں وہ مجھے ایک ساکن نبض کی طرح مردہ چھوڑ گئے ہیں)

"علی۔" ہاسپٹل کے بیڈ پر لیٹی اقرا نے سختی سے اس کا بازو تھاما تھا۔ وہ آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی:

"اگر مجھے کچھ ہو گیا، تو تم ارحم کا خیال رکھنا علی۔"

"اقرا۔" اسے یاد آیا وہ کیسے بپھر گیا تھا۔ کیسے تڑپ کر اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔

"مجھے کہنے دو علی۔ میں ارحم کو خود پالوں گی۔ لیکن اگر مجھے جانا پڑا، تو تم ارحم کو پالنا۔ تم۔۔۔ تم شادی کر لینا علی۔ تم اور تمہاری بیوی ارحم کو پالنا۔"

"ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو، اقرا۔" اسے یاد آیا اس نے مصنوعی خفگی سے اقرا کو دیکھا تھا تو اس نے مسکراتے ہوئے علی کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے اس کے ہاتھ تھام لیے تھے:

"کیونکہ میں علی سے بہت پیار کرتی ہوں۔ اور علی مجھ سے اور ارحم سے بہت پیار کرتا ہے۔"

Even these words I slept and woke up "

with, are no longer mine

These thoughts that I scribble, they think,

are no longer divine

"حتیٰ کہ یہ الفاظ جو جاگتے اور سوتے سمے میرے ساتھ ہوتے ہیں، اب میرے نہیں رہے۔ میرا تخیل، جو میں تخلیق کرتا ہوں اب بے جان پڑ گیا ہے)

"پاپا۔" ارحم بے اختیار چیختا ہوا اس کے سینے سے آ لگا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سنہری ٹرافی تھی جسے وہ لہراتا ہوا بڑے جوش سے بتا رہا تھا:

"میں نے خود اسپیچ لکھی تھی، پاپا۔ میں نے خود پڑھ کر بھی سنائی۔"

"اچھا۔ کیا ٹاپک تھا۔" اس نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"مائی فادر۔ (میرے والد)۔ مجھے فرسٹ پرائز ملا، پاپا۔"

"فرسٹ کیسے مل گیا۔ تم تو اپنے باپ کو ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہو۔ بات بات پر باپ کو کہتے ہو وہ سوری مانگے۔ آتا ہوں میں کل تمہارے سکول۔ یقیناً کسی ٹیچر نے

دھاندلی سے تمہیں جتوا دیا ہو گا۔ ہے ناں۔"

"سچ کہہ رہا ہوں پاپا۔ میں نے خود لکھی ہے۔ اور میں تو مذاق مذاق میں آپ کو ڈانٹا ہوں ناں تاکہ آپ اچھے ڈیڈی بنے رہو۔ ورنہ آپ کو تو پتا ہے ناں میں ممی سے بھی زیادہ آپ سے پیار کرتا ہوں۔"

علی کی نظروں کے سامنے وہ لہولہان جسم دوڑ گیا تو اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں۔ نظروں کے سامنے بھی اندھیرا تھا۔ وہ بے اختیار کانپنے لگا۔ لیکن فینس کے قریب کھڑی لڑکی کو دیکھتے ہی اس کے جسم کی لرزش کم ہو گئی تھی۔

Even with my eyes closed“

”.To me, all my guilts are exposed

(میری آنکھیں بند بھی ہوں تو مجھ پر میرا قصور بے نقاب ہو جاتا ہے)

وہ یک ٹک لڑکی کو دیکھتا رہا۔ ذہن میں ہلچل مچی ہوئی تھی:

"یہ تیری وجہ سے ہوا، ارمان۔ تو نے مجھے ریس لگانے پر اکسایا۔ تیری وجہ سے میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے چیلنج قبول کیا۔ تو یہ سب نہ کرتا تو رہ میں ریس لگاتا، وہ وہ لڑکا میری کار تلے آتا،

نہ کوئی جلاد بدلہ لینے کی خاطر میرے بیٹے کے ٹکڑے کرتا۔"

وہ مسلسل چلا رکھا تھا۔ مسلسل چیخ رہا تھا:

"یہ تمہاری وجہ سے ہوا ہے ماریہ۔ تم میری زندگی میں نہ آتیں تو میں ہمیشہ ارحم کو

سینے سے لگائے رکھتا۔ تمہاری وجہ سے میں اسے توجہ نہیں دے سکا۔ تمہاری وجہ

سے وہ مر گیا۔"

وہ اب شیشے کا لیمپ توڑتے ہوئے ہذیانی انداز میں چیخ رہا تھا:

"یہ سب اس سیاستدان کی وجہ سے ہوا۔ کمینے نے میرا بچہ مار دیا۔ میرا اکلوتا بچہ،

میری اقرا کا بیٹا۔"

وہ اب سر پکڑے صوفے پر بیٹھا تھا۔ بڑبڑا رہا تھا:

"یہ میری وجہ سے ہوا۔ نہ میں اس روز ڈرنک کرتا، نہ ریس لگاتا اور نہ کسی لڑکے کو

روند دیتا۔ میں ہی برا ہوں۔ میں ہی قصوروار۔ میں ہی قاتل ہوں۔ میں اپنے ہی

بچے کا قاتل ہوں۔"

I am wrong. I am wrong’. This is all“‘

".I have known about me all lifelong

(میں غلط ہوں۔ میں غلط ہوں۔ یہی سب ہے بس۔ میں اپنی پوری زندگی میں اپنے متعلق جان گیا ہوں)

"اس نے کہا تھا ارحم کا خیال رکھنا۔" وہ اب بنچ پر لیٹا بڑبڑا رہا تھا:

"میں نہیں رکھ پایا۔ اس نے مجھے کہا کہ مجھے ٹھیک کر دو، پاپا۔ میں نہیں کر پایا۔ میں ہی غلط ہوں۔ میں ہی غلط ہوں۔"

But these things ain’t ever going to change“

”....My gulit won’t bring him back

(لیکن یہ سب اب بدلنے والا نہیں ہے۔ میرا گلٹ اسے واپس نہیں لے آئے گا)

فینس کے پاس کھڑی لڑکی مدھم لہجے میں بولی تو اس نے بے اختیار سر گھما کر ادھر

دیکھا:

I know he is in heaven“

Under shade of my prayers

In the bed of purple flowers

”Under bliss of Great Mayor

"ارحم۔ارحم۔۔۔میرا بچہ۔۔۔میرا بچہ جنت میں ہے۔میرا بچہ۔۔۔ارحم۔۔۔ ارحم۔"

وہ اب لیٹے ہوئے مسلسل بڑبڑا رہا تھا جب قریب سے گزرنے والے ایک بچے نے اس کے بنچ کے قریب گرا ہوا فون اٹھایا اور اسے اٹھایا:

"آپ کا فون گر گیا سر۔"

علی نے آنکھیں کھولیں اور اسے دیکھا۔بچے فون اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔علی نے فون نہ لیا۔وہ یک ٹک بچے کا روشن چہرہ تکتا رہا:

"کیا نام ہے تمہارا۔" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔افسردگی اب غائب ہو چکی تھی اور وہ فریش نظر آ رہا تھا۔البتہ اس کے کپڑے ابھی تلک پھٹے ہوئے اور جسم ابھی بھی زخمی تھا۔

"نائل۔" بچے نے بتایا اور اسے دیکھا:

"آپ کا نام؟"

علی مسکرایا۔وہ اٹھ بیٹھا اور فون بچے کے ہاتھ سے لے لیا:

"ارحم۔میں ارحم ہوں۔"

بچہ سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔اس نے فون جیب میں ڈالا اور اب بدلی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔فینس کے قریب کھڑی پنک فراک والی لڑکی گا رہی تھی:

But these things ain’t ever going to change“

So as long, as long, you my beloved, are

”!...gone

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

(لیکن یہ سب کچھ بدلنے والا نہیں جب تک کہ تم میرے پیارے، اس دنیا میں نہیں ہو)

لیکن ارحم نے وہ فقرہ نہیں سنا تھا۔ علی حیدر کی دوسری شخصیت جاگ چکی تھی۔

ارحم علی جاگ گیا تھا۔ اب یک ٹک پنک فراک والی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو مائیک رکھ چکی تھی اور لڑکیاں اسے داد دے رہی تھیں:

"بہت اچھے اُشنہ۔ تمہاری آواز بہت اچھی ہے۔"

"اُشنہ۔" اس نے "اُش" پر زور دیتے ہوئے نام ادا کیا تھا:

"اچھا نام ہے۔"

وہ دل ہی دل میں تسلیم کر گیا۔

بہروپیا

Mega Episode

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گڈ مارننگ،ماریہ۔۔۔"

صوفے پر بیٹھے علی نے مترنم آواز میں مسکراتے ہوئے کہا تو ماریہ سسک کر رہ گئی تھی۔ایک جھٹکے سے وہ اٹھی، علی کے قریب رکھا علی کا فون اٹھایا اور باہر نکل گئی۔

اس کے سپاٹ چہرے پر آنسو بکھر رہے تھے۔قطرہ قطرہ چ-ہرے پر پھلستے ہوئے ٹوٹ رہے تھے لیکن وہ انھیں صاف نہیں کر رہی تھیں۔وہ انھیں رگڑنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

گیراج میں کھڑی سیاہ پورش میں بیٹھ کر اس نے ایکسیلیٹر دبایا تو پورش اجلی سڑک پر ڈورنے لگی۔ماریہ آنکھیں نہیں جھپکتی تھی۔آنکھوں سے بہتے آنسو منظر دھندھلا کر رہے تھے۔روڈ پر واک کرتے لوگوں کے درمیان سے سیاہ پورش زن کر کے گزر گئی تھی۔اور پھر اچانک وہ رکی۔

وہ تین منزلوں پر مشتمل عمارت تھی۔ماریہ کسی روبوٹ کی طرح پورش سے نکلی

اور میکانکی انداز میں زینے چڑھتے ہوئے ایک فلیٹ کے سامنے آرکی۔اس نے کتنی ہی بار دستک دی۔اور جب دروازہ کھلا تو دہلیز پر ایک نوجوان لڑکی نمودار ہوئی۔اس کی سرخ متورم آنکھیں ماریہ کو دیکھ کر مزید سرخ ہوگئی تھیں۔ماریہ اسے دیکھے بغیر اندر آگئی۔وہ اب دو کمروں کے فلیٹ میں محتاط سی نگاہ دوڑاتے ہوئے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

"ماریہ۔اتنی صبح صبح۔۔۔"اُشنہ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ماریہ نے اس کے بیڈ روم میں موجود الماری کھولی۔الماری کے نچلے خانے میں سیاہ سفری بیگ رکھا تھا۔اس نے بیگ نکالا اور اسے بیڈ پر رکھا۔پھر خود ہی کچھ تلاش کرنے لگی۔ جھکی اور بیڈ کے نیچے جھانکا۔سرخ اٹیچی بیڈ کے نیچے رکھا تھا۔ماریہ نے اسے کھینچا اور اسے بھی بیڈ کے اوپر رکھا۔

"ماریہ۔"اُشنہ ششدر تھی:

"کیا کر رہی ہو،ماریہ۔میرے بیگز کیوں کھول رہی ہو؟اور آخر تم اتنی صبح صبح

میرے فلیٹ میں۔۔۔"

"تم آج لندن جارہی ہو۔" ماریہ نے اٹیچی کی زپ کھولتے ہوئے حتمی لہجے میں اسے دیکھے بغیر کہا۔ اُشنہ دھک سے رہ گئی۔

"کک۔۔۔کیا۔کیوں بھئی اور۔۔۔اور تم میرے بیگ کے ساتھ۔۔۔"

لیکن ماریہ اس کی ایک نہیں سن رہی تھی۔ وہ اب کھلی الماری سے اُشنہ کے کپڑے نکال کر تہہ لگانے لگی تھی:

"میں سب انتظام کر دوں گی۔ دو دن بعد تمہاری لندن کی فلائٹ ہے۔ میرے خیال میں جس قدر پیسے تمہیں دوران سفر چاہیے ہوں گے، وہ میں تمہیں لفافے میں بھجوادوں گی۔ پاسپورٹ ویزے کے متعلق تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنا سامان پیک کر و اور۔۔۔"

"میں اپنے گھر کو چھوڑ کر کیوں جاؤں۔"

اُشنہ یکلخت چیخی اور ماریہ کا ہاتھ جھٹکا تو ماریہ نے دلدوز چیخ ماری۔ اپنے ہاتھ میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

موجود سارے کپڑے دور پھینکتے ہوئے وہ بے اختیار بیڈ پر گر گئی تھی۔اس کی آنکھوں سے آنسو دوبارہ رواں تھے اور ہاتھ کانپنے لگے تھے۔

"تم۔۔۔تم چلی جاؤ،اُشنہ۔"

"ماریہ۔میں نے۔۔۔"اُشنہ حق دق تھی۔ماریہ نے سر اٹھا کر اسے سرخ آنکھوں سے گھورا تھا:

"تم چلی جاؤ گی۔تم علی حیدر کے دماغ سے نکل جاؤ گی،اُشنہ۔وعدہ کرو کہ تم اسے اکیلا چھوڑ دو گی۔"

"علی حیدر۔"اُشنہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ماریہ نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔اسے ٹیبل پر اُشنہ کا فون رکھا دکھائی دیا۔اس نے لپک کر اسے اٹھایا۔

"میرے فون کے ساتھ کیا کر رہی ہو۔"اُشنہ نے کہنا چاہا لیکن ماریہ پیچھے ہٹ گئی۔اس نے سرچ باکس میں کچھ ٹائپ کیا۔مختلف پیج کھلے اور ماریہ نے اسے اُشنہ کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نظروں کے سامنے لہرایا۔

"بولو، کون ہے یہ؟"

اُشنہ نے دیکھا۔اس نے سرچ انجن میں ایک نام لکھا تھا۔گوگل پر لکھی تحریر کے نیچے ایک تصویر تھی۔ نفیس سی بلیک پینٹ اور شرٹ کے اوپر سفید اوور آل اور گلے میں سٹیتھوسکوپ۔آنکھوں پر چشمہ اور چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ۔اُشنہ نے ایک نظر ہی اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں شناسائی ابھر آئی تھی۔

"یہ ارحم ہے۔اسکا نام۔۔۔۔"

"علی حیدر ہے یہ۔ڈاکٹر علی حیدر۔"ماریہ اب ایک کے بعد ایک تصویر اس کے سامنے کھول رہی تھی:

"یہ میرا شوہر ہے اُشنہ۔یہ میرا علی حیدر ہے۔"

"نہیں۔ نہیں، مجھے پتا ہے۔میرے پاس۔۔۔"وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔ماریہ اب علی کا فون نکال کر اسے اس میں موجود ہر تصویر دکھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہی تھی۔ وہ صرف علی حیدر کی تصویریں نہیں تھیں۔ ہر تصویر میں ماریہ اس کے ساتھ تھی۔ ہر تصویر میں علی حیدر کے ساتھ ایک چھوٹا سا خوبصورت بچہ ضرور تھا۔

"نہیں۔ وہ ارحم ہے۔ وہ ارحم ہی ہے۔"

"کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟ کیسے ثابت کرو گی تم۔"

"میرے پاس۔۔۔ میرے پاس اسکا فون نمبر ہے۔ میں۔۔۔ میں اسے۔۔ اسے کال کروں گی۔"

اُشنہ نے ایک جھٹکے سے اپنا فون جھپٹ لیا تھا۔ فون بک کھولے وہ کال ملا رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں لرزش تھی۔ چہرہ فق تھا۔ وہ کہیں سے بھی اُشنہ صادق نہیں لگ رہی تھی۔ اس نے کانپتی انگلیوں سے فون ملایا۔ بیل جاتی رہی۔ ماریہ منتظر کھڑی تھی۔ اور دفعتاً اس کے ہاتھ میں موجود علی کا فون بجنے لگا۔ سکرین پر لکھا "اُشنہ" جگمگا رہا تھا اور نمبر لکھا تھا جو اُشنہ کے لیے شناسا تھا۔ وہ اسکا اپنا نمبر تھا۔

"ارحم۔۔۔ارحم نے مجھے یہ فون نمبر۔۔۔"

"وہ علی ہے،اُشنہ۔"ماریہ اب مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی۔اس کا چہرہ تر تھالیکن سنجیدگی قائم تھی۔اس کی آواز ایک بار بھی نہیں لڑکھڑائی تھی۔اس نے سب سمجھنے میں لمحہ لگایا تھا:

"وہ شخص جسے تم ارحم کے نام سے جانتی ہو،وہ علی ہے۔وہ میرا شوہر ہے،اُشنہ۔" اس نے فون پر کھلی مسکراتے ہوئے علی حیدر کی تصویر اُشنہ کی نظروں کے سامنے لہراتے ہوئے دھیمی مگر سوگوار مسکراہٹ کا اظہار کیا:

"اور جس نام اور شخصیت کے ساتھ وہ تمہارے سامنے آتا ہے،وہ علی کی نہیں ہے۔ وہ اسکے بیٹے کی شخصیت ہے۔ارحم علی اسکا بیٹا تھا،اُشنہ۔ تین سال پہلے وہ کار ایکسیڈنٹ میں مر گیا۔علی کو وہ بے حد پیارا تھا اور اب،وہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کی زندگی جینا چاہتا ہے۔وہ ایک ہی وقت ہے علی حیدر بھی ہے اور ارحم علی بھی۔وہ خود کو اپنے بیٹے کی جگہ رکھ رہا ہے۔وہ،وہ زندگی جینا چاہتا ہے جو اس کے بیٹے کو

نصیب نہیں ہوئی۔ وہ شدید قسم کی مینٹل ڈسٹربنس کا شکار ہے اُشنہ۔ اور تمہارا تعلق اسکی ڈسٹربنس بڑھا رہا ہے۔"

"وہ پاگل نہیں ہے۔" اُشنہ کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔ شاکڈ نظروں سے وہ متواتر ماریہ کو تک رہی تھی۔

"ہاں۔ وہ بس ایک ڈسٹربڈ شخص ہے جس کا بیٹا مر چکا ہے۔ لیکن پتا ہے اُشنہ۔" وہ اب دو قدم آگے آئی اور اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھا:

"اس کا بیٹا زندہ ہے۔ اور میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ میرا بیٹا اپنے باپ کو پاگل سمجھے۔ میں یہ بھی نہیں چاہوں گی کہ وہ اپنے پہلے بیٹے کی خاطر دوسرے بیٹے کو فراموش کر دے۔ لیکن میں یہ ضرور چاہوں گی کہ اسکی شخصیت کا وہ حصہ ختم ہو جائے جو ایک لڑکی سے متاثر ہے۔"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھ سے محبت۔۔۔"

"وہ تم سے علی حیدر نے نہیں کہا۔" ماریہ نے اسے ٹوکا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جس نے وہ کہا، وہ اس دنیا میں نہیں ہے، اُشنہ۔ سو پلیز، اپنا سامان باندھو اور تین بجے ڈی اے کے آفس پہنچ جانا۔ عثمان جبیب کا نام تو سنا ہو گا ناں۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی ہیں۔ کسی وقت علی کے دوست تھے۔ وہ تمہارا جائیداد کا مسئلہ جلد سے جلد حل کرانے کی کوشش کریں گے۔"

وہ کہتے ہوئے مڑ گئی۔ علی کا فون اس کے ہاتھ میں تھا۔

"تم مجھ سے ارحم کو نہیں چھین سکتیں۔"

اُشنہ چیخی تو ماریہ نے گھوم کر اسے دیکھا۔

"میں تم سے کبھی ارحم کو نہیں چھینوں گی۔ اُشنہ۔ لیکن دیکھنا، میں ارحم سے اُشنہ کو چھین لوں گی۔ اور جب اُشنہ ہی نہیں رہے گی، تو ارحم خود بخود ختم ہو جائے گا۔ پیچھے رہے گا تو صرف علی حیدر۔ میرا علی حیدر۔"

".You are a liar, Maria"

اُشنہ نے چیختے ہوئے فلیٹ کے دروازے سے کوئی شے اٹھا کر باہر پھینکی تھی۔ ماریہ

کچھ سنے بغیر باہر آگئی۔اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

وہ پورش میں آبیٹھی لیکن اب ضبط ختم ہو چکی تھی۔سٹیر نگ ویل کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس پر جھکی ماریہ رباب بے انتہا اداس تھی۔آنسوؤں کی افراط تھی۔ ہچکیاں لیتے ہوئے وہ اس کا جسم طوفان میں کھڑے نہتے نو خیز پیڑ جیسا ہو رہا تھا جو بس اکھڑنے کے لیے تیار تھا۔بہہ جانے کے لیے بھی تیار تھا۔

"آپ کے شوہر کی حالت انتہائی نازک ہے،ماریہ۔"دو سال پہلے ڈاکٹر نے اسے تنبیہہ کی تھی:

"وہ اس وقت ایک بڑے ٹراما سے گزر رہے ہیں۔جو کچھ ان کے ساتھ ہوا ہے،جو کچھ ان کے بیٹے کے ساتھ ہوا ہے،وہ اس کا قصوروار خود کو سمجھتے ہیں۔اسی لیے وہ بار بار خود پر حملہ کرتے ہیں۔بار بار خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔"

اسے یاد آئی وہ خنک رات جب زوروں کی بارش ہوئی تھی۔ کمرے کے فرش پر دو زانو بیٹھا علی بلک بلک کر رو رہا تھا جبکہ اس کی آستینیں خون سے سنی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ اس نے خود کو نہیں مارا۔ علی حیدر خود کو نہیں مارتا تھا۔ اس کا گلٹ اس پر حملہ کرتا تھا۔ وہ گلٹ اس کی شخصیت کا حصہ بن چکا تھا۔ اسی گلٹ میں وہ کبھی پستول لے کر انجم ملک کے کے سامنے پہنچ جاتا تو کبھی خود کو قصوروار مانتے ہوئے اپنی نسیں کاٹ لیتا تھا۔

"انھیں مسلسل تھیراپی کی ضرورت ہے۔ کوئی ایسا جوان کے ذہنی تناؤ کو بخوبی سمجھ سکے۔ وہ خود سائیکیٹر یسٹ ہیں۔ لیکن وہ اس وقت اس قدر شدید گلٹ سے دوچار ہیں کہ اپنا آپ کھو رہے ہیں۔ وہ خود کو قاتل سمجھتے ہیں، اسی لیے خود کو مسیحا سمجھنا چھوڑ دیا ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اُشنہ کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی۔سیاہ پورش جس کے اندر ماریہ بیٹھی تھی۔ لیکن وہ تو صرف اس سیاہ پورش کو دیکھ رہی تھی جس کے بونٹ پر ڈینٹ پڑا ہوا تھا۔ وہ ارحم کی پورش تھی۔اُشنہ کا دماغ گھوم رہا تھا۔ماریہ کی طرح وہ بھی تذبذب کا شکار تھی۔اس نے سیکنڈ ضائع کیے بغیر منال کو کال ملائی تھی۔منال سوئی ہوئی تھی، تبھی فون نہیں اٹھا رہی تھی۔اُشنہ بار بار ٹرائی کرتی رہی۔منال تنگ آگئ تھی:

"ایک رات تمہاری نیند کیا خراب کر دی،اُشنہ۔تم تو بدلے لینے پر اترائی ہو۔"

"مجھے ماریہ کے شوہر کا نام بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں؟"منال حیران تھی۔

"مجھے بتاؤ منال۔ماریہ کا شوہر جو پاگل ہے۔کیا نام ہے اسکا۔"

"اسکا نام۔اسکا نام بڑا آسان سا ہے۔شاید،شاید عمر۔۔۔عمر فاروق۔"

"علی حیدر۔"اُشنہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔دوسری طرف سے منال

فوراً بولی:

"ہاں ہاں۔ علی حیدر۔ ڈاکٹر علی حیدر۔ تمہیں یاد نہیں ہے اُشنہ۔ جب ہم سکول میں تھے۔ وہ اکثر ماریہ کو سکول سے پِک کرنے آتا تھا۔ ارے وہی جو ہمیں شروع شروع میں ماریہ کے ڈیڈ لگے تھے۔ لیکن پھر ماریہ نے بتایا تھا کہ وہ اسکا شوہر ہے تو ہم کتنا حیران ہوئے تھے۔ تمہیں یاد نہیں آرہا، ارے وہی جو ماریہ سے کافی بڑی عمر کا تھا۔ وہی جو۔۔۔"

"وہ میری برتھ ڈے پارٹی میں بھی آیا تھا ناں۔" اُشنہ نے ایک دم بات کاٹتے ہوئے پوچھا تو منال گڑبڑا گئی۔ کہنے لگی:

"اچھا؟ آیا تھا؟ آیا ہوگا۔ میں نے تو نہیں دیکھا۔ میں تھوڑی ناں مردوں کو تکتی رہتی ہوں۔ اور پھر وہ کیسے آگیا۔ وہ تو پاگل۔۔۔"

"تم نے کہا تھا کہ تم نے مجھے اور ارحم کو شاپنگ مال میں دیکھا تھا۔ دیکھا تھا یا نہیں۔" اُشنہ پوچھ رہی تھی اور منال متذبذب سی حیران پریشان جواب دے رہی

تھی:

"ہاں۔میں نے۔۔۔میں نے دیکھا تھا لیکن۔۔۔"

"دیکھا تھا تو تم ارحم کی شکل کیوں نہیں پہچان سکی۔"

"میں نے صرف تم لوگوں کو پورش میں بیٹھتے دیکھا تھا۔اور پھر اس ارحم موئے کی شکل بھی نہیں دیکھی۔لیکن کیا ہو گیا ہے،اُشنہ۔تم ایسے کیوں پوچھ۔۔۔"

اُشنہ نے اسی وقت کال کاٹ دی تھی۔اب وہ کسی اور کا نمبر ملا رہی تھی۔فون سیکرٹری نے اٹھایا تھا۔اُشنہ نے بڑے سر سے اسے بات کرانے کا کہا تو کچھ دیر بعد اسجد کی آواز سنائی دی:

"کہو اُشنہ۔صبح صبح کیسے فون۔۔"

"میری برتھ ڈے پارٹی۔اس میں ماریہ کا شوہر علی حیدر بھی آیا تھا۔آپ نے اسے دیکھا تھا یا نہیں۔"

"اوہو اوہو۔سنبھل کے بھئی۔ماریہ کون؟اچھا اچھا۔سکول والی ماریہ۔ہاں،اس

نے کچھ دونوں پہلے انٹرویو لیا میرا۔ تمہارے توسط سے۔۔۔"

"اسجد بھائی۔ میرے سوال کا جواب دیں۔ آپ علی حیدر کو پہچانتے ہیں ناں۔ پہچانتے ہیں کہ نہیں؟"

"ہاں۔ ہاں، ڈاکٹر علی حیدر کی بات کر رہی ہو تو انھیں پہچانتا ہوں۔"

"پھر میری برتھ ڈے پارٹی میں آپ نے علی حیدر کو کیوں نہیں پہچانا۔"

"علی حیدر تمہاری برتھ ڈے پارٹی میں آئے تھے؟"اسجد جواباً حیران ہوا:

"امیزنگ۔ کیونکہ میں نے تو انھیں نہیں دیکھا۔ مجھے تو ماریہ بھی نظر نہیں آئی۔"

"کیونکہ ماریہ انوائٹڈ نہیں تھی۔ علی حیدر کو میں نے نہیں بلایا لیکن وہ آیا تھا۔ وہ کسے آگیا اور اپ نے اسے کیسے نہیں پہچانا۔"

"کم آن اشنہ۔ یہ ضروری تو نہیں کہ میں سب کو پہچان جاؤں۔

"I deal with a hundered people in a day

(میں ایک دن میں سو لوگوں سے ملتا ہوں، اشنہ)۔"

اسجد کے لہجے میں اب واضح خفگی تھی۔بے اختیار اُشنہ کی موبائل پر گرفت کمزور ہو گئی۔موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹا اور فرش پر آ گرا۔وہ خود بھی تھکی تھکی سے کھڑکی کے پاس آ بیٹھی اور باہر گھورنے لگی:

"مجھے اسجد جانتا ہے۔میرا نام ارحم ہے۔اور آپ کا نام تو میں جانتا ہی ہوں۔"

ناشتہ کرنے اور نہانے دھونے کے بعد وہ دوپہر کو برتھ ڈے پارٹی میں آیا تھا۔ تب،جب ماریہ سٹوڈیو میں ارمان کو روتے ہوئے سب بتا رہی تھی۔اُشنہ نے ذہن پر زور دیا۔اس نے کہا تھا اسجد اسے جانتا ہے۔یہ نہیں کہا تھا کہ اسجد اسکا دوست ہے۔دوست کا لفظ تو اُشنہ نے خود فرض کر لیا تھا۔اور جب وہ واپس گیا تو بے انتہا تھکا ہوا تھا۔ہوش و حواس سے بے گانہ وہ وہیں قالین پر سو گیا تھا۔

"وہ میرے سوالوں کے جواب میں چپ سادھ لیتے ہیں۔سادہ سوالوں کے جواب دے دیتے ہیں لیکن اس موضوع پر آؤں تو وہ مجھے کھل کر کچھ بھی نہیں بتاتے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لیکن اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ وہ مجھے کچھ نہیں بتاتے کیونکہ وہ اپنے بارے میں اب کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔ وہ ایک شخصیت سے دوسری شخصیت میں تبدیل ہوتے ہوئے پرانی شحصیت کے متعلق ہر چیز بھول جاتے ہیں۔"

اور جب ماریہ نے اسے جگایا تھا تو وہ حیران پریشان تھا۔ کیونکہ علی حیدر خودارحم علی سے شناسانہ تھا۔ اسی شام اسے ایک ایکٹر کا انٹرویو کرنا تھا۔ وہ چلی گئی تھی اور اسی وقت صوفے پر بیٹھے علی حیدر کی آنکھ کھلی تھی۔ اسی لمحے وہ فوڈ مارٹ والے ایریے میں پہنچا تھا۔ اشنہ سے بات کرنا اور اس کو دیکھتے رہنے سے اسے عجیب سا سکون ملتا تھا۔ اُشنہ نے اسے بھاؤ نہیں دیا تو وہ انہی قدموں لوٹ آیا تھا۔ لیکن لوٹتے وقت وہ ہمیشہ اداس ہوتا تھا۔ اور یہی اداسی علی حیدر کو واپس لے آتی تھی۔

وہ پیدل چل کر واپس آیا تھا اور بمشکل سیڑھیوں تک ہی پہنچا تھا جب مرسڈیز میں ماریہ ارمان کے ساتھ واپس آئی تھی۔ اس نے ماریہ کو بتایا تھا کہ وہ باہر کھڑا ہے

کیونکہ اسے اندر ڈر لگ رہا ہے۔یہ وہ واحد فقرہ تھا جو اس کا شعور اسے سمجھا سکا تھا اور یہی فقرہ اس نے ماریہ کے سامنے دہرا دیا۔ارمان کو دیکھ کر وہ سہم گیا تھا کیونکہ ارمان بھی اس کے گلٹ کا حصہ تھا۔اس کا ہر دوست اس کے گلٹ کا حصہ تھا۔

"ان کا یہ گلٹ ان کی شخصیت کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ان میں چڑچڑا پن اور جارحیّت پیدا کر رہا ہے۔اور جب انسان میں ضرورت سے زیادہ جارحیّت پیدا ہونے لگے تو وہ کسی نہ کسی پر تو اس جارحانہ رویے کا عملی تجربہ کرنا چاہتا ہے۔حیدر کا گلٹ ہی اس میں جارحانہ آثار پیدا کر رہا ہے۔چونکہ وہ اپنے اس گلٹ کی وجہ کو جڑ سے نہیں اکھاڑ سکتا،اس لیے وہ اس گلٹ کے ہاتھوں معصوم چیزوں پر حملہ زن ہوتا ہے۔جیسے تم، ماریہ۔اور جیسے علی حیدر خود۔"

اور بالکل جیسے امداد صاحب کے وہ دو کتے جو رات کے وقت اس کو باہر نکلتا دیکھتے تو

زور زور سے بھونکتے اور اسے کاٹ کھانے کو دوڑتے تھے۔اور ان کتوں کو دیکھ کر علی حیدر کو نہیں، بلکہ اس کے گلٹ کو ہمیشہ اس رات پکی سڑک کے اطراف موجود گاؤں والوں کے قریب بھونکتے کتے نظر آتے تھے۔جانے کس جارحیّت میں اس نے پین نائف سے ہی انھیں چیر کر رکھ دیا تھا۔اس کی شرٹ خون سے لبریز ہو گئی جسے اس نے خود بیسن پر دھو کر الماری میں لٹکا دیا تھا۔خون آلود چاقو ڈسٹ بن میں پھینک کر آرام سے سو گیا تھا۔وہی چاقو جسے ماریہ اگلی صبح دیکھ ڈسٹ بن میں دیکھ ہی نہیں سکی تھی۔وہ چلی گئی تو اس کے پیچھے پیچھے ارحم علی بھی چلا گیا تھا۔اور جب وہ واپس آیا تو سہ پہر ڈھل رہی تھی۔بنگلے کی سیڑھیوں پر وہ اداس بلبل کی طرح کھڑا تھا جب ماریہ کی مرسڈیز بنگلے میں داخل ہوئی۔علی حیدر اسے دیکھ کر چہک اٹھتا تھا لیکن اس روز،ماریہ اس کی طرف نہیں آئی تھی۔وہ سڑک کے دوسری طرف کھڑے سمیع سے بات کر رہی تھی۔اور پھر سمیع نے اس کی کلائی کس زور سے تھامی تھی۔اس نے دیکھا تھا کہ ماریہ کی رنگت ہی بدل گئی تھی۔اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وقت علی نے اس بات پر غور نہیں کیا۔اس نے صرف یہ دیکھا کہ ماریہ ؟اسکی ماریہ نے اسے نظر انداز کیا۔

وہ بے تحاشہ رویا تھا۔خود کو کمرے میں بند کر لیا۔اسے ماریہ بے حد بری لگ رہی تھی۔اور پھر وہ سو گیا تھا۔ماریہ دروازہ کھٹکھٹاتی رہ گئی لیکن وہ گہری نیند میں تھا۔اور پھر وہ جاگا۔ارحم علی بن کر جاگا جسے ماریہ رباب سے کوئی سروکار نہیں تھا۔اس نے دروازے کا اندر سے لاک کھولا لیکن آگے کوئی بیٹھا تھا۔اس نے جاننے کی نہیں کی۔بڑے نک سک سے تیار ہو کر وہ کھڑکی کے راستے باہر نکل گیا۔اسے جانا ہی تھا۔اسے ایک بار وہ مہین سی آواز سننی تھی اور پھر وہ خوشی سے سرشار ہو جاتا۔اسے بے حد خوشی تھی کہ وہ اسے مل گئی تھی۔ہمیشہ کی طرح وہ فلیٹ جانے کے لیے ٹیکسی کے انتظار میں تھی۔ارحم علی نے اسے اپنا فون نمبر دیا تھا۔اور وہ واپس آیا تو علی حیدر کو بالکل بھی یاد نہیں تھا وہ کہاں سے آیا ہے۔

اور جب ماریہ نے کمرے کا دروازہ کھلا پایا تو وہ اندر آ گئی تھی۔علی اب مختلف کپڑوں

میں تھا لیکن ماریہ نے نوٹ نہیں کیا۔ علی ان تین سالوں میں پہلی بار یوں ناراض ہوا تھا۔ وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی تھی، سواس نے آفس سے چھٹی لے لی تھی۔ ماریہ پورا دن اس کے ساتھ تھی، اس لیے وہ سو بھی نہیں سکا تھا۔ سارا دن وہ ماریہ کا علی حیدر بنا رہا تھا جسے چاؤمین کھانی نہیں آتی تھی اور کار سے بے حد ڈر لگتا تھا۔ لیکن ماریہ کے ساتھ جب وہ واپس آیا اور ماریہ آگے چلی گئی تو اس کے جیب میں موجود فون کی گھنٹی بجی۔ ان تین سالوں میں اس نے کبھی فون نہیں اٹھایا تھا۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کا فون اس کی جیب میں ہے۔ اس کے باوجود اس نے اسے آن کیا۔ اتنا تو وہ جانتا تھا۔

"ہیلو؟"

"کون ہے؟"

ماریہ فون پر ایسے ہی بات کرتی تھی۔ سواس نے بھی ایسے ہی کی۔ لیکن دوسری طرف سے کنکشن منقطع ہو گیا۔ ادھر ماریہ کہہ رہی تھی کہ وہ باہر کیوں کھڑا ہے۔

www.novelsclubb.com

وہ ایک نظر ہمسایے کے آنگن میں جھانکنے کے بعد اندر آگیا تھا۔رات پر سکون گزری تھی اور اگلے دن جب ماریہ چلی گئی تو نیند سے جاگ کر ارحم علی نے سب سے پہلے فون چیک کیا جس پر اُشنہ نے کال کی تھی۔وہ یہ نمبر پہچانتا تھا۔اس نے نمبر محفوظ کر لیا تھا اور اس سے ملنے چلا گیا۔

"مجھے معاف کرنا اُشنہ۔پر مجھے تمہاری آواز بہت اچھی لگتی ہے۔"

کھڑکی کے ساتھ بیٹھی، عقب سے ٹیک لگائے اُشنہ کو بے اختیار یاد آیا۔اس روز وہ ڈنر سوٹ میں ملبوس اس کے سامنے بیٹھا اسے کہہ رہا تھا۔بڑی نفاست سے وہ چاؤ مین کو کانٹے میں رول کرتے ہوئے کھا رہا تھا۔وہ اصل علی حیدر تھا جو ارحم علی کے بہروپ میں تھا۔اس نے وٹس ایپ ڈی پی دیکھی تھی۔وہ وہی تھا۔وہ ارحم علی ہی تھا۔اور اسی دن ماریہ کو انجم ملک کے ساتھ ملاقات کا موقع ملا۔تین سال کی فرسٹریشن تین منٹوں میں نکل گئی اور وہ واپس آگئی لیکن وہاں ایک اور خبر تیار تھی۔سمیع کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے یہ عجیب لگا کہ وہ کسی کو پہچاننے سے انکاری ہیں لیکن وہ آپ کو بہت اچھے سے پہچانتے ہیں ماریہ۔اتنا کھل کر تو وہ مجھ سے بھی بات کرتے جتنی بے تکلفی سے وہ آپ سے گفتگو کرتے ہیں۔یہ ایک مضبوط بانڈ ہے ماریہ۔آپ گیارہ سال ان کی زندگی کے ایک اہم عنصر کے طور پر رہی ہیں۔آپ ان کے لیے اتنی ہی اہم ہیں جتنا کہ ان کا بیٹا تھا۔تبھی تو وہ اس ٹراما میں اپنی اداسی کی وجہ بھولتے جا رہے ہیں لیکن آپ انھیں ابھی بھی یاد ہیں۔اور وہ آپ کی حفاظت کے متعلق ابھی بھی کانشیئس ہیں۔"

سٹیرنگ وہیل پر سر رکھ کر روتی ماریہ نے آہستگی سے سر اٹھایا۔اس کے ذہن میں کہیں سمیع کہہ رہا تھا:

"انھیں تو یہ قاتلانہ حملہ لگتا ہے۔پولیس والے کار کا نمبر پوچھ رہے تھے۔نمبر تو

مجھے یاد نہیں تھا۔ ٹھیک سے دیکھا نہیں لیکن شاید وہ پورش تھی۔"

وہ راز اب فاش ہوا تھا۔ علی حیدر کی جارحیّت نے ایک بار پھر اپنا آپ دکھایا تھا۔ گلٹ اور جارحیّت ملتی تھیں تو اس کی تیسری شخصیت بنتی تھی۔ اور وہی اس کا ہتھیار تھی۔ اسے ماریہ کی زرد رنگت اور خوفزدہ سا چہرہ یاد تھی۔ اسی سیاہ پورش میں بیٹھ کر اس نے سمیع کو ٹکر ماری۔ وہ اسے بس سبق سکھانا چاہتا تھا۔ اور سمیع تب سبق مکمل سیکھ گیا جب ماریہ نے اسے کھری کھری سنائی تھیں۔

"مانا کہ وہ دماغی طور پر خود کو بھلا بیٹھے ہیں لیکن اپنی فیورٹ شے کے متعلق ابھی بھی اتنے ہی کانشیئس ہیں۔ آپ نے کہا کہ انھوں نے ریس کے دوران پورش سے ایک بچے کو ٹکر ماری۔ اگر وہ خود کو ذمہ دار ٹھہرا رہے ہوتے تو سب سے پہلے پورش کے ٹکڑے ٹکرے کر دیتے۔ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ وہ کار ان کی پسندیدہ شے ہے۔ اسی وجہ سے وہ آپ پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیونکہ آپ انھیں پسند ہیں ماریہ۔"

کھڑکی میں بیٹھی اُشنہ کے ذہن میں یکلخت کلک ہوا۔اس نے بے ساختہ فون اٹھایا۔ وہ ابھی چل رہا تھا۔اس نے نمبر ملایا۔کافی دیر بعد اٹھالیا گیا۔ لیکن دوسری طرف سے گالیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا:

"کمی، کمین۔اب یاد آیا تجھے اپنے بھابی کو فون کرنا۔جب بھائی زندہ تھا تو کیسے چکر پہ چکر لگاتی تھی۔اوراب عرصہ ہوا، گھر نہیں آئی۔بھائی کا قتل کر کے تو۔۔۔"

"مجھے بتائیں بھائی کی موت کیسے ہوئی، بھابی۔"اُشنہ نے فوراً اپنا سوال کیا۔ادھر سے بھابی چیخیں:

"ہائے ہائے۔بھائی کا ایکسیڈنٹ کرانے کے بعد کہتی ہے بھائی کی موت کیے ہوئے، کمینی تو مجھ سے یہ کیسے۔۔۔"

"بھابی پلیز۔کیا بھائی کا کار ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔"اُشنہ پوری قوت سے چیخی تو دوسری

طرف بھابی کی آواز دھیمی ہوئی:

"ہاں۔لوگوں کہ کہنا تھا کہ سیاہ کار اسے کچل کر نکل گئی۔لوگوں نے نمبر نوٹ۔۔۔"

"مجھے کار کا نمبر بتائیں۔"اُشنہ فوراً بولی۔بھابی کو نمبر معلوم تھا۔وہ اپنے شوہر کے قاتل کی کار کا نمبر ازبر کیے بیٹھے تھی۔وہ نمبر بتا رہی تھی اور اُشنہ بے یقینی سے نیچے سڑک میں کھڑی سیاہ پورش کی نمبر پلیٹ پڑھ رہی تھی۔وہی نمبر،وہی ہندسے، وہی نمبر،پلیٹ،وہی کار۔۔۔اور وہی قاتل۔

"ویسے تم فلیٹ میں کیوں رہتی ہو اُشنہ۔مجھے پتا ہے،تمہارے بھائی کا ایک خوبصورت بینگلو(بنگلا)ہے۔تم وہاں کیوں نہیں رہتیں۔"

"کیونکہ وہ میرا نہیں،میرے بھائی کا ہے۔"

"پھر وہ ہے تو تمہارا بھائی ہی ناں۔"

"میرا سوتیلا بھائی ہے۔"

"تمہارے ساتھ سوتیلوں والا ہی سلوک کرتا ہے؟"

"مجھ سے نفرت کرتا ہے۔"

تب ارحم علی خاموش رہا تھا۔ لیکن اُشنہ روئی تو وہ بے اختیار تڑپ اٹھا تھا۔ بظاہر وہ چھپا گیا اور مسکراتے ہوئے اس کے آنسو پونچھ ڈالے لیکن جب واپس آیا، تو نہ وہ علی حیدر تھا نہ ارحم علی۔ وہ غم و غصے سے لبریز ایک مرد تھا جس نے اپنی جارحیّت کا اب کھل کر مظاہرہ کرنا تھا۔ رونا علی حیدر کا کام تھا۔ آنسو اسے بہانے تھے۔ وہ کیسے اس خوبصورت سی، مدھر آواز والی ساحرہ کی آنکھوں میں، اپنی رانی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لیتا۔ ماریہ سو رہی تھی جب وہ نکلا اور اسی لمحے پورش میں بیٹھ کر سیٹلائیٹ سوسائٹی کی جانب بڑھا۔ قدیر صادق، انشورنس کمپنی کا مالک، رات گئے کار میں واپس آ رہا تھا جب علی حیدر کی پورش نے اسے ٹیک اوور کیا اور قدیر صادق کا قصہ تمام۔ وہ وہاں رکا نہیں۔ سیدھا مکینک کے پاس گیا اور ایک ہی رات میں پورش پر پڑے ایک دو ڈینٹ ٹھیک کرا کر لوٹا۔ اس کے جوتوں پر اس کا اپنا خون لگا ہوا تھا۔

بریکس اپلائی کرتے ہوئے اس کے ناخن رگڑ کھا گئے تھے۔وہ ابھی بیڈ پر آکر بیٹھا ہی تھا جب ماریہ آہٹ محسوس کر کے جاگی تھی۔اس کے استفسار پر اس نے پانی طلب کیا اور پی کر لیٹ گیا۔اور اگلے روز اُشنہ سے ملنے گیا۔لیکن یہ کیا؟ وہ تو ابھی بھی رو رہی تھی۔

"چلو،اب کوئی اور بات کرو۔مجھے تمہاری آواز سننی ہے۔"

"تمہیں میری آواز اچھی کیوں لگتی ہے؟"

"پتا نہیں؟"

"کیا میری آواز پیاری ہے؟"

"شاید۔"

اسے وہ آواز اچھی کیوں نہ لگتی۔اس آواز نے ہی تو ارحم علی کو جنم دیا تھا۔وہ آواز تھی تو وہ تھا۔وہ نہ ہوتی تو اس کا وجود ہی نہیں تھا۔اُشنہ نے اب آنکھیں بند کر لی تھیں۔آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے جا رہے تھے۔دھندلی نگاہوں سے وہ کار کی

نمبر پلیٹ کو دیکھ رہی تھی۔خاموش خاموش رو رہی تھی۔ماریہ نے سیٹ کی بیک سے ٹیک لگائی تھی۔اسے یاد آیا جب اس نے علی کو لیپ ٹاپ پر ٹائپنگ کرتے دیکھا تو وہ کتنا حیران ہوئی تھی۔اور تب علی حیدر نے اپنے منہ سے اقرا کا ذکر کیا۔ادھر اس نے اقرا کہا،ادھر ماریہ نے ارحم کے متعلق استفسار کیا۔اسے کچھ یاد نہیں تھا لیکن اس نام نے اس میں ایک بار پھر گلٹ کو جگا دیا تھا۔رات کو کتنی دیر بیڈ پر لیٹا وہ کچھ سوچتا رہا تھا۔علی حیدر کو نہ سہی،اس کے گلٹ کو ارحم علی یاد تھا۔وہ علی حیدر کا گیارہ سالہ بچہ۔۔۔۔

تب ماریہ کسمساتی ہوئی اٹھی تھی۔یہ پہلی بار ہوا تھا کہ علی نے خود اسے کھلی آنکھوں سے دیکھ کر انگلش میں مخاطب کیا ہو۔کہ اسے مخاطب علی حیدر نے نہیں کیا تھا۔کم از کم اس وقت وہ علی نہیں تھا۔اور جب ماریہ نے اس سے بچے کے متعلق بات کی تو وہ بس ایک لفظ کہہ سکا:

"بے بی۔"

گیارہ سالہ بچہ اس ذہن میں گھوم رہا تھا، سو وہ صرف بے بی کا لفظ ہی کہہ سکا۔ لیکن اگلی صبح وہ جاگا تو دوبارہ علی حیدر بن چکا تھا۔ اُشنہ کے سامنے وہ ارحم علی تھا۔

"انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ انھیں کم لائٹس کی عادت نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ انھیں اندھیروں سے ڈر لگتا ہے۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ اس کا تعلق بھی اسی سانحے سے ہے۔ یہ سب ایک تاریک رات سے شروع ہوا۔ اسی لیے وہ اندھیروں میں ڈر جاتے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

اُشنہ کو یاد تھا۔ اس کے استفسار پر اس نے کہا تھا:

"مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے، اُشنہ۔ میں رات کو اپنے کمرے سے نہیں نکلتا۔"

اور اس روز اسے ماریہ بھی ملی تھی۔ ان دونوں کو ہی نہیں پتا تھا کہ تب ارحم علی بھی وہیں تھا۔ ہر طرح سے تیار، وہ ہمیشہ کی طرح اُشنہ کے لیے آیا تھا۔ لیکن اسے

مصروف دیکھ کر وہ لوٹ گیا تھا۔ لوٹتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح اداس تھا۔ ہمیشہ کی طرح اکیلا تھا۔ وہ سیاہ پورش لے کر آیا تھا اور ایک پولیس والے نے اسکا چالان کر دیا تھا۔ ارحم علی نے بخوشی چالان قبول کر لیا اور نکل گیا۔ لیکن علی حیدر کو اس پولیس والے کی شکل یاد تھی۔

"کتے کمینے، انجم ملک پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ انجم ملک کی کار کا ایکسیڈنٹ کرے گا۔"

سب کچھ اسے ایک لمحے میں یاد آ گیا تھا اور لمحہ بھر میں ہی علی حیدر کی جارحیّت واپس آئی۔ وہ پولیس والے کی شکل دیکھ کر بے حد مشتعل ہوا تھا لیکن چھپا گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ تب تک اس پولیس افسر کا انتظار کرتا رہا جب تک وہ آن ڈیوٹی تھا۔ اور اس دوران، اُشنہ صادق نے اسے دیکھ لیا۔ سگریٹ منہ میں دبائے جب وہ پولیس انسپکٹر کی لوکیشن دیکھتے ہوئے چہل قدمی کر رکھا تھا تب اُشنہ صادق دوڑتے ہوئے اس کے سامنے آئی تھی۔ علی حیدر کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اور اسی دوران جب پولیس والے کی لوکیشن تبدیل ہوئی اور علی کو معلوم ہو گیا کہ پولیس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

والے کی ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے تو وہ واپس پورش کی طرف بڑھا۔اسے اُشنہ صادق سے کوئی مطلب نہیں تھا۔

"وہ انجم ملک کو اس سب کو قصوروار مانتے ہیں۔وہ اکثر اس کا نام لیتے ہیں۔ لیکن اگلے ہی دن جب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ انجم ملک سے وہ بدلہ کیسے لیں گے تو وہ کہتے ہیں، کون انجم ملک ؟یُوسی،ان کا ذہن دو حصوں میں بٹ گیا ہے۔ایک ٹراما سے گزرنے والا علی حیدر کا دماغ ہے اور دوسرا بدلے اور جارحیّت سے لبریز علی حیدر کے بہروپیے کا۔اور یہ بہروپیا انجم ملک سے بدلہ لینے کا خواہش مند ہے۔وہ ہر اس شخص سے بدلہ لینے کا خواہش مند ہے جس نے علی حیدر کے بیٹے کو نقصان پہنچایا۔ جس نے خود علی حیدر کو نقصان پہنچایا۔"

اس وقت اسے صرف ایک پاپی کو سزا دینی تھی۔اور اس نے سزا دینے کی کوشش

کی۔ہر بار کی طرح اس نے ٹیک اوور کیا۔لیکن عین وقت پر پولیس افسر نے کار ہی پارک کرلی۔شاید اسے کچھ سامان خرید ناتھا۔لیکن علی کا غصہ کم نہ ہوا۔اس نے پولیس والے پر ہی کار چلادی۔اور موقع پر گرفتار ہو گیا۔پولیس والے اسے سلاخوں کے پیچھے لے آئے اور خوب درگت بنائی۔وہ سخت ہڈی بنا سب سہتا رہا۔ لیکن جب انتہا ہو گئی تو علی حیدر خود بخود واپس آگیا تھا۔جب ماریہ آئی تو وہ تب بے تحاشہ رویا تھا۔اور ماریہ اسے دیکھ کر خود روپڑی تھی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے جب میں ڈیونفورڈ کی طرف آرہا تھا تو ایک کار سے ٹکر ہو گئی۔کم بخت نے میری پورش کو ٹکر دے ماری۔دیکھو،ڈینٹ بھی پڑ گیا ہے۔اب مکینک کو فون کر رہا تھا کہ اسے اس کے پاس لے کر جاؤں۔اور دیکھو،میرے چہرے پر ہی نہیں،اس کی وجہ سے ناک پر بھی زخم ہے۔"

اُشنہ کو سب یاد تھا۔اس نے یہی سب اُشنہ کو بتایا تھا۔کیونکہ ارحم علی کے لاشعور نے اسے یہی کہانی بتائی تھی۔ایسا کچھ بالکل بھی نہیں ہوا تھا۔اس کی پورش پر ڈینٹ

تھا کیونکہ اس نے ایک پولیس والے کو ٹکر ماری اور ناک پر زخم کیونکہ چار گھنٹے کا تشدد سہا تھا۔ لیکن ارحم علی کو کچھ بھی یاد نہ تھا۔ سو وہ کہانی بنا چکا تھا جو اس کے نزدیک حقیقت تھی اور اسے اُشنہ نے بھی حقیقت ہی تسلیم کیا تھا۔ وہ واپس آیا تو اسے غصہ آ رہا تھا۔ وہ ایک پولیس والے کو ٹکر کیوں نہیں مار سکا۔ اس نے اتنی بار پورش سے لوگوں کو ہِٹ کیا اور اب جب اصلی بندے کو سزا دینے کا وقت آیا تو وہ فیل وہ گیا۔ اس کے ہاتھ میں چھری آ گئی تھی اور جارحیّت میں کچن کی ہر شے اس کے ہاتھوں کٹ گئی تھی۔ ماریہ آئی تو اسے اصرار کر کے ڈنر پر لے گئی۔ وہیں اُشنہ نے اسے دیکھا۔

"آئی ایم سوری اُشنہ۔ وہ تھوڑے سے نروس ہیں۔ خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔"

اُشنہ کے ذہن میں سب چل رہا تھا۔ وہ اسے پہچان نہیں پایا تھا۔ بلکہ سہم گیا تھا۔ اس نے ارحم کے لیے میسج چھوڑا جسے اگلے دن ارحم نے پڑھا تو فوراً مقررہ جگہ پہنچا۔ اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہاں ماریہ بھی پہنچ گئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب ارحم علی کا روپ سامنے تھا۔ وہ اُشنہ کو پہچان رہا تھا۔ جبکہ ماریہ اجنبی تھی۔ جبکہ کل رات ماریہ اسکی اپنی اور اُشنہ اجنبی تھی۔ کیونکہ تب وہ علی حیدر تھا۔

"انھیں ٹرپل پرسنالٹی ڈس آرڈر (Tripple Personality Disorder) ہے۔ تین شخصیات، ایک اداس، دوسری مخبوط الحواس اور تیسری جارحانہ طبیعت۔ یعنی، Sad, Bad اور Mad۔ اس وقت ان کی Mad Personality ان پر غالب (Dominant) ہے۔ ایک وقت آئے گا جب Sad personality غالب آجائے گی۔ لیکن یہ تینوں ان کی شخصیت کا حصہ بنے رہیں گی۔ آپ اپنی ہی شخصیت سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔"

ماریہ نے سختی سے آنکھیں بھینچ لی تھیں۔ آنسو اب ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی تھی:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یہ ایک ہی شخصیت کے تین روپ ہیں۔ علی حیدر اصلی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے وہ اس وقت ٹراما سے گزر رہے ہیں۔ان کی سیڈ پرسنالٹی انھیں سب کچھ بھولنے پر مجبور کر رہی ہے۔ وہ تنہائی پسند اور نازک اندام ہوتے جا رہے ہیں۔ جبکہ ان کی بیڈ پرسنالٹی ان کے لیے ایک شیلڈ بن گئی ہے۔اپنی میڈنیس (Madness) میں وہ جارحیّت پر اتر آتے ہیں۔اور جب وہ ایک بہروپ سے دوسری شخصیت میں جاتے ہیں تو پہلی شخصیت کے متعلق سب بھول جاتے ہیں۔ یہ ایسا ہے جیسے آپ ایک نئی زندگی جینے لگتے ہیں۔"

ماریہ نے چہرہ رگڑا۔ سیٹ پر سیدھی ہو گئی:

"اور رہ گیا ارحم علی۔ تو وہ کچھ نہیں ہے۔ صرف اداس لمحوں میں جنم لینے والا ایک خوش کن پل ہے جو صرف تب سامنے آتا ہے جب علی حیدر تنہائی سے گبھرا جاتا ہے۔"

ماریہ نے آنسو صاف کر لیے تھے۔ وہ ٹھان چکی تھی:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں تمہیں مار دوں گی ارحم علی۔اور دیکھنا میں علی حیدر کو بچالوں گی۔"

اس کی نظریں بے اختیار پورش کی ونڈ سکرین پر پڑیں لکھا تھا:

Each and every desire in this world is “
”.fulfilled when one pays its cost

(اس دنیا میں ہر خواہش تب پوری ہوتی ہے جب اس کی قیمت چکادی جاتی ہے)

ماریہ نے زیادہ دھیان نہ دیا۔اس نے ایکسیلکٹر دبایااور پورش آگے بڑھادی۔

کھڑکی میں بیٹھی اُشنہ کی آنکھوں کے سامنے سے نمبر پلیٹ ہٹ گئی۔اس نے نقاہت سے آنکھیں بند کرلیں۔

مُقید

عثمان حسیب کے سامنے بیٹھی اُشنہ کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔وہ خالی خالی نظروں سے

ساری کاروائی دیکھ رہی تھی۔ماریہ ایک طرف بیٹھی تھی۔اسے اس سب سے کوئی سروکار نہ تھا۔اس نے محض پے منٹ ادا کرنی تھی۔وہ بغور سب کاروائی اس لیے دیکھ رہی تھی کیونکہ غلطی کی گنجائش نہیں تھی۔عثمان حسیب اب قدیر کی بیوی کی جانب متوجہ تھے۔وہ مخصوص وکیلوں والے لہجے میں بھابی کو یوں دھمکا رہے تھے کہ وہ دلائل دینے کے باوجود تھکی تھکی لگ رہی تھی۔

"دیکھیے مسز قدیر۔" عثمان حسیب نے صاف صاف لفظوں میں کہا تھا:

"آپ کے شوہر نے بزنس سنبھالنے کے بعد مسٹر صادق کی جائیداد کے پیپرز بنوا لیے تھے۔اس میں مس اُشنہ کا حصہ بھی ہے۔یہ کیس عدالت تک جائے گا تو ثبوتوں اور جائز حصے کی بنا پر جج یہ فیصلہ مس اُشنہ کے حق میں ہی دے گا۔اس صورت میں میں ایسے سورسز لگاؤں گا کہ آپ کو آپ کا جائز حصہ بھی نہیں مل سکے گا۔لیکن اگر آپ اس وقت محض ایک پیپر پر دستخط کر دیتی ہیں تو کام آسان ہو جائے گا۔آپ کو اپنے شوہر کی ساری جائیداد مل جائے گی کیونکہ ان کے بچے ابھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بالغ نہیں ہیں اور آپ کے علاوہ ان کا کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے۔"

وہ سپاٹ سے لہجے میں معاملے کی سنگینی بڑھا رہے تھے اور رفتہ رفتہ بھابی کے تنے ہوئے تاثرات غائب ہوتے جا رہی تھی۔اس کے کندھے ڈھلکے اور وہ خاموشی سے پیپر پڑھنے لگی۔ عثمان حسیب نے اسی وقت ایک پیپر اُشنہ کے سامنے رکھا:

" قانون کی رو سے کمپنی کا آدھا حصہ آپکا ہے۔اگر آپ کمپنی کو بیچنا چاہتی ہیں تو آپ کو پہلے۔۔۔۔"

"مجھے کمپنی میں سے حصہ نہیں چاہیے۔"اُشنہ آہستگی سے بولی۔بھابی نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا۔اُشنہ اب سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔اس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا لیکن وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کر رہی تھی:

" کمپنی پہلے بھی چلتی رہی ہے۔اب بھی چلے گی۔مجھے اس کمپنی میں سے کچھ نہیں چاہیے۔مجھے صرف ان پلاٹس کے پیپرز چاہیے جو میرے والد میرے نام کر چکے تھے اور جنھیں قدیر نے جعلی کاغذات بنا کر اپنے نام کرالیا تھا۔"

"وہ سوسائٹی کے دونوں مہنگے اور خوبصورت پلاٹس تجھے دے دوں۔" بھابی پھنکاری۔

"میں کمپنی میں حصہ نہیں مانگ رہی۔ اسے آپ چلائیں یا کسی مینیجر کے بھروسے چھوڑیں، مجھے فرق نہیں پڑتا۔ میں گھر میں سے بھی حصہ نہیں مانگ رہی۔ گھر بھی آپ کا اور آپ کے مرحوم شوہر کا ہے۔ مجھے صرف وہ دونوں پلاٹس بیچنے دیں تاکہ میں لندن جا سکوں۔"

اس نے ماریہ کو دیکھے بغیر کہا تھا۔ ماریہ سب سنتے ہوئے ٹیبل کا کونا کھرچتی رہی۔

"لندن چلی جاؤں۔" بھابی نے غصے میں اسی کا فقرہ دہرایا:

"اور کل کلاں کو واپس آکر کمپنی پر اپنا حق جماؤں۔"

"میرا حلفیہ بیان بھی لیں اور اسے تحریری صورت میں بھی لے آئیں۔ مجھے صرف ان دو پلاٹس سے مطلب ہیں۔ انھیں بیچ کر میں لندن چلی جاؤں گی اور وہیں رہوں گی۔ اگر کبھی پاکستان آنا ہوا تو بھی میں کسی فلیٹ میں ہی رہ لوں گی۔ میرے پاس

پیسے نہ بھی ہوئے تو میں زندگی میں آئیندہ کبھی اس گھر اور اس کمپنی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گی۔"

وہ سپاٹ سے لہجے میں کہتی جا رہی تھی۔ بھابی کے تاثرات ایک بار پھر ڈھیلے پڑ گئے۔ اب اعتراض کی گنجائش ہی نہ تھی۔ اُشنہ نے اپنا مسئلہ خود ہی حل کر لیا تھا۔

عثمان حسیب نے کاغذات تیار کرا لیے تھے۔

"میرا رابطہ کسی اچھے پراپرٹی ڈیلر سے بھی کرا دیں۔ مجھے فوراً وہ دونوں پلاٹس بیچنے ہیں۔"

یہ رابطہ بھی عثمان حسیب نے کرایا۔ لیکن پراپرٹی ڈیلر کا کہنا تھا:

'اتنی جلدی تو خریدار نہیں ملے گا۔ اور پھر یہ دونوں پلاٹس شہر کے عین وسط میں ایک اچھی سوسائٹی میں تعمیر شدہ ہیں۔ وقت بڑھے گا تو ان کی قیمت بھی بڑھے گی۔ آپ ان دونوں کو ایک ساتھ بیچ کر بے وقوفی کر رہی ہیں۔"

"مجھے بعد کی باتیں سنا کر مت ڈرائیں۔ بعد میں کیا ہو گا میں نہیں جانتی۔ فی الحال

مجھے صرف یہ پیسے چاہیئں۔اور یہ ان پلاٹس کو بیچنے کے بعد ہی ہو گا۔"

ماریہ کی اس پر نظر تھی۔اس نے ایک بار بھی اسے مدد کی آفر نہیں دی۔اُشنہ خود بھی سب جلدی کرنا چاہتی تھی۔وہ اس جگہ سے جلد از جلد نکلنا چاہتی تھی۔ماریہ کو بالکل بھی نہیں پتا چلا کہ کب اس نے دونوں پلاٹس بیچ بھی دیے اور فلائٹ بھی خود ہی ارینج کرالی۔اسے پتا تب چلا جب وہ آخری بار اس کے سامنے آئی تھی:

"میں آج رات چلی جاؤں گی۔نانو کو بھی میل کر دی ہیں۔وہ خوش ہیں۔کہہ رہی ہیں کہ انھیں میرے آنے سے اچھا سہارا مل جائے گا۔"

ماریہ یہ سن کر خاموش رہی۔وہ آج کل خاموش رہنے کو ترجیح دینے لگی تھی۔

"کیا میں۔۔۔"اُشنہ نے آہستگی سے کہا تھا تو ماریہ نے بغور اسے دیکھا۔اُشنہ ہچکچا رہی تھی:

"کیا میں آخری بار۔۔۔بس آخری بار اسے دیکھ۔۔۔"

"نہیں۔"اتنے دنوں کی خاموشی اس نہیں پر ٹوٹی۔اُشنہ نے اصرار نہ کیا۔اس نے

وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے بھول جائے گی۔اسے وعدہ نبھانا تھا۔

"مجھے پہنچ کر فون کر لینا۔"

اس نے جاتے سمے اُشنہ سے کہا اور پھر کچھ کہے بغیر کیفے سے نکل گئی۔اُشنہ منجمد سی فون پکڑے بیٹھی رہی۔پھر ہولے سے اس نے بٹن دبایا تو سکرین روشن ہوئی۔دو چار کلکس کے بعد فون بک کھلی۔وہ نکھرا نکھرا چہرہ،بہت دھیمی سی مسکراہٹ۔۔۔

اُشنہ نے خود پر جبر کرتے ہوئے کلک کیا۔

"کیا آپ یہ نمبر ڈیلیٹ کرنا چاہتے ہیں؟"

نوٹیفیکیشن باکس میں لکھا تھا۔اُشنہ نے آنکھیں بند کیں اور یس پر کلک کر دیا۔

اب زندگی کے ایک نئے باب کا آغاز ہونا تھا۔جس میں ماضی کی کوئی یاد شامل نہیں تھی۔

سیاہ پورش سڑک پر درمیانی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی جب لڑکوں اور لڑکیوں کا

ایک ٹولہ کچھ بینرز اٹھائے، نعرے مارتا ہوا دوسری جانب سے نکلا۔ٹولے کے عقب میں کچھ بڑے بوڑھے بھی تھے۔ماریہ نے اسی موڑ سے اندر جانا تھا لیکن مجمع نے سڑک بلاک کر رکھی تھی۔ماریہ نے پورش کا شیشہ ہٹایا۔قریب سے گزرتے ایک چھوٹے بچے کو روکا:

"رکیے۔"نوجوان اس کی ندا پر رک گیا۔اس کے ہاتھوں میں کچھ بینرز تھے۔وہ یقیناً انھیں بانٹتے ہوئے گھوم رہا تھا:

"یہ جلوس کس لیے؟"

"آپ کو نہیں پتا۔"نوجوان کی آنکھوں میں تعجب در آیا۔اس نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا:

"کیپیٹل منسٹر (CM) کے خلاف احتجاج ہو رہا ہے۔انجم ملک کے بیٹے کے خلاف ایکسٹورشن کا کیس بنا ہے۔He has to pay for it۔آپ بھی آئیں۔"

اس نے ایک چھوٹا سا بینر ماریہ کے تاثرات دیکھے بغیر کار کے شیشے پر ٹکا دیا اور خود آگے بڑھ گیا۔ماریہ نے آہستگی سے بینر پڑھا اور پھر ونڈ سکرین کے اس پار دیکھنے لگی۔ جلوس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔اب دکاندار بھی اس جلوس میں شامل ہونے لگے تھے۔ بازار میں موجود آدمی بھی ان کا ساتھ دینے آگ ۓ تھے۔لڑکیوں کی لین الگ تھی۔ان کا جوش ویسا ہی تھا۔

"انجم ملک کو گرفتار کرو۔'

ماریہ بنا پلک جھپکے ونڈ سکرین کے اس بار مارچ کرتے جلوس کو دیکھ رہی تھی۔اس ایک نام نے اس کے ذہن میں کھلبلی مچادی تھی:

"اس نے میرا بچہ مارا ہے،ماریہ۔He killed my only child۔ ہاں، میں نے ٹکر ماری اس کے لڑکے کو۔ لیکن جان بوجھ کر تو نہیں ماری۔اور پھر اسے جان سے تو نہیں مارا۔میرے ساتھ کوئی نہیں کھڑا ہوتا تو نہ سہی۔میں چوڑیاں پہن کر نہیں بیٹھوں گا۔He has to pay for it۔(اسے اس

کی قیمت چکانی ہوگی)۔"

ماریہ نے ایکسیلیٹر دبایا اور پورش آگے بڑھا دی۔ وہ گھر نہیں گئی تھی۔ اس کا رخ کسی اور سمت تھا۔ چار گھنٹے بعد وہ میو ہسپتال میں بیٹھی تھی۔ سعدیہ منیب، وہ پندرہ سالہ لڑکی تھی جو اس وقت شدید ٹراما سے گزر رہی تھی۔ اسے شاید پتا بھی نہیں تھا کہ اس کی حمایت میں پورا پنجاب اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ پورا پنجاب اٹھ کھڑا ہو بھی گیا تھا تو اسے کیا فرق پڑتا تھا۔

"سعدیہ میری اکلوتی بچی نہیں ہے، بی بی۔" اس لڑکی کی ماں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تھا:

"میرے دو بچے اور بھی ہیں۔ میں تو جس گھر کام کرتی ہوں، اس کے چوکیدار کے سامنے بھی زبان نہیں کھول سکتی۔ یہ تو پھر صوبے کے گورنر کا بیٹا ہے۔ میں نے ایک آدمی کے سامنے اپنی بیٹی کو رسوا ہونے دے دیا ہے بی بی۔ لیکن یہ تو پھر دنیا ہے۔"

www.novelsclubb.com

میڈیا اور جلوس نکلتی یوتھ کے باوجود پولیس معاملے کو دبا رہی تھی۔ سینئیر آفیسرز اور موجودہ پارٹی کے کارکن وِکٹم پر خاموش رہنے کا زور ڈال رہے تھے۔ لیکن ماریہ آج ایک اور خاندان کی ہار برداشت نہیں کر سکتی تھی۔اس نے عثمان حسیب کو ہی بلوایا تھا۔وہ ٹرائل پر جانے کے لیے تیار تھے۔ لیکن لڑکی کی ماں تیار نہیں تھی۔

اسے عثمان حسیب نے کیسے سمجھایا، وہ یہ نہیں جانتی تھی۔اس نے تو صرف اتنا کہا تھا:

"آپ کو فیس کی فکر نہیں کرنی ہے، سر۔ علی حیدر کا پیسہ اپنے بچے کو نہیں بچا سکا۔ لیکن وہ کسی اور کو تو بچا سکتا ہے۔"

لیکن جواباً عثمان حسیب نے اسے خفگی سے دیکھا تھا۔اس کیس کے پیچھے میڈیا اور یوتھ پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ وہ پیسوں کے بغیر بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے یہ سوچے بغیر کہ ڈیفنس میں سی ایم کا بیٹا ہے۔ماریہ وہاں سے فارغ ہو کر گھر آئی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ ٹھان چکی تھی۔

صبح کا صوفے پر بیٹھا علی حیدر ابھی بھی صوفے پر بیٹھا میز کھرچ رہا تھا۔ماریہ کو دیکھ کر چہکا اور اس کے معصوم سے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن ماریہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔

"تم نے ایک غلطی کی علی۔" وہ اب پرس ایک طرف رکھ چکی تھی اور اس کے ہاتھوں میں کچھ تھا جو علی کو نظر نہیں آیا تھا:

"تم نے اپنے بیٹے کے قاتل کو پکڑنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ خود مار کھائی، اپنے سے متعلقہ لوگوں کو ہراس میں رکھا، لیکن تم بے وقوف ہو۔چال نہیں چل سکے۔ تم یوں کرتے کہ اسی لڑکے کو جس کی ٹانگیں تم نے توڑ ڈالی تھیں، پورش تلے کچل دیتے۔ کم از کم آج وہ بچی تو صدمے سے نہ گزرتی۔ کم از کم پھر آج تم تو اس صدمے میں نہ گم ہوتے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی قریب آگئی تھی۔ علی اب ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ماریے یا۔۔۔"

"مجھے تمہیں یوں نہیں دیکھنا علی حیدر۔" وہ زیرِلب بولی اور بجلی کی سی تیزی سے اس کا بازو تھام کر صوفے کی ہتھی سے لگا دیا۔ پھر دوسرا بازو پکڑا اور اسے بھی وہیں جوڑ دیا۔ علی نے گھبرا کر ہاتھ جھٹکے۔ لیکن وہ ہتھکڑیاں اس کے دونوں بازو مُقید کر کے اسے صوفے سے باندھ چکی تھیں۔

"ماریے یا۔۔۔"

اس نے ناسمجھی سے ماریہ کو دیکھا اور بازو کھینچنا چاہے۔ ماریہ کچھ کہے بغیر اس کے سامنے فرش پر ہی بیٹھ گئی:

"تم ایسے نہیں ہو، علی۔"

"ماریہ۔ ماریہ، مجھے کیوں باندھا ہے ماریہ۔"

وہ اب اپنے بازو چھڑانے کے لیے بار بار زور لگا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید ملال

تھا۔شدت غم سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ماریہ نے اس کو دیکھنے کے باوجود ہاتھ نہیں کھولے تو وہ رونے لگا تھا۔بازو نکالنے کی سعی کرتے ہوئے وہ بلک بلک کر رو رہا تھا۔

"دیکھو علی۔" وہ اپنا فون اس کی نظروں کے سامنے لہرا رہی تھی اور علی بدقت دیکھ رہا تھا:

"اپنے بیٹے کی تصویر دیکھو علی۔"

وہ اس کے عین سامنے فرش پر بیٹھی تھی لیکن علی نہیں دیکھ رہا تھا۔وہ مسلسل روتے ہوئے اپنا بازو کھینچ رہا تھا۔

"اسے دیکھو علی۔دیکھو،کتنا معصوم نظر آتا ہے۔" وہ آگے کو کھسک آئی تھی:

"پر تم نے تو اسے مار دیا ناں علی۔"

"میں نے۔۔۔میں نے نہیں مارا۔" وہ اب بازو کھینچتے ہوئے رو رہا تھا۔اس نے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا تھا اور اسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"مجھے درد ہو رہا ہے۔مجھے کھولو ماریہ۔"

اس کے چہرے پر ابھی بھی آنسو تھے لیکن لڑکھڑاتی آواز مضبوط ہو گئی تھی۔ماریہ نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی:

"میں نے تم سے کہا تھا ڈرنک مت کیا کرو۔ارحم نے بھی کہا تھا تم ریس مت لگایا کرو۔پر تم سنتے ہی کہاں ہو علی۔تم نے ڈرنک بھی کیا۔اور ریس بھی لگائی۔نتیجہ تو برا آنا ہی تھا ناں۔جس بچے کو تم نے ٹکر ماری اس کے باپ نے تو بدلہ لینا ہی تھا ناں۔"

"میں نے۔۔۔جان بوجھ کر۔۔۔۔ٹکر نہیں ماری۔"

وہ اپنی پوری قوت سے چیخا تو ماریہ لمحہ بھر کو اسے دیکھتی رہی۔علی حیدر کا آنسوؤں سے تر چہرہ لال ہو رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں بھی سرخی تھی اور چہرے پر سنجیدگی کے آثار تھے۔تاثرات تنے ہوئے اور جبڑے بھینچے ہوئے تھے۔وہ کہیں سے بھی دو منٹ پہلے والا علی حیدر نہیں لگ رہا تھا۔وہ ارحم علی جیسا بھی نہیں لگ رہا تھا۔اس کے چہرے پر انتہا کا غصہ تھا۔اسی غصے میں اس نے ہتھکڑیاں لگے بازو کھینچے لیکن وہ نہ کھلے تو وہ دوبارہ چیخا:

”.Open them“

"غلطی تمہاری نہیں تھی علی۔"ماریہ اب روہانسی ہو گئی تھی۔اسے علی حیدر کو نہیں سمجھانا تھا۔اسے اس گلٹ کو سمجھا کر اس کا وجود ختم کرنا تھا۔لیکن علی سنی ان سنی کرتا ہوا بازو کھینچنے لگا تھا۔

"غلطی کسی کی بھی نہیں تھی علی۔"

"غلطی تھی۔"وہ اب سپاٹ اور سنگین لہجے میں ماریہ کو دیکھے بغیر بولا تھا:

"غلطی تھی۔سب کی غلطی تھی۔وہ۔۔۔خبیث انسان۔۔۔اس نے مارا۔اسے ماروں گا۔اسے مار دوں گا۔"

"میں تمہیں آزاد نہیں کروں گی۔"

".Then I'll kill you too, bitch"

(تو میں تمہیں بھی مار دوں گا)۔

وہ ہتھکڑیوں میں مقید چیختے ہوئے آگے کو جھکا لیکن ماریہ نے حرکت نہ کی۔وہ اس

www.novelsclubb.com

کے دائرہ عمل سے باہر بیٹھی تھی۔وہ جھکا تو بھی اس کو چھو نہیں سکا۔وہ اس سے انچ دور بیٹھی نم آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"I'll kill you"

(میں تمہیں مار دوں گا)

"لیکن میں نے تو کچھ نہیں ہوا۔" وہ روہانسی ہوئی۔

(پھر ہتھکڑیاں کھولو)

".Then open the cuffs"

"تم مجھے مار دو گے۔" اس نے خوفزدہ نظروں سے علی دیکھا۔

"نہیں ماروں گا۔کھولو مجھے۔" وہ اب بھی سپاٹ لہجے میں بول رہا تھا۔

"تم علی حیدر کو واپس آنے دو گے۔"

"I am Ali Haider"

(میں ہی علی حیدر ہوں)

"نہیں تم نہیں ہو۔"

"میں علی حیدر ہوں۔"

"تم نہیں ہو۔" وہ چیخا تو ماریہ نے ہولے سے اس کے جھکے ہوئے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ وہ اس کے صوفے کے قریب نیچے فرش پر بیٹھی تھی اور علی حیدر کا چہرہ اس سے کچھ انچ دور تھا۔ وہ اپنی سرخ آنکھوں کو اس کے چہرے پر گاڑے اسے ہی گھور رہا تھا جب ماریہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے دونوں رخساروں پر اپنے ہاتھ رکھے۔ ناک کی پھننگ اس کی پیشانی سے رگڑ کھا گئی۔ آنسو علی کا چہرہ بگھونے لگے:

"تم علی حیدر نہیں ہو۔ تم علی حیدر کے قاتل ہو۔ تم اسے مار رہے ہو۔ تم اسے اپنے بیٹے کا قاتل سمجھتے ہو، اسی لیے تم اسے مار رہے ہو۔ لیکن وہ قاتل نہیں ہے علی۔ وہ اپنے بیٹے سے بہت پیار کرتا ہے۔ وہ اس سے تم جتنا پیار ہی کرتا ہے۔ اس نے ارحم کو نہیں مارا۔ اس کا پیشہ زندگیاں لینا نہیں ہے۔ وہ قاتل نہیں ہے علی۔ لیکن تم اسے

www.novelsclubb.com

قاتل بنا رہے ہو۔ تم نے اس کے ہاتھوں ایک قتل کرا دیا۔ تم اپنے بیٹے کی ایک زندگی کے بدلے اور کتنی جانیں لوگے۔"

وہ نرمی سے کہہ رہی تھی لیکن علی کی سرخ آنکھوں کی سختی برقرار رہی۔ اس کے تنے ہوئے تاثرات میں رتی برابر بھی فرق نہیں پڑا تھا۔ اور تبھی ماریہ کے فون کی گھنٹی بجی۔ پرس بہت دور رکھا تھا۔ ماریہ نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی اور علی کو دیکھتی رہی لیکن فون مسلسل بیپ کر رہا تھا۔ وہ فون لینے کے لیے مڑی تو علی نے خود کو آزاد کرانے کے لیے جھٹکا مارا۔ ادھر وہ فون اٹھا چکی تھی۔

"ہاں جی۔"

"سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایک کیس لڑے بغیر جیتنے پر تم سے مبارکباد لوں اور اور تمہیں دوں یا مرنے والے کے ایصال ثواب کے لیے دعا کروں۔"

"واٹ؟"

"کیوں۔ کبھی ٹی وی بھی دیکھ لیا کرو ماریہ۔" دوسری طرف یقیناً عثمان حسیب تھے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور وہ بڑے پرجوش تھے:

"ابراھیم ملک کو judicial custody میں رکھا تھا۔جیل میں ایک قیدی نے اسے چاقو سے گھائل کر دیا۔زخم مہلک نہیں تھے لیکن پھر بھی ہسپتال شفٹ کر دیا گیا۔کڑہ پہرہ تھا پر پتا نہیں کیسے، Someone ripped his throat on the bed (کسی نے اس کا گلا بستر پر ہی کاٹ دیا)۔"

"گلا کاٹ دیا۔"اس کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔علی سب سن رہا تھا۔اس کے تنے تاثرات مزید سخت ہو چلے تھے۔

"ہاں۔مجرم کا پتا نہیں چل سکا۔سی سی ٹی وی فوٹیج بھی مِسنگ ہے۔پوری یوتھ اور سارا میڈیا ابراھیم ملک کے خلاف کھڑا تھا ماریہ۔ Anyone could have done so (کوئی بھی ایسا کر سکتا تھا)۔"

"آپ کا مطلب۔۔۔"ماریہ ہچکچا رہی تھی:

"ابراھیم ملک مارا گیا؟"

"ہاں ناں۔اور یہ کیس کلوز ہو گیا۔لیکن اب انجم ملک پر کیس کھلا ہے۔اس کا بیٹا ریپسٹ نکلا۔ایک ریپسٹ کے باپ کو گورنر کی سیٹ پر کون برداشت کرے گا۔ He is on the edge of chaos(وہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے)۔ جلد ہی اسے کرسی سے اٹھنا ہو گا۔"

ماریہ سن ہو کر علی کو دیکھ رہی تھی جس کے تاثرات مزید سخت وہ چلے تھے۔اس کی سرخ آنکھوں میں اب عجیب سی چمک تھی جسے دیکھ کر ماریہ کو گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔عثمان حسیب فون پر کچھ کہہ رہے تھے جب کلک کی آواز آئی۔ماریہ نے بے بسی سے دیکھا۔ہتھکڑیاں کھلی پڑی تھیں۔وہ صوفے پر بیٹھا اپنی سرخ کلائیوں کو سہلاتے ہوئے بغور ماریہ کو دیکھ رہا تھا۔

"ہیلو ماریہ؟"

"ماریہ، آر یو دیئر؟"

عثمان حسیب پوچھ رہے تھے لیکن وہ کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔فون بے اختیار اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے ہاتھ سے پھسل کر فرش پر جا پڑا تھا۔ وہ سر اٹھائے، صوفے کے قریب بیٹھی

اسے دیکھ رہی تھی۔

"?You chained me"

(تم نے مجھے ہتھکڑیاں لگائیں؟)"

علی اب ہنستے ہوئے ماریہ کے عین سامنے آ بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور

سخت تاثرات سے ماریہ کی جان نکل رہی تھی لیکن وہ مضبوط بیٹھی تھی:

"...see"

(دیکھو)۔" اس نے وہی ہتھکڑیاں کھولتے ہوئے ان کا نوکدار حصے سے ماریہ کا گال

سہلایا تھا:

".I can kill you now"

"(میں اب تمہیں مار سکتا ہوں)۔"

"تم اب کچھ نہیں ہو۔" ماریہ ہولے سے بولی۔ علی اسے دیکھتے ہوئے ہنسا تو ماریہ

بھی مسکرائی۔اس کی آنکھوں میں نمی بڑھ گئی تھی لیکن وہ مسکرانے لگی تھی:

"علی حیدر کے سب دشمنوں کو سزا مل چکی ہے۔علی حیدر کو کوئی گلٹ نہیں ہے۔"

"وہ خبیث ابھی زندہ ہے۔"علی چیخا لیکن ماریہ نے نفی میں سر ہلا دیا:

"اس کی زندگی اب موت سے بھی بدتر ہو گی۔بیٹا کھونے کے بعد اب وہ جب کرسی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا تو اسے شدید صدمہ لگے گا۔اور یقیناً گلٹ بھی ہو گا۔تم وہاں جنم لے سکتے ہو۔پر تم علی حیدر کا پیچھا چھوڑ دو۔"

"میں ہی علی حیدر ہوں۔"وہ غرایا۔

"نہیں۔تم صرف اسکا گلٹ ہو جو اسے اب کبھی نہیں ہو گا۔چلے جاؤ۔میرے شوہر کو چھوڑ دو۔"

وہ بولی تو علی نے فوراً ہتھکڑیوں کی وہ زنجیر اس کے گردن کے گرد رکھ دی تھی۔

ماریہ کو گردن پر بوجھ محسوس ہوا لیکن وہ ضبط کیے اسے دیکھتی رہی تھی:

"علی مجھے کبھی نہیں مارے گا۔علی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔"

"علی تمہیں مار رہا ہے، ماریہ۔"

اس نے غراتے ہوئے زنجیر اس کی گردن کے گرد مضبوطی سے حمائل کر دی تھی۔ زنجیر ماریہ کو اپنی گردن میں چبھتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا سانس گھٹ رہا تھا۔ آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ لیکن وہ ابھی بھی اسے دیکھ رہی تھی:

"تم مجھے نہیں مارو گے، علی۔" اس نے اپنے دونوں بازو علی کی گردن کے گرد باندھ دیے تھے:

"تم نے کہا تھا۔ تم نے کہا تھا کہ علی ماریہ سے بہت پیار کرتا ہے اور ماریہ علی کی جان ہے۔"

"بکواس بند کرو اپنی۔" وہ چنگھاڑا لیکن جتنی مضبوطی سے اس نے زنجیر دبائی تھی، اتنی ہی سختی سے ماریہ نے اس کے گرد بازو حائل کر دیے تھے:

"تم نے پوچھا تھا ناں علی۔ اس رات تم نے پوچھا تھا کہ کیا مجھے تمہارا خود کو تمہاری بیوی کہنا اچھا لگا۔" وہ اب بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی:

www.novelsclubb.com

"مجھے اچھا لگا تھا علی۔ مجھے ہمیشہ سے اچھا لگا تھا۔ میں تمہاری بیوی ہوں علی۔ میں تمہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ میں تمہاری ماریہ ہوں۔"

"میں تمہیں مار۔۔۔"

"ہاں۔" اس نے خود پر جبر کرتے ہوئے علی کے سینے پر سر رکھا۔ ہتھکڑی کی زنجیر کا دباؤ خود بخود ہو گیا۔ علی کا جسم کوئلے کی مانند تپ رہا تھا۔ ماریہ نے کانپتے بازو اس کے گرد حائل کرتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھا:

"تم مجھے چاہو تو مار دو علی۔ پر میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

اس نے آنکھیں بند کیں تو آنسو بہتے ہوئے اس کا چہرہ بگھو گئے۔

"ارحم۔۔۔ ارحم میرا۔۔۔"

"تم نہ ارحم علی ہو اور نہ کوئی اور۔ تم نہ پاگل ہو نہ قاتل۔ تم صرف علی حیدر ہو۔ تم میرے علی حیدر ہو۔ اور میں ماریہ ہوں، علی۔ میں تمہاری ماریہ ہوں۔ اور کوئی ہے ہی نہیں علی۔ کوئی اور تھا ہی نہیں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ اب سختی سے آنکھیں بھینچے بیٹھی تھی۔وہ ہر شے کے لیے تیار تھی۔سیاہ چوغے میں چھپی اجل اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ماریہ نے اسے مسکراتے دیکھ کر مزید سختی سے علی کو بھینچ لیا تھا۔

"تم صرف علی حیدر ہو۔تم میرے علی حیدر رہو۔"

ہمیشہ،وہ سہم کر اس کی ٹانگوں سے لپٹتی تھی،اس کے سینے میں چھپتی تھی۔وہ اب بھی اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی،یہ سوچے بغیر کہ وہ اس کا گلا بھی کاٹ سکتا ہے،اس کے سینے میں چھپ گئی۔

"مجھے بچا لو علی۔"اس نے نم آنکھیں بھینچ کر سر اس کے سینے میں دے دیا تھا:

"مجھے خود سے بچا لو۔خود کو خود سے بچا لو!"

سائیکیٹرسٹ نے کہا تھا:

"کوئی ہے ایسی چیز؟جو انہیں ارحم سے بھی زیادہ پیاری ہو؟"

دو سائے

چمکیلی سنہری دھوپ لاؤنج کے دبیز پردوں میں جذب ہو گئی۔ باقی ماندہ کرنیں کھلی کھڑکی میں سے پردوں کے درمیان سے راستہ بناتے ہوئے لاؤنج کی ہلکی آسمانی پینٹ شدہ دیوار کو روشن کر گئیں۔ پس منظر میں پانی گرنے کا ہلکا ہلکا شور گونج رہا تھا۔ لاؤنج کے بلیک اینڈ وائٹ شطرنج کی طرز پر بنے خانوں والے فرش پر رکھا فون مسلسل بیپ کر رہا تھا۔ پھر سورج نے ذرہ سا رخ موڑا۔ اور کرنیں دیوار سے ہوتی ہوئیں صوفے پر گرنے لگیں۔ صوفے پر پھیلے لحاف میں ذرا سی جنبش ہوئی تو خوبصورت سا چہرہ لحاف سے جھانکنے لگا۔ سنہری کرنیں اس چہرے سے جا ملیں تو وہ کسمسائی۔ بدقت آنکھیں کھولیں اور فوراً ہی بند کر لیں۔ پھر چونک اٹھی۔ چونکتے ہوئے دوبارہ آنکھیں کھولیں اور ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

وہ لاؤنج کے صوفے پر لیٹی تھی۔اٹھ کر بیٹھی تو اس کے کندھوں کو ڈھکتا لحاف گود میں آ گرا۔ماریہ کا سر بری طرح گھوم رہا تھا۔سورج پردوں کے پیچھے پنہاں تھا۔اس کے باوجود اس کی شعاؤں نے لاؤنج کو روشن کر رکھا تھا۔پانی گرنے کی آواز اب بند ہو گئی تھی۔مکمل سناٹا تھا۔

"علی!"

وہ بڑبڑائی اور پھر ہونقوں کی طرح لاؤنج میں نظریں دوڑانے لگی۔وہ اکیلی تھی۔ ہتھکڑیاں صوفے کے قریب ہی زمین پر پڑی تھیں۔اور پھر یہ لحاف۔وہ تو لحاف لے کر نہیں لیٹی تھی۔

"علی۔"

وہ رونے کی قریب تھی۔لحاف ہٹاتے ہوئے اس نے صوفے سے اٹھنا چاہا جب لاؤنج میں آہٹ ہوئی۔ماریہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔وہ لاؤنج میں کھلنے والی سیڑھیوں سے اترتا آ رہا تھا۔متانت سے قدم رکھتا، سر جھکائے وہ ایک ایک سیڑھی اتر رہا تھا۔

بلیک جینز کے اوپر اس نے بٹنوں والی سفید شرٹ پہنی ہوئی تھی۔اگلے دو بٹن کھلے تھے اور گیلے بال ماتھے پر گرے ہوئے تھے۔صاف ظاہر تھا کہ وہ ابھی ابھی نہا کر نکلا تھا۔لاؤنج میں قدم رکھتے ہوئے وہ رکا نہیں، سیدھا چلتا گیا۔ماریہ کو صوفے پر بیٹھا دیکھ کر وہ کر بھی نہیں رکا۔بس آہستگی سے پانچ انگلیاں بلند کیں اور انھیں مخصوص انداز میں لہراتے ہوئے مسکرایا۔وہ مسکراہٹ بڑی انوکھی تھی۔اس میں ذرہ سا بھی مصنوعی پن نہیں تھا۔اس کا ثبوت یہ تھا کہ وہ ابھی تک اس کے چہرے پر قائم تھی۔وہ ہاتھ جھکا کر اب ٹیبل تک آگیا تھا لیکن ماریہ کی نظریں اس کا پیچھا کرتی رہیں۔

پھر وہ اچانک رکا۔اس نے گھوم کر ماریہ کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں الجھن سی نظر آئی۔ماریہ نے سنا، وہ کہہ رہا تھا:

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"

وہ روانی میں کہتا گیا تھا۔بنا ٹھہرے، بنا سانس لیے۔علی حیدر کا مخصوص انداز۔

مخصوص لہجہ۔ماریہ کو گہرا شاک لگا۔

"مم۔۔۔میں۔۔۔"

"ابھی جاگی ہو؟"وہ اب مزید تعجب سے ماریہ کو دیکھ رہا تھا:

"یعنی رات صوفے پر سوئی ہو۔"

ماریہ کچھ نہیں کہہ سکی۔ہونقوں کی مانند وہ دم بخود سی بیٹھی اسے تکتی رہی۔اسے پتا ہی نہیں چلا یا کب وہ قریب آیا۔اس کی آنکھیں تب پھیلیں،پلکیں تب ہلیں جب علی نے اس کی آنکھوں کے عین سامنے اپنا دایاں ہاتھ لا کر دو انگلیوں سے چٹکی بجائی۔

"ماریہ۔"

وہ جو مارے یا کی عادی تھی،ایک بار پھر شاک میں چلی گئی۔

"تم جاگ تو گئی ہو ناں۔"

"میں۔۔۔میں۔۔۔"وہ ہکلانے لگی۔علی مزید پریشان ہوا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔"

"تم۔۔۔تم کہاں۔۔۔کہاں سے آئے؟"اس نے بے خیالی میں علی کا چہرہ چھویا تو علی نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔پھر ہنسا اور سر اثبات میں ہلایا:

"ابھی ابھی آسمان سے نازل ہوا ہوں۔دیکھو،بال بھی گیلے ہیں(اس نے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو کچھ قطرے ماریہ کے چہرے پر گرے)فرشتے مجھے غسل دے رہے تھے۔لیکن میں نے کہا کہ رکو بھائیو،میں ذرا اپنی بیوی کو بھی لے آؤں۔"

ماریہ ہنس بھی نہیں سکی۔علی نے اس کے کندھے تھام لیے:

"ریلکس۔میں بیڈروم میں سو گیا تھا۔لیکن تم شاید یہیں سو گئیں۔اور یہ اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے،(اس نے ماریہ کے الجھے بالوں کو دیکھ کر منہ بنایا)ایسے جاؤ گی ارمان کی شادی پر۔"

"کس کی؟"ماریہ ایک بار پھر شاکڈ تھی۔

"ارمان کی شادی۔آج رات ہے ناں۔یاد نہیں تمہیں؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ بڑے رسان سے اس کے کندھے تھامے سمجھا رہا تھا۔ماریہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا:

"ارمان کی شادی ہو چکی ہے علی۔ تمہیں یاد نہیں ہے۔ تین سال پہلے۔اس کی تو ایک بیٹی بھی ہے۔"

علی نے بھویں اچکائیں۔لب بھینچے۔کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔پھر کھکھلا کر ہنسا:

"نائس جوک،ہاں!" وہ اب مسلسل ہنس رہا تھا:

"چلو اٹھو،مجھے اچھی سی کافی بنا کر دو۔"

ماریہ میکانکی انداز میں اٹھی۔لحاف تہہ لگاتے ہوئے بھی وہ علی کو دیکھنا نہیں بھولی۔ کچن میں داخل ہوئی تو دروازہ پورا کھول دیا تاکہ علی اسے نظر آتا رہے۔سنک میں منہ دھویا اور پھر دوبارہ لاؤنج میں جھانکا۔علی بڑے مزے سے صوفے پر نیم دراز، میز پر ٹانگیں پھیلائے،کشن سینے پر رکھے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"اس کو کیا ہو گیا۔" ماریہ نے سوچا اور جلدی جلدی کافی بنائی۔وہ باہر آئی تو دھک

سے رہ گئی۔ نیوز چینل کھلا ہوا تھا۔ نیوز چل رہی تھی:

"کیپیٹل منسٹر، انجم ملک کے بیٹے ابراھیم ملک کی کسی نے ہسپتال میں چاقو سے گردن کاٹ دی۔ بتایا جارہا ہے کہ ابراھیم ملک پر پہلے جیل میں حملہ ہوا۔ انھیں زخمی حالت میں ہسپتال میں لایا گیا تو وہاں آپریشن سے پہلے ہی کسی نے ان کی گردن کاٹ دی۔"

ماریہ نے چہرہ موڑ کر دیکھا۔ علی توجہ سے سن رہا تھا اور اس کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی تھی۔

"کوئی ہسپتال میں ہی کسی کا قتل کیسے کر سکتا ہے۔" علی نے کافی لیتے ہوئے تبصرہ کیا۔ ماریہ متواتر اسے دیکھتی رہی۔

"یہ سب ان ہاسپٹلز کی سیکیورٹی کی غلطی ہے۔ گارجین اور ڈاکٹرز کے علاوہ مریض کے کمرے میں کسی کو جانا ہی نہیں چاہیے۔ پر نہیں، جب سیکیورٹی خراب ہو گی تو اس قسم کے حادثات تو ہوں گے۔"

"پر وہ لڑکا ریپ کیس میں پھنسا ہوا تھا۔" ماریہ آہستگی سے بولی۔

"یہ الگ میٹر ہے ماریہ۔ یو نو واٹ، اس نے اگر ریپ کیا ہے تو اسے واقعی سزا ملنی چاہیے۔ Life imprisonment(عمر قید) کافی نہیں ہے۔ He must be hanged(اسے سولی پر لٹکا دینا چاہیے)۔ پر یوں ہسپتال میں علاج کے لیے آئے ایک مریض پر حملہ کرنا، یہ کہاں کا انصاف ہے۔"

"انصاف ملتا ہی کسے ہے علی۔ قانون تو اندھا ہے۔ اگر وہ لوگ اسے ہسپتال میں ختم نہ کرتے تو اسے عدالت میں کبھی بھی سزا نہ ملتی۔ جج اسے گورنر کا بیٹا مان کر بری کر دیتا۔ اور جب وہ بری ہو جاتا تو دوبارہ یہی کرتا۔"

"لیکن جج اسے بری نہیں کرتا۔ وہ جج ہے۔ تمہیں قانون پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"

علی نے اب قدرے خفگی سے کہا تو ماریہ مسکرائی۔ اس کے لبوں پر اداس مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تم جانتے ہو ابراھیم ملک کو؟ یا انجم ملک ہو۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں کیسے جان سکتا ہوں۔ میں ٹھہرا ایک عام سائیکیٹرسٹ اور یہ سیاستدان۔ میں تو کبھی ان کے منہ بھی نہ لگوں۔"

اس نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا تو ماریہ کی مسکراہٹ اور بڑھ گئی۔ تو گویا اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ پچھلے تین سال۔ وہ ان پچھلے تین سالوں کو بھلا چکا تھا۔ کیا اس نے اتنی آسانی سے تین سال بھلا دیے۔ بس ایک رات میں تین سالوں کو ذہن سے محو کر دیا۔

"تم قانون کی سائیڈ مت لو۔ تمہیں ابھی پتا نہیں ہے کہ قانون واقعی اندھا ہے۔"

ماریہ نے کہا تو علی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں تو جیسے بہت پتا ہے۔ آج تک کالج جانے کے علاوہ تم اور کچھ کرنے باہر نکلی ہو؟"

ماریہ بے اختیار ہنسی۔ اس نے کندھے اچکا دیے:

"نہیں۔ میں تو باہر ہی نہیں نکلی۔"

www.novelsclubb.com

وہ ابھی بھی علی کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن علی مطمئن تھا۔اس نے کافی ختم کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں؟"ماریہ نے سوال کیا۔ علی ٹھٹھکا۔

"کیا مطلب کہاں۔ہاسپٹل جارہا ہوں۔"

"ہاسپٹل کیوں؟"ماریہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا مطلب کیوں۔ میرا ہسپتال ہے۔مری جاب ہے۔اب کیا جاب پر بھی نہ جاؤں۔"

ماریہ کچھ متذبذب سی ہوئی۔یہ تو پچھلے تین سال سے جاب پر گیا ہی نہیں۔

"تمہیں ہو کیا گیا ہے ماریہ۔بہت vague(مبہم)سے تاثرات ہیں تمہارے۔

"something wrong, kiddo

وہ اسے سترہ سالہ بچی سمجھ کر kiddo ہی کہہ رہا تھا۔ماریہ نے بمشکل آنسو روکے۔اس نے سختی سے سر نفی میں ہلایا:

"میں چلوں تمہارے ساتھ۔ تمہارے ہاسپٹل۔"

"کالج نہیں جانا؟" علی نے بغور اسے دیکھا۔ ماریہ سوچ میں پڑ گئی۔ اب کیا بتاؤں اسے۔۔۔

"نہیں۔ میرا مطلب۔۔۔ ہاں لیکن۔۔۔ آج میں ساتھ چلتی ہوں ناں تمہارے۔ پلیز۔"

علی کو اس کے مبہم تاثرات کی زبان سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔ اس نے سر ہلا دیا:

"جاؤ۔ پہلے چینج کر کے آؤ۔"

ماریہ کا دل دھڑکا۔ چینج کرنے چلی جاؤں تاکہ تم پیچھے سے اپنی نسیں کاٹ لو۔

"تم آؤ میرے ساتھ۔ مجھے بتاؤ ناں کیا پہنوں۔"

وہ اس پر بالکل بھی اعتبار نہیں کر رہی تھی۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ بیڈ روم تک لائی۔ اس کے سامنے کپڑے نکالے۔ علی نے کندھے اچکا دیے تو اس نے جلدی سے ایک ڈریس نکالنا۔ اس کے سامنے ہی بدلنے لگی تو علی بے اختیار ہنسا۔

"?You’re in your mind, right"

(تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے ناں)

وہ ماریہ کے تاثرات سے اب خاصا محظوظ ہو رہا تھا جبکہ ماریہ اس پر سے نظریں نہیں ہٹا رہی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ نظریں ہٹائے اور جب وہ دوبارہ دیکھے تو وہ اسے مختلف نظر آئے۔وہ دوبارہ علی حیدر کو کھونے کا رِسک نہیں لے سکتی تھی۔وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گیراج تک آئی۔یہ علی کے لیے اور بھی مضحکہ خیز تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ماریہ اس کا ہاتھ کیوں نہیں چھوڑ رہی۔پہلے وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر چلتا تھا۔آج وہ اسے بازو سے پکڑ کر چلا رہی تھی۔وہ دونوں گیراج تک آئے تو ماریہ نے پورش کا دروازہ کھولا لیکن علی کی رنگت دیکھ کر منجمد ہو گئی۔ علی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"علی۔"ماریہ کا دل اچھلا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیا ہوا ہے، علی؟"

"یہ کیا ہے؟" علی نے اشارہ کیا۔ ماریہ نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ اور پھر اس کے کندھے ڈھلک گئے۔

"اوہ۔ یہ۔۔۔ یہ بس۔۔۔"

"کل رات تک اس پر ڈینٹ نہیں تھا۔ تم نے چوری چھپے میری پورش چلائی۔ بولو۔" اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ وہی علی حیدر تھا جو اپنی پسندیدہ شے پر کمپرومائیز نہیں کرتا تھا۔

"مرسڈیز ڈرائیو کر لیا کرو۔ لیکن میرے بغیر پورش کو ہاتھ بھی مت لگایا کرو ماریہ۔ کسی دن ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔"

"اچھا۔ اور تمہارے ہاتھوں ایکسیڈنٹ ہو گیا تو؟ پتا ہے ناں میں کتنی محتاط ڈرائیونگ کرتی ہوں۔ جبکہ تم اتنی تیز کار چلاتے ہو۔"

"میں تو ایکسپرٹ ہوں۔ لیکن کسی دن۔۔۔"

"اچھا بس۔" ماریہ نے اسے ٹوکتے ہوئے ہاتھ بلند کیا تو علی ہکا بکا سا کھڑا رہ گیا۔ کیا اس نے ابھی ابھی میری بات کاٹی ہے؟ یہ میرے سامنے بولنے کب سے لگ گئی؟

"ماریہ۔"

جہاں ماریہ نے سر اٹھایا، وہاں علی نے بھی ادھر دیکھا۔

"اوہ سمیع۔" ماریہ اب اسکی جانب متوجہ تھی۔

"تم ٹھیک ہو۔ اور تمہارے شوہر۔" اس کا اشارہ علی کی جانب تھا جواب بونٹ سے نظر ہٹا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"شوہر کا کوئی نام بھی ہے سمیع صاحب۔" علی مسکرایا اور پھر ماریہ کے ساتھ آ کھڑا۔ اس نے تعجب سے سمیع کو دیکھا، پھر ماریہ سے مخاطب ہوا:

"ماریہ۔ یہ سمیع ایک ہی رات میں اتنا ہینڈسم ہو گیا ہے ناں۔ کیوں بچے، کہاں سے گرومنگ کروا کر آ رہے ہو۔"

اور سمیع ہکا بکا کھڑا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کبھی ماریہ کو دیکھتا کبھی علی کو۔ اور علی

کی مسکراہٹ دیکھ کر تو اس کی رنگت فق ہو گئی تھی۔

"ہاں۔یہ یونیورسٹی پڑھتا ہے ناں علی۔"ماریہ بھی اب مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی:

"اسی لیے اتنا بولڈ ہو گیا ہو۔پتا ہے،کچھ دنوں پہلے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ ڈنر پر تو چلو۔مجھے تو بڑا عجیب لگا۔میں نے تو کہا کہ میں علی کے علاوہ کسی کے ساتھ ڈنر پر نہیں جاتی۔کیوں علی؟"

اس سے پہلے کہ اسکی بات پر شاکڈ سا علی کچھ کہتا،سمیع خود تھوک نگلتے ہوئے بولا:

"وہ تو۔۔۔وہ تو میں نے اس لیے پوچھا کیونکہ۔۔۔کیونکہ دوستوں کا لنچ تھا اور تم۔۔۔تم میری پڑوسی ہو تو۔۔۔"

"ہمیں اب دیر ہو رہی ہے سمیع۔ہم جائیں؟"ماریہ نے چبا چبا کر مسکراتی نظروں سے سمیع کو گھورتے ہوئے پورش کا دروازہ کھولا۔وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی تو علی نے اسے خفگی سے دیکھا لیکن کہا کچھ نہیں۔وہ نہیں چاہتا تھا ماریہ اسے دوبارہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ٹوکے۔پہلے ہی آج بڑی مبہم باتیں کر رہی تھی۔خیر!

ہاسپٹل کا عملہ متحرک تھا۔آج چونکہ سوموار تھا،اس لیے قریب قریب تمام ڈاکٹرز موجود تھے۔ایسے میں علی حیدر جب راہداری سے گزرا تو بہت سے لوگوں نے اسے مڑ کر دیکھا۔کیا چوکیدار، کیا ریسپشنسٹ، کیا خاکروب، کیا چپڑاسی، سب ہی حیران پریشان تھے۔علی حیدر ان کے چہروں پر چھائی پریشانی بخوبی دیکھ رہا تھا اور اسے خود پریشانی ہو رہا تھا۔

"ماریہ۔"

www.novelsclubb.com

ماریہ کو اپنا نام سنائی دیا تو وہ رکی۔علی آگے نکل گیا تھا۔پیچھے سے ڈاکٹر عارف چلا آرہا تھا۔

"چلو شکر ہے تم سے ملاقات تو ہوئی۔نرس نے بتایا تین دن پہلے تم آئی تھیں اور تم نے چیک اپ کرایا تھا۔بہت خوشی ہوئی۔ماریہ۔آئی ایم۔۔۔"

"آپ علی سے ملے، عارف۔"

ماریہ نے اسے ٹوکا اور اسی لمحے لوگوں کی نظروں سے پریشان علی کچھ کہتا ہوا ماریہ کے بالمقابل آ کھڑا ہوا۔عارف کو دیکھے بغیر وہ پریشان کن نظروں سے ماریہ کو دیکھ رہا تھا:

"مجھے ہی لگ رہا یا یہ سب واقعی مجھے گھور رہے ہیں۔"

"علی۔"عارف منجمد تھا۔اس کے لب پھڑ پھڑائے تو علی نے انہی پریشان کن نظروں سے اسے دیکھا۔ادھر عارف کی گلاسز سے جھانکتی آنکھیں پھٹنے کے قریب تھیں۔

"اب تمہیں کیا ہو گیا ہے۔"علی جھلا ہی تو اٹھا۔

پھر اچانک اس کی نگاہ عارف کے عقب میں سفر کر گئی۔وہ عارف کے سامنے سے ہٹا اور آگے بڑھ گیا۔عارف ہکا بکا سا ماریہ کو دیکھنے لگا:

"یہ کیا ہوا؟"اس کی آنکھیں اب مکمل حجم میں تھیں۔

"مجھے نہیں پتا۔" ماریہ نے کندھے اچکا دیے۔ ادھر راہداری میں اپنے روم کے سامنے کھڑا علی حیدر حیران پریشان دروازے پر لگے زنگ آلود تالے کو الٹ پلٹ رہا تھا۔

"Who the hell locked my room?"

کس نے میرا روم مقفل کیا؟ اور اس کی چابی کہاں ہے؟"

وہ وہیں سے عارف کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ ماریہ جلدی سے آگے بڑھی۔ اس نے علی کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"علی، عارف کہہ رہے ہیں کہ کچھ کنسٹرکشن ورک کرنا تھا۔ اسی لیے تمہارا روم بند کروا دیا۔ وہ تمہارے پیئن (چپڑاسی) سے کہہ کر روم صاف کروا دیں گے۔ ہم اتنی دیر باہر چلتے ہیں ناں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میں۔۔۔ میں دیکھ لوں گا۔"

عارف جیسے نیند سے بیدار ہوا۔ علی ناسمجھی سے دونوں کو دیکھتا رہا۔ پھر جھلا کر پلٹا:

"پاگل ہو گئے ہو تم سب۔"

وہ ہاتھ جھٹکتا ہوا راہداری میں مڑ گیا تو ماریہ مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی۔

بہت دنوں بعد وہ یوں مسکرائی تھی۔عارف کچھ دیر کھڑا سوچ میں گم انھیں جاتا دیکھتا رہا۔پھر کندھے اچکا دیے۔

وہ قدرت کے کھیل نہیں سمجھ سکتا۔

وہ ڈی-بلاک میں بنے اس خوبصورت سے گھر کے لان میں بیٹھے تھے۔تانیہ باتیں کرتے ہوئے بار بار سر اٹھا کر علی کو دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں عجیب سی حیرت تھی جو علی نے بھی نوٹ کر لی تھی لیکن وہ اس حوالے سے چپ تھا۔تانیہ کی بیٹی اس کے پاس بیٹھی تھی اور وہ اس سے کھیلتے ہوئے بہت خوش تھا۔ماریہ چائے کا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

تبھی کار کے ہارن کی آواز آئی اور ارمان فون پر کسی سے بات کرتا ہوا لان میں داخل

ہوا۔یقیناًتانیہ نے اسے فون کر کے بلایا تھا۔اسے ماریہ نظر آگئی تھی۔ سو وہ اب فون جیب میں رکھتے ہوئے ہاتھ ہلا کر آگے آرہا تھا۔

"کام چور لڑکی۔ تم آج اسٹوڈیو نہیں آ۔۔۔۔"

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گ ۓ۔اس کی بیٹی کو گود سے اتارتے ہوئے علی اٹھا اور مسکراتے ہوئے اس کے قریب آنے کا انتظار کیا۔ لیکن ارمان ساکت تھا۔اس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جارہا تھا۔اس نے فوراًماریہ کو دیکھا جو کرسی سے ٹیک لگائے اداس سی مسکراہٹ سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"دیکھا ماریہ۔میں نے کہا تھا ناں پیغام دے کر آنا چاہیے تھا۔تانیہ بھابی کی طرح اسے بھی فروزن اٹیک آگیا ہے۔"

وہ خود مسکراتے ہوئے آگے آیا اور اپنا ہاتھ ریسلنگ کے انداز میں آگے بڑھایا۔

ارمان نے پر سوچ نگاہوں سے اسے دیکھا۔پھر جلدی جلدی پنجہ ملایا اور جبراً مسکراتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا(اس شاک میں وہ نہ بیٹھتا تو گرنا پکا تھا)۔کچھ کہے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بغیر وہ ٹکر ٹکر علی کو دیکھ رہا تھا۔

"تو۔۔۔ کونسا اسٹوڈیو۔ کس اسٹوڈیو کی بات کر رہی تھیں تم۔"

علی نے ٹیبل سے کپ اٹھاتے ہوئے ماریہ سے پوچھا۔ ماریہ نے ٹیک چھوڑ دی اور آگے کو جھک گئی:

"ارمان کا سٹوڈیو۔ اس نے اپنا نیوز چینل کھولا ہے۔ براڈکاسٹنگ کمال کی ہوتی ہے۔"

اور علی نے تعجب خیز نظروں سے ارمان کو دیکھا:

"اپنا نیوز چینل؟ یہ۔۔۔ یہ کب ہوا؟"

"اوہو، تمہیں یاد نہیں ہے علی۔ ورنہ میں بھی تو وہاں گئی تھی۔ کیوں ارمان بھائی۔ آپ کو تو سب یاد ہے ناں۔"

ارمان جو ابھی تک علی کو دیکھ رہا تھا، ایک دم چونکا، پھر جلدی جلدی اثبات میں سر ہلایا۔ پھر سے علی کو دیکھنے لگا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم۔۔۔تم ٹھیک ہو علی۔"

علی نے بشاشت سے سر ہلایا اور گردن سیدھی کی:

"ہاں کیوں نہیں۔"اس کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی:

"لیکن مجھے تم سب ٹھیک نہیں لگتے۔کیا مسئلہ ہے یار۔کیوں تم سب مجھے ایسے دیکھ رہے ہو۔"

"نہیں تو۔میں تو بس۔۔۔"ارمان نے جلدی سے کہتے ہوئے ٹیبل پر پڑا آخری کپ اٹھایا اور ماریہ کو دیکھ کر مسکرایا۔

"دراصل، تم بہت اچھے لگ رہے ہو ناں علی۔"تانیہ بھی مسکرائی تھی:

"اس لیے، سب نظریں نہیں ہٹا پا رہے۔"

"ہاں۔مجھے واقعی۔۔۔واقعی تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے علی۔"ارمان نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"تم۔۔۔تم مجھے واقعی۔۔۔"اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اس سے کی بات

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کرے:

"تم اب خوش رہنا علی۔ایک بیوی،ایک بچہ،اچھی جاب اور اچھا گھر۔اس سے زیادہ کسی اور چیز کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔اور تمہارے پاس یہ سب ہے۔"

"ایک بچہ تو نہیں ہیں۔" وہ کچھ اداسی سے بولا تو ماریہ نے سر اٹھایا۔کیا یہ ارحم کو بھی بھول گیا؟اس کی آنکھوں میں کرب اترا لیکن تانیہ دوبارہ مسکرادی تھی:

"کیوں بھئی۔اب تو بے بی بھی جلدی آجائے گا۔پھر تمہاری فیملی کمپلیٹ ہو جائے گی۔"

علی حیدر نے تب ناسمجھی سے سر اٹھایا۔جانے آج سب نے vague باتیں کرنے کی قسم کیوں کھالی تھی۔

شام کے سرمئی آسمان پر پرندے اڑتے دکھائی دے رہے تھے۔سڑک پر کھڑے پانی میں ڈوبتے سورج کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ہلکا ہلکا شور،اور ہلکی ہلکی ٹریفک۔

ایسے میں وہ پورش کو چھوڑے ماریہ کا ہاتھ پکڑے سڑک کنارے چل رہا تھا۔ مسلسل مسکرا رہا تھا اور اس کی مسکراہٹ دیکھ کر ماریہ کو عجیب سا لطف محسوس ہو رہا تھا۔ علی نے پلٹ کر ایک دو بار بلیک گاؤن میں ملبوس عورت کو دیکھا جو ان سے پیچھے آ رہی تھی لیکن نظرانداز کر دیا۔ ماریہ نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ صرف علی کو دیکھتی تھی۔ تین سال تک اس نے اس شخص کو حالتِ زار میں برداشت کیا۔ اور ایک ہی رات میں اسے واپس علی حیدر بنا دیا۔ وہ ایک رات تین سالوں میں پہلے کبھی کیوں نہیں آئی۔ یہ سب پہلے ہی کیوں نہ ہوا۔ اور یہ یوں اچانک کیسے ہو گیا۔ پھر ماریہ کو یاد آیا یہ اچانک تو نہیں ہوا۔ تین سال۔ ہاں تین سال۔ یہ اس کے تین سالوں کے صبر کا پھل تھا۔

"تو چلو۔" علی نے رک کر اس کے ہاتھ چھوڑ دیے:

"مجھے سب بتاؤ۔"

ماریہ بھی رکی۔ اس نے دونوں ابرو اٹھائے:

"کیا بتاؤں؟"

"آئی نو ماریہ۔" علی نے نرمی سے کہا تھا:

"مجھے چہرہ پڑھنا آتا ہے۔ اور آج میں نے جتنے چہرے دیکھے ہیں بشمول تمہارے، ان سب پر ایک ہی تحریر لکھی تھی۔" کیسے؟" مجھے نہیں پتا کیوں لکھی ہے پر مجھے یہ پتا ہے کہ تم جواب جانتی ہو۔ سو مجھے بتاؤ کہ ارمان کی شادی کیسے ہو گئی، اس نے اسٹوڈیو کیسے کھول لیا، میرے ہسپتال میں اتنی تبدیلیاں کیسے آ گئیں، میرے بنگلے کی ساری لک ہی کیوں بدل گئی اور سب اہم۔۔۔"

وہ اب آگے کو جھکا تھا:

"سب مجھے ایسے کیوں گھور رہے ہیں۔it's pretty awakward) یہ بہت عجیب ہے)۔ سو، مجھے وجہ جاننی ہے۔"

ماریہ نے سر جھکایا۔ لیکن اس نے دوبارہ سوال دہرایا:

"میں ایک سائیکیٹریسٹ ہوں ماریہ۔ I can understand it

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

better(میں اسے اچھے سے سمجھ سکتا ہوں)۔"

تب ماریہ نے اسے دیکھا۔اس کی زندگی تین سالوں میں کیسے گزری،اسے جاننے کا حق تھا۔لیکن وہ کہاں سے شروع کرتی۔اس رات سے جب وہ ایکسیڈنٹ ہوا، یا اس رات سے جب وہ اسے اپنے گھر لے کر آیا۔یا وہ اس سے بھی پہلے اس رات کو چلی جاتی جب اس کی بیوی نے اس بیٹے کو جنم دیا جو اب اس کے دماغ کے کسی کونے میں بھی زندہ نہیں تھا۔

"تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔"ماریہ ہولے ہولے بتانے لگی:

"کار ایکسیڈنٹ۔پورش ڈرائیو کرتے ہوئے۔اسی لیے پورش پر ڈینٹ بھی ہے۔وہ میں ٹھیک نہیں کرا سکی۔تمہارے زخم ٹھیک کرائے لیکن تمہاری یادداشت چلی گئی۔تین سال تک تم کسی کو پہچاننے سے عاجز رہے۔اور آج صبح جب تم اٹھے، تم نے مجھے پہچانا۔میری کہانی اتنی ہی ہے۔اب تم بتاؤ، تم نے مجھے کیسے پہچانا۔"

اس نے جوابی سوال کیا اور علی نے سڑک کنارے جمع پانی میں اپنا عکس دیکھا:

"میرا بیٹا مر گیا۔" علی نے اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا:

"میری اقرا کا بیٹا۔ میں اس کے لیے رو رہا تھا۔ مجھے یاد ہے آخری بار میں بیڈ پر سویا تھا اور تم میرا سر دبا رہی تھیں۔ لیکن آج صبح میں اٹھا تو تم صوفے پر تھیں۔ باہر لاؤنج میں۔۔۔"

"وہ رات جس کا تم نے ذکر کیا۔ وہ تین سال پہلے کی رات تھی، علی۔ اسی رات تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا۔ اس لیے تمہیں ایکسیڈنٹ کے بعد کا کچھ یاد نہیں۔"

ماریہ نے خوب کہانی بنائی۔ یہی بہتر سچ تھا۔ علی کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔ جیسے یقین کرنے کی کوشش کرتا رہا ہو۔ پھر اس نے آہستگی سے سر ہلا لیا۔ اب وہ بدلی نظروں سے ماریہ کو دیکھ رہا تھا۔

"اور یہ بچے کا کیا چکر ہے؟"

اس کی نگاہوں کا سوال وہ سمجھ گئی۔ مسکرائی اور سر جھکا لیا۔

"اب یہ کب ہوا؟" وہ خود بھی مسکرا رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کچھ مہینے پہلے۔" وہ مزید جھک گئی۔

"ہووں۔" وہ مزید مسکرانے لگا:

"تبھی تو تم موٹی ہو گئی ہو، لڑکی۔"

"سچی؟" علی نے جواباً سر ہلایا:

"لیٹ می گیس۔ بچہ ہے یا بچی۔"

"مجھے نہیں پتا۔ کچھ ہفتوں بعد چل جائے گا۔" اس نے بڑے اعتماد سے کہتے ہوئے سر اٹھایا۔ بھلا علی حیدر سے اب کو نسا راز رکھنا تھا۔

"یعنی میں صحیح وقت پر آیا ہوں۔" وہ اب سنبھل گیا تھا۔ اپنی حالت سمجھنے میں اس نے چند منٹ ہی لگائے تھے۔

"اگر بچہ ہوا تو ہم۔۔ ہم اس کا نام رکھیں گے۔۔۔ اونہوں۔ سوچنے دو مجھے۔۔۔"

وہ تھوڑی تلے انگلی رکھے ہوئے سوچ میں گم تھا۔

"میں نام رکھوں گی۔ مُحب علی۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یعنی، علی سے پیار کرنے والا۔" وہ ٹھٹھک گیا۔

"بالکل۔ لیکن اگر بیٹی ہوئی تو اس کا نام رکھیں گے۔"

"اُشنہ۔" وہ جھٹ سے بولا۔

"کیا؟" ماریہ ٹھٹک گئی۔

"بیٹا ہوا تو محب علی اور بیٹی ہوئی تو، اُشنہ علی۔"

"اُشنہ کیوں؟" ماریہ کی رنگت فق ہوئی۔

"کیا مطلب اُشنہ کیوں۔ مجھے یہ نام پسند ہے۔"

ماریہ مزید پیلی ہوئی۔

"کیوں پسند ہے؟"

"اوہو۔ پسند ہے تو پسند ہے۔ چلو چھوڑو ناں۔ مجھے یقین ہے بیٹا ہوگا۔"

"میں اپنی بیٹی کا نام اُشنہ نہیں رکھوں گی۔" ماریہ کی آواز بلند ہوئی اور لڑکھڑائی۔

علی نے اسے بغور دیکھا۔ پھر ہنستے ہوئے اس کے گرد بازو حائل کر لیے:

www.novelsclubb.com

"چلو ٹھیک۔ تم اس کا نام رضیہ سلطانہ رکھ لینا۔ فائن۔"

"تم آئیندہ یہ نام بھی مت لینا علی۔" ماریہ کا جسم کانپ رہا تھا۔ علی کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے وجہ جاننے کی بھی کوشش نہیں کی۔ بس ہنستے ہوئے اسے مزید قریب کر لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے کانوں کو چھو لیا۔

"اچھا سوری ناں۔ ہم ایسا کریں کے، لڑکی کا نام بھی مُحب علی ہی رکھ لیں گے، پر تم ناراض مت ہو۔"

وہ اسے ہنسانے کی کوشش کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ماریہ نے خفگی سے اسے دیکھا اور اس کے تاثرات دیکھ کر خود بھی ہنس پڑی۔ بدقت اس نے اپنی آنکھوں کو نم ہونے سے روکا اور اسنیکس لانے کے بہانے کیفے کی جانب بڑھی۔ ادھر وہ ہٹی، ادھر علی نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا۔ سیاہ گاؤن والی لڑکی نے اسے مڑتے دیکھا تو فوراً پلٹ گئی۔

"سنو۔" وہ اب سیاہ گاؤن والی لڑکی کے پیچھے کھڑا تھا:

"تمہیں کچھ چاہیے۔"

سیاہ گاؤن والی لڑکی رک گئی۔

"نہیں اب کچھ نہیں چاہیے۔" علی حیدر نے محسوس ہوا، اس کی آواز بھیگ رہی تھی:

"تم خوش رہنا۔ علی۔"

وہ فقرہ اور نام الگ الگ بولی تھی۔ علی کچھ متذبذب سا ہوا۔

"تم مجھے جانتی ہو لیکن، میں تو تمہیں نہیں پہنچانتا۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ ایک بار پھر پلٹی۔ علی اسے دیکھتا رہا:

"نام پوچھ سکتا ہوں تمہارا۔"

"پوچھ سکتے ہو۔" وہ ایک بار پھر رک گئی۔

"چلو، سمجھو میں نے پوچھ لیا۔" وہ کہتے ہوئے مسکرایا۔ گاؤن والی لڑکی مسکرائی:

"اُشنہ۔ اُشنہ ہوں میں۔"

وہ اتنا کہہ کر مڑ گئی۔ علی حیدر کے لبوں پر خوشگوار سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ اس گاؤن والی لڑکی کو دیکھتا رہا، یہاں تک کہ ماریہ اسنیکس لے کر واپس آ گئی۔

"چلیں۔"

"ہاں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر چلنے لگا۔ ایک بار پلٹ کر دیکھا۔ وہ گاؤن والی لڑکی اب دور چلی گئی تھی:

"اُشنہ۔"

وہ اب اپنی بیوی کے ڈر سے زیرِ لب بولا۔ یوں کہ اُش پر خوب زور دیا۔

"اچھا نام ہے۔"

اس نے دل ہی دل میں تسلیم کر لیا اور دوبارہ پلٹ کر دیکھا۔ وہ سیاہ گاؤن سیاہ اندھیروں میں گم ہو گیا تھا۔

"علی، چلو ناں۔" ماریہ اس کا بازو کھینچ رہی تھی۔ علی نے سر ہلایا اور اس کے پیچھے چلنے لگا:

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اب تم ناراض مت ہونا ماریہ۔ میں تو یونہی کہہ رہا تھا۔"

اس نے ماریہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ ماریہ نے سنی ان سنی کر دیا اور آگے بڑھتی رہی۔ اور زرد آسمان پر پھیلتی سیاہی بے اختیار چونکی:

"ماریہ؟؟؟؟؟؟؟؟؟"

"اب کوئی معجزہ ہی ہو گا۔" تھیراپسٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی:

"کوئی معجزہ ہی ہو گا جو علی حیدر اپنے آپ کو سنبھال لے اور اپنے اصل روپ میں واپس آجائے۔ میں اسے غنیمت سمجھوں گا لیکن مسز حیدر، یہ اصل روپ بھی وقتی ہو گا۔ آپ جان بھی نہیں پائیں گی کہ وہ کب علی حیدر بن جائے گا، کب کوئی اور۔۔۔"

ختم شد

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM